WORLD'S CHILDREN'S PRIZE MAGAZINE #66/67 2019

گلوب

GLOBEN LE GLOBE DER GLOBUS
EL GLOBO O GLOBO द ग्लोब گلوب विश्व

VOTE! RÖSTA!
¡VOTA! WÄHLT!
வாக்களிப்பீர் رای دهید
ဆန္ဒမဲထည့်ခြင်း! मत
တၢ်ထၢနုာ်တၢ်ဖး! ووټ!:
ลงคะแนน! मतदान
ووٹ!: صوِّت!
HÃY BẦU !

WORLD'S CHILDREN'S PRIZE FOR THE RIGHTS OF THE CHILD

PRIX DES ENFANTS DU MONDE POUR LES DROITS DE L'ENFANT

PREMIO DE LOS NIÑOS DEL MUNDO POR LOS DERECHOS DEL NIÑO

PRÊMIO DAS CRIANÇAS DO MUNDO PELOS DIREITOS DA CRIANÇA

DER PREIS DER KINDER DER WELT FÜR DIE RECHTE DES KINDES!

बाल अधिकारों हेतु विश्व बाल पुरस्कार

बाल अधिकारका लागी विश्व बाल पुरस्कार

بچوں کے حقوق کے انعام کا عالمی پروگرام

بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کا پروگرام

جن دو بچوں کی تصویر گلوب کے شروع میں ہے وہ زمبابوے کے شہر شیہوٹا میں رہتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں گلوبل ووٹ کے لیے بنایا گیا بیلٹ باکس ہے۔ یہ دونوں بچوں کے حقوق کے سفیر ہیں۔

SVENSKA POSTKOD LOTTERIET

یہ لاٹری بہتر مستقبل کے لیے ہے۔

Thanks! Tack! Merci! ¡Gracias! Danke! Obrigado! CẢM ƠN ကျေးဇူး
مهرباني! धन्यवाद நன்றி سپاس شُکراً! ขอบคุณ တၢ်ဘျုး شکریہ!

HM Queen Silvia of Sweden • The Swedish Postcode Lottery • Forum Syd • Sida • Julia & Hans Rausing Trust Queen Silvia's Care About the Children Foundation Survé Family Foundation • Crown Princess Margareta's Memorial Fund • Sparbank Foundation Rekarne Keep Sweden Tidy • Swedish Olympic Committee Rotary Districts 2370 & 9350

All Child Rights Sponsors and donors • Microsoft • Google ForeSight Group • Twitch Health Capital • Helge Ax:son Johnson's Foundation • PunaMusta • Gripsholm Castle Administration • Svenska Kulturpärlor • ICA Torghallen Skomakargården • Röda Magasinet • Lilla Akademien

گلوب آپ اور آپ جیسے اُن تمام بچوں کیلئے ہے جو بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے پروگرام میں حصہ لیتے ہیں۔اس میگزین میں آپ دنیا کے مختلف حصوں سے بہت سارے دوستوں سے ملیں گے۔اپنے حقوق کے بارے میں سیکھیں اور ایسی ہدایات بھی حاصل کریں جس سے آپ دُنیا کو کچھ بہتر بنا سکتے ہیں۔

گلوب کے اس شمارے میں دیے گئے لوگ جن ممالک میں رہتے ہیں اُن ممالک کو نقشہ پر دیکھیں۔

بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کا پرا گرام کیا ہے؟--------- 4
بچوں کی جیوری سے ملیں!-------------------- 6
بچوں کے حقوق کیا ہیں
---------------------- 12
دُنیا بھر میں بچوں کے حالات کیسے ہیں؟------------- 14
دُنیا بھر میں گلوبل ووٹ------------------- 19
ہمارے ساتھ آئیں اور زمبابوے کی سیر کریں۔ برکینا فاسو، ڈی آر کانگو، پاکستان برما اور دوسرے ممالک میں بھی چلیں۔ بچوں کے حقوق کے سفیروں اور بچوں کے حقوق کے ہیروز سے ملیں اور اُن بچوں سے ملیں جو اپنے حقوق کیلئے ووٹ ڈالتے ہیں۔
اس سال کے بچوں کے حقوق کے ہیروز
سپیس نجین غازا------------------------ 34
اشوک دیال چند------------------------ 52
گُو لاند میسادِیو----------------------- 70
عالمی اہداف-------------------------- 88
بہتر امستقبل کیلئے دُنیا کے گرد چکر------------- 90
تم اور میں مساوی حقوق کے سفیر--------------- 91
بچوں کے حقوق کے سفیر اور زمبابوے میں لڑکیوں کے حقوق--- 94
کچرے سے پاک نسل--------------------- 108
بچوں کی عالمی پریس کانفرنس----------------- 128
ہم بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے سرپرست ہیں--- 129
ہم بچوں کے حقوق کا جشن منا رہے ہیں----------- 130

Editor-in-chief and legally responsible publisher: Magnus Bergmar **Contributors to issues 66–67:** Carmilla Floyd, Andreas Lönn, Erik Halkjaer, Johan Bjerke, Jesper Klemedsson, Sofia Marcetic, Charles Drawin, Kim Naylor, Ali Haider, Marlene Winberg, Jan-Åke Winqvist, Keep Sweden Tidy **Translation:** Semantix (English, Spanish), Cinzia Gueniat (French), Glenda Kölbrant (Portuguese), Preeti Shankar (Hindi) **Design:** Fidelity **Cover photo:** Johan Bjerke **Back cover:** Charles Drawin **Printing:** PunaMusta Oy

Urdu: BRIC Pakistan

The Globe is partly funded by Sida, Swedish International Development Cooperation Agency, through Forum Syd. Sida does not necessarily share the views expressed here. Responsibility rests exclusively with the writers and the party responsible for publication.

گلوب کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

World's Children's Prize Foundation
Box 150, SE-647 24 Mariefred, Sweden
Tel. +46-159-12900
info@worldschildrensprize.org
www.worldschildrensprize.org
facebook.com/worldschildrensprize
Insta @worldschildrensprize
youtube.com/worldschildrensprize
twitter @wcpfoundation

ISSN 1102-8343

بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کا پروگرام کیا ہے؟

کیا آپ ایسے بچے بننا چاہتے ہیں جو دُنیا کو بہتر بنا سکیں؟ اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے تو بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کا پروگرام آپ کی مدد کر سکتا ہے بچوں کے حقوق کے سفیروں، بچوں کے حقوق کے ہیروز اور دُنیا بھر کے بچوں سے آپ سیکھ سکتے ہیں۔

☆ ہمدردی
☆ تمام لوگوں کی برابر حیثیت
☆ بچوں کے حقوق
☆ انسانی حقوق
☆ جمہوریت کیسے کام کرتی ہے
☆ ظلم نسلی تعصب، غربت اور ناانصافی کے خلاف مہم کیسے چلائی جائے
☆ ماحول کو بہتر بنانے کیلئے اور ماحولیاتی آلودگی سے بچاؤ کیلئے اقوامِ متحدہ کے عالمی اہداف کا حصول 2030 تک کیسے ممکن ہو سکے گا۔

بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے پروگرام کا آغاز نومبر 2018 میں ہوا اور یہ 16 مئی 2019 تک جاری رہے گا۔ آپ اپنے ووٹ کے نتائج 16 اپریل 2019 تک بھیج سکتے ہیں۔

آپ کی زندگی میں بچوں کے حقوق

اپنے اردگرد کے حالات کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کیا اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کی کنونشن پر آپ کے علاقہ میں عمل ہو رہا ہے اور بچوں کے حقوق کا احترام ہو رہا ہے؟ کیا آپ کے گھر، محلے یا سکول میں بچوں کے حقوق کا احترام ہوتا ہے؟ اس پر بات کریں کہ آپ کے علاقہ میں آپ دوسرے بچوں اور لوگوں سے بات کریں اور انکو بتائیں کہ صاف ستھرے اور صحت مند ماحول میں رہنا آپ کا حق ہے۔ اور یہ دنیا کے تمام بچوں کا حق ہے۔ صفحہ نمبر 12 تا 13 پڑھیں۔

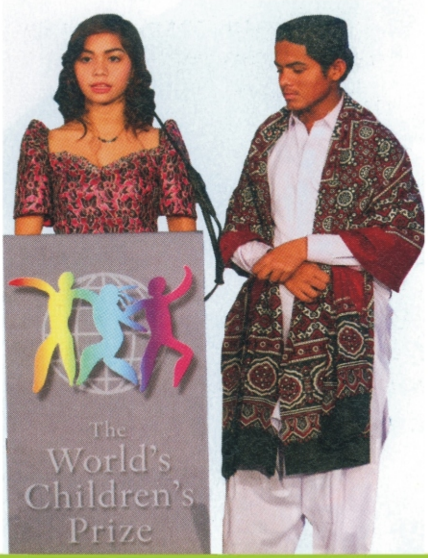

تبدیلی ساز بنیں!

اپنے آپ کو تبدیلی ساز بنائیں اور مساوی حقوق کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ آپ اپنی کوشش سے اپنے علاقہ کے حالات کو بدل سکتے ہیں۔ آپ اپنے ملک اور پوری دُنیا میں تبدیلی لا سکتے ہیں۔ خود کو بااثر بنائیں، اپنی آواز کو بلند کریں اور اپنے حقوق کے لیے ہمیشہ بولیں آپ ایسی دُنیا بنا سکتے ہیں جہاں سب کی عزت و احترام ہو اور جہاں سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک ہو جہاں بچوں کے حقوق کا احترام کیا جائے اور جہاں لوگ اور ماحول رہنے کیلئے سازگار ہو۔

بہتر مستقبل کیلئے دُنیا کے گرد چکر

بہتر مستقبل کیلئے دُنیا کے گرد چکر کی مہم جو یکم اپریل کو ہوگی، اس سے پہلے آپ اور آپ کے تمام دوست عالمی اہداف خاص کر مرد اور عورت کے مساوی حقوق اور لڑکیوں کے (مقصد 5) امتیازی سلوک میں کمی (مقصد 10) اور امن و انصاف (مقصد 16) کو اچھی طرح سیکھ چکے ہونگے۔ بہت اچھا ہوا گر آپ نے پوسٹر بنائے ہوں اور ان کو سوشل میڈیا پر دیں کہ آپ اپنے محلّہ، اپنے علاقہ، اپنے شہر یا اپنے ملک میں کیا بہتری لانا چاہتے ہیں۔ یکم اپریل کے دن کا آغاز کچھ اس طرح سے ہو گا کہ آپ میڈیا کو، بااختیار لوگوں کو مقامی حکومتوں کو اور اپنے والدین کو بتا سکیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں اور کس طرح کی تبدلیاں اپنے اردگرد دیکھنا چاہتے ہیں جن سے آپ کی زندگیاں محفوظ ہو جائیں اس کے بعد تمام بچے اپنے ہاتھوں کو دوسرے بچوں کے ہاتھوں میں دے کر لمبی چین بنائیں گے اور یہ انسانی ہاتھوں کی چین 3 کلو میٹر تک واک کرے گی یا پھر 3 کلومیٹر دوڑے گی۔ اس کی رپورٹ ہمیں بھجیں کہ کتنے بچوں نے چین بنانے میں حصہ لیا تا کہ ہم اندازہ لگا سکیں کہ پوری دُنیا میں بچوں نے مل کر کتنی لمبی چین بنائی تفصیلات کیلئے گلوب کے صفحہ 22 تا 23، 34 تا 87 اور 88 سے 107 تک پڑھیں۔

کچرے سے پاک نسل

کچرے سے پاک نسل کا دن 16 مئی ہوگا۔ آپ کا سکول کسی بھی دن میں اس کا انعقاد کر سکتا ہے لیکن یہ دِن اسی ہفتے میں ہونا چاہیے یعنی 13 مئی سے شروع ہونے والا ہفتہ یا پھر کسی ایسے دن میں جو آپ سب کیلئے بہتر ہو۔

اہم تاریخیں

یکم اپریل۔ بہتر مستقبل کے لیے دُنیا کے گرد چکر

16 اپریل۔ گلوبل ووٹ کی رپورٹ کا آخری دن۔ 16 مئی کچرے سے پاک نسل کا دن۔

اب تک دُنیا بھر سے 42 ملین بچوں نے بچوں کے حقوق اور جمہوریت کے متعلق سیکھا ہے۔ بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے پراگرام کے ذریعے اب تک 116 ممالک کے 70000 سکولوں کے لاکھوں کروڑوں بچوں نے اپنے حقوق سے آگاہی حاصل کی ہے۔اور خود کو گلوبل فرینڈ رجسٹر کیا ہے۔

دُنیا بھر میں بچوں کے حقوق

اقوامِ متحدہ کے بچوں کے حقوق کے کنویشن کا اطلاق پوری دنیا کے بچوں پر ہوتا ہے اور ہر جگہ پر ہوتا ہے۔اس کے بارے میں مزید جاننے کیلئے بچوں کے حقوق کے سفیروں اور چائلڈ جیوری اور اُن بچوں سے ملیں جو بچوں کے حقوق کیلئے کام کرتے ہیں۔ دُنیا میں بچوں کے حالات کے بارے میں جاننے کیلئے گلوب صفحہ 6 سے 11، 14 سے 15، 91 سے 107 اور 120 سے 127 پڑھیں۔

بچوں کے حقوق کے ہیروز سے ملیں

ہر سال بچوں کے حقوق کے ہیروز کی پُراثر کہانیاں گلوب میں شامل کی جاتی ہیں، اِن ہیروز اور ان کے بچوں کے حقوق کے متعلق معلومات کیلئے گلوب کے صفحہ 34 سے 87 تک مطالعہ کریں۔

کیا آپ کو معلوم ہے؟
بچوں کے حقوق کے انعام کا عالمی پروگرام دُنیا کا سب سے بڑا پروگرام ہے جس میں سب کے مساوی حقوق، بچوں کے حقوق جمہوریت اور پائیدار ترقی کے متعلق تفصیل سے سکھایا جاتا ہے۔

گلوب ووٹ

جب آپ بچوں کے حقوق اور بچوں کے حقوق کے ہیروز کے بارے میں جان چکے ہوں تو آپ گلوبل ووٹ میں حصہ لے سکتے ہیں۔اپنے سکول میں الیکشن کے دن کی تاریخ مقرر کریں اور پوری دلچسپی سے اس کی تیاری شروع کریں۔الیکشن آفیسرز کا انتخاب کریں اور بیلٹ باکس بنائیں اس موقعہ پر مقامی سیاستدانوں، صحافیوں، سماجی کارکنوں اور اپنے والدین کو دعوت دیں کہ وہ آپ کے الیکشن کے دن کو دیکھیں اپنے سکول کے ووٹ کے نتائج بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے ادارہ کو بھیجیں۔تفصیلات کیلئے صفحہ 19 تا 33 پڑھیں۔

ایک بڑا اعلان

دُنیا بھر سینکڑوں بچے اپنا ووٹ ڈال چکے ہیں۔اب ایک بڑا اعلان کیا جاتا ہے کہ بچوں کے ہیروز میں سے کس نے سب سے زیادہ ووٹ لیے ہیں اور بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کا حقدار قرار پایا ہے۔اس کے ساتھ دوسرے دو امیدواروں کو بچوں کے حقوق کے اعزازی انعامات سے نوازا جاتا ہے۔نتائج کا اعلان کرنے کیلئے سارے سکول کو اکٹھا کریں۔ہو سکے تو مقامی میڈیا کو بھی دعوت دیں اور بچوں کے حقوق کے انعام کی پریس کانفرنس کریں۔یہ پریس کانفرنس ایک ہی وقت میں دنیا کے بہت سے ممالک میں ہو رہی ہوتی ہے۔بعدازاں سویڈن کے شہر میری فریڈ میں بچوں کے حقوق کے ہیروز کے اعزاز میں ایک خاص تقریب منعقد کی جاتی ہے جس کے تمام انتظامی فرائض بچوں کی جیوری سرانجام دیتی ہے۔تفصیلات کیلئے صفحہ 128 پڑھیں۔

بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے پروگرام کے لیے عمر کی حد۔

بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کا پروگرام سب بچوں کے لیے ہے جن کی عمر 10 سال سے یا اس سے زیادہ ہے لیکن جب آپ 18 سال کے ہو جاتے ہیں اس میں حصہ نہیں لے سکتے ۔10 سال سے چھوٹے بچوں کو شامل نہ کرنے کی کئی وجوہات ہیں۔بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے پروگرام میں حصہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو بچوں کے حقوق کے ہیروز کے بارے میں مکمل معلومات ہوں۔جن بچوں کے لیے یہ ہیروز کا کام کرتے ہیں ان بچوں کے ساتھ بڑی سخت زیادتیاں ہو چکی ہوتی ہیں اور ان کی کہانیوں بعض دفعہ چھوٹے بچوں کو پریشان کر دیتی ہیں بڑے بچے بھی ان کہانیوں کو پڑھ کر پریشان ہو جاتے ہیں۔اس لیے اساتذہ اور والدین یا بالغ لوگوں کو اس پروگرام کے داران بچوں کی مدد کرتے رہنا چاہیے۔

Follow us on social media!

@worldschildrensprize
@worldschildrensprize
worldschildrensprize
@wcpfoundation

worldschildrensprize.org

یہ تصویر بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کی تقریب کے موقع پر بنائی گئی اس تصویر میں 2 جیوری ممبر وہ ہیں جو ریٹائر ہو چکے ہیں۔ ڈِیومرسی جوڈی آر کانگو سے ہے اور نیتا جو اسرائیل سے ہے۔

بچوں کی جیوری سے ملیں!

بچوں کے حقوق کی جیوری کے ممبر بچوں کے حقوق کے ماہر ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی کے تجربات سے بہت کچھ سیکھ لیا ہوتا ہے۔ جیوری کا ہر ممبر بچہ پوری دُنیا کے بچوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ بچے اپنے ملک اور اپنے خطے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے کہ اس جیوری میں ہر خطے اور تمام مذاہب کے بچے شامل ہوں۔

اگر آپ worldchildrensprize.org کو وزٹ کریں تو آپ جیوری کے ممبر بچوں کے بارے میں مزید معلومات ملیں گی اور آپ جیوری کے گزشتہ ممبر بچوں کے بارے میں جان سکتے ہیں۔ کافی جیوری ممبر بچوں کا انتخاب 2018 میں ہوا ہے۔

ہم نے اپنے جیوری کے بچوں کے ناموں کے تخلص نہیں لکھے ہیں تا کہ ان کو کوئی مسئلہ نہ ہو۔

جیوری کے ممبر بچے اپنی زندگی کی کہانیاں اور اپنے تجربات سب کو بتاتے ہیں۔ اور وہ اُن مظالم کا بھی ذکر کرتے ہیں جو اُن کو برداشت کرنا پڑے یہ بچے دوسروں کو بتاتے ہیں کہ وہ کن مسائل کو حل کرنے کیلئے کام کررہے ہیں۔ اس طرح یہ بچے دُنیا کے کروڑوں بچوں کو اُن کے حقوق کے بارے میں آگاہی دیتے ہیں وہ 18 سال کے ہونے تک جیوری کے ممبر رہتے ہیں۔ بچوں کی جیوری ہر سال تین امیدواروں کو بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کیلئے منتخب کرتی ہے۔

جیوری کے ممبر اپنے ممالک میں بچوں کے حقوق کے سفیر ہیں اور ان کو پوری دُنیا میں بچوں کے حقوق کے سفیر مانا جاتا ہے۔ بچوں کی جیوری بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے سالانہ پروگرام کا انعقاد کرتی ہے یہ تقریب سویڈن میں ہوتی ہے اس ہفتہ کے دوران یہ بچے سویڈن کے سکولوں کا دورا کرتے ہیں اور بچوں کو اپنی زندگیوں کے بارے میں اور بچوں کے حقوق کے بارے میں بتاتے ہیں۔

جون نارا

نور

جون نارا 17 سال برازیل

جون نارا برازیل کے مقامی باشندوں کے بچوں کی نمائندگی کرتی ہے اور ان کے حقوق کے لیے لڑتی ہے اور ایسے بچوں کے لیے کام کرتی ہے جن کے حقوق کا بری طرح استحصال کیا جاتا ہے اور اصلی النسل ہونے کے باعث نفرت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

جون نارا برازیل کے جنگلات میں پیدا ہوئی وہ گھرانی قبیلے کی سب سے کم عمر لیڈر ہے یہ قبیلہ آبی جنگلات میں رہتا تھا مگر بعد میں بڑے پیمانے پر جنگلات کی کٹائی اور صنعتی تنصیب کاری کے باعث وہاں کا ماحول اور پانی مختلف زہریلے مادوں کی وجہ سے آلودہ ہو گیا۔ اس وجہ سے جون نارا کو اپنے قبیلے کے ساتھ ہجرت کرنا پڑی۔ اب وہ سڑکوں کے کناروں پر خیمے لگا کر خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ اب وہ شکار اور مچھلیاں بیچ کر ہونے والی کمائی سے بھی محروم ہو گئے ہیں۔ غربت کے باعث ہونے والی ذہنی اذیت سے چھٹکارا پانے کے لیے نشے کی لت، شراب نوشی اور لڑائی جھگڑے کی طرف راغب ہو گے ہیں۔ جون نارا خود بھی اپنے سوتیلے باپ کے تشدد کا شکار ہوئی۔ جب وہ صرف 10 سال کی بچی تھی تب 40 نقاب پوش افراد ان کے گاؤں میں گھس آئے اور گاؤں کے لیڈر جو کے اس کا دادا تھا، کو قتل کر دیا، جون نارا کہتی ہے ''جب بھی ہم اس ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں ہمیں ڈرایا دھمکایا جاتا ہے اور کئی لوگوں کو قتل کیا جا چکا ہے۔ وہ ہماری نسل کشی کرنا چاہتے ہیں مگر ہم کبھی ہار نہیں مانیں گے''

نور (فلسطین) 17 سال

نور ان بچوں کی نمائندگی کرتی ہے جو متنازعہ علاقہ میں رہتے ہیں، وہ بچے جو بے روزگار ہیں اور امن کے حوالے سے بات چیت کرتے ہیں۔ جب میں 4 سال کی تھی تب میں نے رات کے پچھلے پہر پہلی دفعہ گولی چلنے کی آواز سنی۔ ہم تہہ خانے کی طرف بھاگے۔ کچھ دیر بعد جب ہم واپس آئے تو دیکھا کے دادی ماں کے کمرے میں ہر جگہ گولیوں کے سوراخ تھے۔ کچھ وقت پہلے جب ہم سکول میں کمرہ امتحان میں بیٹھے تھے، اچانک ہی آنسو گیس ہماری جماعت میں پھینکا گیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کے میری آنکھیں جل رہی ہیں اور مجھے سانس لینے میں بھی دشواری پیش آ رہی ہے۔ میں اور میری سہلیاں گھر کی طرف بھاگیں ،لیکن اسرائیل کے فوجیوں نے ہمیں روکا اور زبردستی واپس جانے کو کہا، میں بہت پریشان ہو گئی اور ڈر گئی، میں اپنے آپ کو بہت کمزار اور ناتواں محسوس کر رہی تھی۔ ہم نے ان کو بتایا کہ ہم معصوم بچے ہیں۔ آخرکار جب میں اپنے گھر پہنچی، میں بری طرح رونا شروع ہو گئی۔ میری دادی ماں نے قرآن کی تلاوت کی کہ میں سکون کر سکوں، اور مجھے پینے کے لیے زیتون کا تیل دیا۔ ان کی نصیحت کو میں اپنی تعلیم کے ساتھ لے کر چلی، اور میں اپنے سکول سے بہت پیار کرتی ہوں۔ نور فوجیوں کو پسند نہیں کرتی لیکن وہ یہ چاہتی ہے کہ اس کے لوگ اس قابل بنیں کہ وہ اسرائیل کے لوگوں کے ساتھ بالکل دوستانہ ماحول میں رہیں۔ ''ہمیں ان کے اور ان کو ہمارے ایمان کی عزت اور احترام کرنا چاہیے ہمیں ایک دوسرے کا بھی احترام کرنا چاہیے''۔

کِم 15 سال (زمبابوے)

کم اُن بچوں کی نمائندہ ہے جن کو تربیت دی گئی ہے کہ دوسرے بچوں کے حقوق کے لیے کام کر سکیں۔ خاص کر لڑکیوں کے مساوی حقوق کے لیے کام کر سکیں۔ جب کِم بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے پروگرام کی سفیر بنی تو اُس نے اپنے سکول میں بچوں کے حقوق کا کلب بنانے کی کوشش کی لیکن سکول کے ہیڈ ماسٹر نے اس کو اجازت نہ دی۔

کِم نے ہمت نہ چھوڑی اور آخرکار ہیڈ ماسٹر نے اُسے کلب بنانے کی اجازت دے دی۔ اب وہ ہزاروں بچوں کو اُن کے حقوق کے بارے میں آگاہی دے چکی ہے اور اس کی وجہ سے یہ بچے اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کرنے کے قابل ہو پائے ہیں جب میں بہت چھوٹی تھی تو مجھے معلوم نہ تھا کہ بچوں کے بھی حقوق ہوتے ہیں جب میں دیکھتی تھی کہ بچے سکول نہیں جا رہے ہے تو مجھے بڑا دکھ ہوتا تھا مجھے بچوں کے ساتھ کی جانے والی جنسی زیادتی، بچوں کی مار پیٹ اور بچپن کی شادی پر بہت غصہ آتا تھا۔ لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ ان بچوں کے لیے کیا کِیا جائے۔ اب چونکہ میں بچوں کے حقوق کی سفیر ہوں اور بچوں کے حقوق کے لیے بولنا اور اُن کے حقوق کا تحفظ کرنا میری ذمہ داری ہے۔ میں ایسے بچوں کی مدد کرتی ہوں جو ڈر کے مارے چپ رہتے ہیں یا جن میں بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی ہے۔ میں خاص کر لڑکیوں کے حقوق کے لیے کام کرتی ہوں۔ مثلاً بچپن کی شادی کو روکنا۔ اور لڑکیوں کو بتانا کہ تعلیم حاصل کرنا اُن کا حق ہے۔

شمعون (پاکستان) 16 سال

شمعون ان مزدور بچوں کی نمائندگی کرتا ہے، غلام بچوں اور ان بچوں کی جن کا کوئی وجود نہیں ہے، کیونکہ انکی پیدائش کا کہیں بھی اندراج نہیں ہوتا۔

شمعون اس خاندان میں پیدا ہوا جو کہ بھٹہ مالک کے قرضے کی وجہ سے اس کے غلام تھے جب اس کا باپ ایک لڑکا تھا۔ اس سے ایک سے صبح سے رات تک زبردستی کام کروایا جاتا تھا کہ وہ 6000 کا پرانا قرض اتار سکیں۔

شمعون کا باپ بھٹہ مزدوروں کے حقوق کے لیے جدوجہد کرتا تھا اور اس نے بھٹہ مزدوروں کے بچوں کے لیے ایک شام کا سکول کھول رکھا تھا۔ بھٹہ مالک کو یہ پسند نہیں تھا، اور شمعون کے باپ کو زبردستی چھوڑنے کو کہتا تھا۔ اگلی صبح اس نے شمعون اور اس کی ماں کو بلوایا۔ ماں نے مجھے بتایا کہ بھٹہ مالک تمہارے باپ کو مار دے گا اگر ہم نے اس کو بتایا کہ وہ کہاں ہے۔ بھٹہ مالک نے مجھے چھڑی سے مارا۔ تب مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ ہم اس کے غلام تھے۔

2 سال قبل بھٹہ مالک نے رضامندی ظاہر کی کہ وہ شمعون کے باپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہ واپس گھر آ جائے۔ شمعون کے گھر والے اب قرضے کے بوجھ تلے دبے نہیں ہیں لیکن وہ اب بھی بھٹہ پر کام کرتے ہیں ۔شمعون سکول جاتا ہے اور جب ہو سکتا ہے وہ کام میں بھی مدد کرتا ہے۔

''اب میں شام کا ایک سکول چلاتا ہوں جس میں بھٹہ مزدروں کے بچے اور جوان پڑھتے ہیں۔ تعلیم نے ان کو بہادر اور اس قابل بنایا کہ وہ اپنے گھر والوں کی مدد کر سکیں۔ تعلیم آزادی کا راستہ ہے''

بچوں کے حقوق کے سفیر ہوتے ہوئے میں فخر محسوس کرتی ہوں۔
بچوں کے حقوق کا محافظ ہونا میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے۔
اور مجھے پورا یقین ہے کہ ہم بچے تبدیلی ساز بچے بن کر دُنیا کو بدل دیں گے اور اس دُنیا کو بچوں کے لیے بہتر دُنیا بنا دیں گے۔

جیوری کے ممبر تاری اور میلاد بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کی تقریب میں جا رہے ہیں۔

میلاد (سیریا) 16 سال

میلادان بچوں کی نمائندگی کرتا ہے جو بے گھر اور جنگ کے خطرات میں بڑے ہوتے ہیں۔میلاد کوزبردستی جنگ سے بھگایا گیاجب وہ 9 سال کا تھا۔اس کو اپنے ایلپو،سیریا سے کوبائن اور پھرترکی لے جایا گیا۔''وہاں رہنا بہت مشکل تھا۔ہزاروں کی تعداد میں نئے ہجرت کرنے والے روزآتے ہیں اور وہاں بہت سارے بچے سڑکوں پر بھیک مانگتے ہیں۔میں ایک فیکٹری میں کام کرتا تھا۔کیونکہ وہاں کوئی سکول نہیں تھا'' دوسال کے بعد میلاد کی ماں نے کہا کہ مجھے یورپ جانا چاہیے تاکہ میں سکول جا سکوں۔بہت سے ہجرت کرنے والے میڈی ٹرنین کی طرف سفر کی تیاری کررہے تھے۔کشتی میں زیادہ افراد کے سوار ہونے کی وجہ سے ہزاروں لوگ ڈوب کرمر گئے گھر والوں نے پیسے بچا کر دلال کو دیئے۔سفر کے دوران وہ کئی دنوں کے لیے غائب ہو گئے۔گھر والے بہت پریشان ہوئے۔آخر کار جب اس اسمگلر سے رابطہ ہوا،اس نے میلاد کو چھوڑنے کے لیے اور پیسوں کا مطالبہ کیا۔اب میلاد اپنے گھر والوں کے ساتھ سویڈن میں رہتا ہے،جو بعد میں اس کے پاس آ گئے تھے۔وہ سویڈن میں بہت خوش ہے،لیکن وہ الیپو میں اپنے اچھے دوستوں کو بہت یاد کرتا ہے۔یہ بہت دکھ کی بات ہے،میلاد کہتا ہے کہ،میرے شہر کو بمباری کر کے تباہ کر دیا گیا۔میں بہت شکرگزار ہوں کہ میں ادھر آ گیا،اگر ہم سیریا میں ہوتے تو مارے جاتے۔''اب مجھے دوسروں کے لیے بہت پریشانی ہوتی ہے اور ہمیں صرف اپنے بارے میں ہی نہیں سوچنا چاہئے۔''

تاری (امریکہ) 15 سال

تاری ان بچوں کی نمائندگی کرتا ہے جو بے گھر ہیں۔

جب تاری 9 سال کا تھا،وہ ان 25 لاکھ بے گھر بچوں میں سے ایک تھا،جو امریکہ کے یتیم خانوں،کاروں اور گندے ہوٹلز جو گلیوں میں ہوتے ہیں وہاں رہتا تھا۔تاری کے گھر والے بھی یتیم خانے میں رہتے ہیں جہاں پر بے گھر لوگوں کو سونے کے لیے جگہ دی جاتی ہے،وہ وہاں اپنی ماں اور 5 چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ رہتا تھا۔یہ لاس اینجلیس کا بے گھر لوگوں کا علاقہ تھا،جہاں پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ گلیوں پر رہتے تھے۔''میرے گھر والوں کے پاس ایک کمرہ تھا لیکن نہانے کے لیے باتھ روم سب کیلئے ایک ہی تھا۔

بے گھر ہونے کی سب سے زیادہ تکلیف دہ بات تھی کہ جگہ جگہ جانے کی وجہ سے بار بار سکول تبدیل کرنا پڑتا تھا۔میں اپنے مستقبل کے بارے میں بہت فکرمند تھا،اور یہ سوچتا تھا کے اپنے گھر والوں کو بچانے کے لیے کیا مدد کر سکتا تھا۔بعض اوقات میرے لئے اس طرح رہنا بہت مشکل ہو جاتا تھا۔لیکن میری ماں ہمیشہ اپنے آپ پر بھروسہ رکھنے میں مدد دیتی تھی،اور خوش قسمتی سے مجھے سکول پسند تھا،حساب کا مضمون مجھے بہت خوش کرتا تھا۔''

اب تاری کے گھر والوں کے پاس اپنا گھر ہے۔بعض اوقات تاری اپنے سکول کے کام کے ذریعے ان بچوں کی مدد کرتا ہے جو ابھی تک بے گھر ہیں۔وہ بڑا ہو کر ایک مصنف بننا چاہتا ہے۔'' مجھے اپنی کہانیاں لکھنا پسند ہے۔اگر میں مصنف بننے میں کامیاب ہو جاتا ہوں تو سب سے پہلے اپنے گھر والوں کی اور پھر دوسرے بے گھر لوگوں کی مدد کروں گا۔''

نیتا 15 سال (نیپال)

نیتا ان بچوں کی نمائندگی کرتی ہے جن کا جنسی کاروبار کے ذریعے استحصال کیا جاتا ہے۔

جب نیتا 11 سال کی تھی،اپنی ایک دوست کی باتوں میں آ کر دونوں سکول سے بھاگ کر کھٹمنڈو کے دالخلافہ چلی گئیں۔وہاں انہوں نے منصوبہ بنایا تھا کہ نئی چیزیں دریافت کریں گے اور خوب مزہ کریں گے۔لیکن اس کے برعکس نیتا کو چند ایسے افراد کے ساتھ کھٹمنڈو میں چھوڑ دیا گیا جن کو وہ جانتی بھی نہیں تھی۔جہاں پر اس کو نشے اور بری طرح سے جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔وہ چیختی اور منتیں کرتی رہی کہ مجھے واپس گھر جانے دو مگر اس کو بار کے مالک نے مارا اور کمرے میں بند کر دیا۔آخر کار ایک آدمی جو بار میں کام کرتا تھا اس نے نیتا اور اس کے ساتھ تین اور لڑکیوں کو بھاگنے میں ان کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔درحقیقت وہ ان کو آگے بیچنا چاہتا تھا،لیکن جب وہ بس اسٹیشن کے پاس پہنچے،گارڈز کو شک ہوا۔انہوں نے پولیس کو اطلاع دی اور نیتا اور لڑکیوں کو واپس گھر لے گئے جو اس جسم فروشی کے کام کا شکار تھیں۔وہاں نیتا کو مدد ملی اور اس نے اس شخص کو پولیس کے حوالے کروایا۔وہ اب جیل میں ہے۔

نیتا کہتی ہے،''میں بہت شکرگزار ہوں کے مجھے زندگی نے دوبارہ موقع دیا۔اب میں بچوں کے حقوق کے کلب کی ممبر ہوں اور بچوں کے حقوق کے لیے مہم چلا رہی ہوں''

آنندی 15 سال (انڈیا)

آنندی اُن بچوں کی نمائندگی کرتی ہے جن کی جبری طور پر چھوٹی عمر میں شادی کر دی جاتی ہے۔اور ایسی لڑکیاں جن کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا ہے۔

جب آنندی چھوٹی تھی،اس کی ماں نے بتایا'' ہم تم کو مارنے کا پروگرام بنا رہے تھے،لیکن تم کو زندہ چھوڑ دیا۔ان کے گاؤں میں بہت ساری لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا تھا،غربت کی وجہ سے اوران کا یہ ماننا تھا کہ بیٹیوں کی قدر بیٹوں کی نسبت کم ہے۔لیکن اب بہت سارے گاؤں جو اس خطے میں واقع ہیں یہ لوگ مکمل طور پر اس روایات کے خلاف ہیں کہ بچیوں کو مار دیا جائے۔لڑکیوں کو سکول میں تعلیم کیلئے مدد دی جاتی ہے اوران کے والدین کو بھی پڑھایا جاتا ہے کہ تعلیم حاصل کر کے مدد کر سکیں۔آنندی کہتی ہے کہ'' اب وہ اس حقیقت کو جان گئے ہیں،کہ لڑکیاں ایک تحفہ ہیں نہ کہ ایک سزا۔لوگ اس بات کو کیوں نہیں سمجھتے ہیں کہ لڑکیاں بھی اتنی ہی قیمتی ہیں کہ وہ بھی اپنے گھر والوں کی اچھے طریقے سے دیکھ بھال کر سکتی ہیں۔جو ایک لڑکا بھی نہیں کر سکتا؟ میں ہر کام کرنے کے بارے میں سوچتی ہوں،میں سب کو یہ دیکھانا چاہتی ہوں کہ تمام لڑکیوں کو جینے کے پورے حقوق حاصل ہیں۔کم عمر میں شادی آنندی کے گاؤں میں عام سی بات ہے،لیکن وہ سوچتی ہے کہ جب تک وہ 25 سال کی نہیں ہو جاتی شادی نہیں کرے گی۔سب سے پہلے وہ اچھی تعلیم اور اچھی نوکری حاصل کرے گی۔میرے گھر والے کوشش کریں گے کہ میری شادی جلدی ہو،لیکن میں اپنے حق کے لیے لڑوں گی۔میرا شوہر شفقت کرنے والا اور گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانے والا ہو،میری تعلیم میرا زیور (جہیز) ہے،(پیسہ اور ضرورت کی چیزیں جو لڑکی کے گھر والے لڑکے والوں کو دیتے ہیں جہیز کہتے ہیں)۔میرے خاندان کو میری شادی پر زیور دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

داریو 13 سال (رومانیا)

داریو ایسے بچوں کی نمائندگی کرتا ہے جو یتیم خانوں میں رہتے ہیں اور جن کو استحصال کا نشان بنایا جاتا ہے،ایسے بچے جو خانہ بدوش یا پھر اپنے ملک میں اقلیت ہوتے ہیں داریو فیتاری میں بڑا ہوا جو یورپ کا سب سے غریب اور خطرناک علاقہ ہے۔وہ لکڑی کے بنائے گئے ڈبہ نما گھر میں رہتا ہے جو اُس کے باپ نے راستے کے ساتھ بنایا تھا۔جس میں نہ غسل خانہ ہے نہ پانی وغیرہ کی سہولت موجود ہے۔ان حالات میں بھی داریو کی ماں کوشش کرتی تھی کہ اُن کی زندگی اچھے طریقے سے گزرے اور جو بھی ہوسکتا تھا کرتی رہتی تھی۔لیکن اُس کے باپ نے حالات کی خرابی کے باعث شراب پینا شروع کردی اور جو بھی پیسے اُسکے ہاتھ لگتے وہ شراب میں اڑا دیتا۔

جب میں 9 سال کا ہوا تو میری ماں نے مجھے اور میری بہن کو گلیوں میں مانگنے کے لیے بھیج دیا۔

ایک دن ہمیں پولیس نے پکڑ لیا اور ہمیں یتیم خانہ لے گئے۔پہلے پہلے تو یہ بہت عجیب لگا کیونکہ سب کچھ مختلف تھا۔ہم اپنی ماں کو یاد کرتے تھے اور ہر روز روتے تھے۔لیکن کچھ دن کے بعد بچے ہمارے دوست بن گئے اور ہم نے اچھا محسوس کرنا شروع کر دیا۔داریو کی طرح بہت سے بچے خانہ بدوش خاندانوں سے آتے ہیں۔

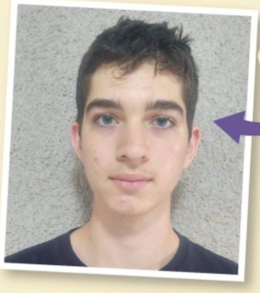

شائی

یہ خانہ بدوش یورپ میں سینکڑوں سالوں سے استحصال ،غربت اورظلم کا شکار ہوتے آئے ہیں۔

’’میں بچوں کے حقوق کے بارے میں بہت کچھ سیکھنا اور میں یہ بھی سیکھنا چاہتا ہوں کہ میں دوسرے بچوں کی مدد کیسے کرسکتا ہوں جو میری طرح بُرے حالات میں زندگی گزار رہے ہیں میں چاہتا ہوں کہ میں سارا کچرا صاف کردوں ،سارے نشے بند کردوں اور اپنے علاقہ کو پاک صاف کر دوں تا کہ یہاں لوگ لڑائی جھگڑا چھوڑ کر امن کی زندگی گزاریں اور کسی کو یتیم خانہ میں نہ رہنا پڑئے بلکہ سب بچے اپنے والدین کے ساتھ اپنے گھر میں رہیں۔

انیلڈا 15 سال (موزمبیق)

انیلڈا ایسے بچوں کی نمائندہ ہے جن پر اُن کے رشتہ دار ظلم کرتے ہیں۔اور اُن کو خاموش رہنے کے لیے مجبور کرتے ہیں۔انیلڈا کے لیے مشکلات اس وقت شروع ہوئیں جب اُس کے والدین الگ الگ ہو گئے اور اس کی ماں نوکری کی تلاش میں کسی دوسرے ملک چلی گئی۔’’مجھے اور میرے بھائی کو اپنے نانا کے گھر رہنا پڑا اور میری ماں ہمارے لیے پیسے اور کپڑے بھیجتی تھی۔ہماری نانی یہ کپڑے اپنے دوسرے پوتوں کو دے دیتی تھی‘‘اس صورت حال سے تنگ ہو کر انیلڈا اور اُس کے دوسرے بہن بھائی اپنے دادا کے گھر چلے گئے اور اُنہوں نے سوچا کہ شاہد یہاں معاملات بہتر ہو جائیں۔شروع شروع میں سب بہت اچھا تھا۔انیلڈا کو کھانا ملتا تھا۔کپڑے ملتے تھے اور وہ سکول جانا شروع ہو گئی تھی۔لیکن جب اُس کی عمر 9 سال ہوئی تو کچھ ایسا ہوا کہ سب کچھ تبدیل ہو گیا۔جب بھی انیلڈا گھر پر اکیلی ہوتی اُس کا رشتہ دار آتا اور اُس کو تنگ کرتا اور اُس سے ذیادتی کرتا

انیلڈا نے یہ کسی کو نہ بتایا کیونکہ وہ شخص اس کو ڈراتا دھمکاتا تھا کہ وہ اس کو جان سے ماردے گا۔آخر کار اُس کو ہمت کرنا پڑی اور اُس نے یہ سب کچھ کسی کو بتانے کا پکا ارادہ کرلیا۔اس طرح وہ اس بڑی مشکل سے نکل پائی۔اب انیلڈا بچوں کے حقوق کی سفیر ہے اور ایسے تمام بچوں کے لیے آواز بلند کرتی ہے جن کو اس جیسی مشکلات کا سامنا ہو۔اُس نے اپنے ملک میں ایسے استاتذہ کے خلاف احتجاج کیا ہے جو بچوں کو مارتے ہیں۔اُس نے چھوٹی عمر میں شادی کے خلاف شدید احتجاج کیا ہے۔بہت سی بچیاں سوچتی ہیں کہ شاہد چھوٹی عمر میں شادی کر کے وہ بچ جائیں گی لیکن اصل میں ان کی زندگی عذاب بن جاتی ہے کیونکہ اُن کی اچھی زندگی کے سب خواب ٹوٹ جاتے ہیں۔اور زندگی بھیانک ہو جاتی ہے۔ہر لڑکی کو یہ بات جان لینی چاہیے۔

میں دوسری لڑکیوں سے اپنی زندگی کے اچھے اور بُرے تمام تجربات کی بات کر کے اُن کو ہمت دیتی ہوں کہ وہ اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کریں۔

این 15 سال (فلپائن)

این ایسے بچوں کی نمائندگی کرتی ہے جن کو بچپن میں جنسی دھندے کا شکار بنایا جاتا ہے۔

این فلپائن ملک کے شہر منیلا میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئی یہ اپنے بہن بھائیوں میں آخری اور ساتویں نمبر پر ہے۔اُس کو سکول سے بہت پیار تھا لیکن اُس کو پتہ تھا کہ دوسرے بہن بھائیوں کی طرح اس کو بھی اُس وقت سکول چھوڑنا پڑے گا جب سکول کی فیس دینے کے لیے پیسے نہ ہوں گے۔

جب این 11 سال کی تھی تو اس کے پڑوس میں رہنے والی ایک عورت نے اس کو اپنے گھر بلایا۔یہ عورت این کی بڑی بہن کی دوست تھی۔اس عورت نے این کے کپڑے اتار کر اس کی تصویر بنائی،این کو اصل بات کی سمجھ نہیں آئی۔

اصل میں اُس عورت نے این کی ماں کو پیسے دینے تھے۔اور این کی ماں نے یہ نہیں پوچھا کہ پیسے کہاں سے آئے ہیں۔این نے یہ بات اپنی ماں کو بتائی تو وہ کچھ غصہ ہو گئی لیکن خاندان کے دوسرے افراد نے ماں کو کہا کہ وہ لڑائی نہ کرئے۔اُن نے سوچا کہ شاہد وہ عورت پیسے واپس نہ مانگ لے۔رقم پہلے ہی کھانے پینے پر خرچ کر دی گئی تھی۔کچھ دنوں بعد پھر سے ایسا ہی ہوا،اس وقت دو اور لوگ بھی موجود تھے ان میں سے ایک غیر ملکی تھا۔این اُن کو تصویریں بنانے سے روک نہ سکی۔اصل میں وہ سمجھ ہی نہ سکی کہ وہ عورت تو این کو فحش کاموں کے لیے بیچنا چاہتی ہے۔

ایک دن وہ عورت این اور کچھ اور بچوں کو ایک ہوٹل میں لے گئی جہاں وہ ان کو بڑے مردوں کے ہاتھ رات گزارنے کے لیے بیچنے آئی تھی۔اس سے پہلے کے کچھ غلط ہوتا وہاں پولیس آگئی پولیس پہلے ہی اس عورت کا تعاقب کر رہی تھی۔اس عورت کو اور اُن مردوں کو جیل میں بند کر دیا گیا۔این اب بچوں کے لیے بنائے گئے ایک محفوظ مقام پر رہتی ہے۔

’’میں اپنے خاندان کو خط لکھتی ہوں اور اُن کو نئی جگہ کے بارے میں بتاتی ہوں۔یہاں میرے بہت سے دوست ہیں اور میں سکول جاتی ہوں۔اب میں جانتی ہوں کہ جو کچھ میرے ساتھ ہوا وہ میرے حقوق کی خلاف ورزی تھی۔اس میں میرا کوئی قصور نہ تھا۔اب میں دوسری لڑکیوں کی مدد کرنا چاہتی ہوں‘‘

شائی 15 سال (اسرائیل)

شائی ایسے بچوں کا نمائندہ ہے جو متنازعہ علاقوں میں پیدا ہوتے ہیں اور جو امن اور شانتی کے لیے کوشش کرتے ہیں میں آٹھ سال کا تھا جب لوگ معاشرتی انصاف کیلئے مظاہرے کر رہے تھے جن میں میرا خاندان بھی شامل تھا۔اِن تجربات نے میری زندگی کو پوری طرح بدل دیا ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ ایک 12 سال کا بچہ یہ یقین رکھتا ہے کہ ہم بچے دُنیا کو پر امن بنا سکتے ہیں۔یہ بچہ میں خود ہوں پہلی اور دوسری جماعت میں تھا اور میرے ساتھ غنڈہ گردی کی گئی جس نے میرا حوصلہ بڑھایا اور چوتھی جماعت میں پھر مجھے تنگ کیا گا لیکن اس دفعہ میں نے اپنا دفاع کیا کیونکہ میں کراٹے سیکھ چکا تھا۔اس تجربے سے میں نے خود پر قابو پانا سیکھا۔اور میں نے اپنے غصہ کو کنٹرول کرنا سیکھا۔میں جس طرح زخمی ہوا میں نہیں چاہتا کہ کسی بچے کو اس طرح زخمی حالت میں دیکھو۔تیسری جماعت تک میری سوچ یہ تھی کہ یہودی اچھے ہیں اور عربی لوگ برے ہیں۔لیکن جب میں نے یہ بات اپنی ماں کو بتائی تو اس نے نقشہ نکال کر مجھے دیکھایا اور بتایا کے اصل مسئلہ کیا ہے۔اس لمحہ میں نے سیکھا کے کوئی اچھا یا برا نہیں ہوتا۔یہ دو مختلف سوچیں ہوتی ہیں۔یا یہ ایک دوسرے کے بارے میں سوچنے کا انداز ہوتا ہے۔اب میں دوسرے بچوں کو بتانے کی کوشش کرتا ہوں کے کوئی طرف بری نہیں ہوتی اور کوئی طرف اچھی نہیں ہوتی۔ہمیں اختلافات ختم کرنے چاہیں ایسا کرنے سے لڑائی ختم ہو سکتی ہے۔

میں بھول نہیں سکتا کہ میں ایک متنازعہ علاقہ میں رہتا ہوں میرے اردگرد کے لوگ ہر وقت مشکل حالات سے گزر رہے ہوتے ہیں۔میں سوچتا ہوں کہ ہمیں امن کا راستہ تلاش کرنا چاہیے اور جنگ کو ختم کرنا چاہیے۔’’میرے خیالات بہت سادہ ہیں ہم بہت کچھ نہیں کر پا رہے ہوتے دونوں اطراف کے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اصل مقصد امن پیدا کرنا ہے‘‘۔

جیوری کے بچے سیبستھو ،این ،نیتا اور کِم میری فرینڈ شہر میں گروپ ہولم محل کے سامنے

سیستھو کی ملکہ سے ملاقات

سیستھو کی عمر 14 سال ہے اور وہ ساؤتھ افریکہ کے شہر کیپ ٹاؤن سے باہر ایک بستی میں رہتی ہے جس کا نام خیلیشا ہے۔ اس بستی میں بڑی غربت ہے۔ یہاں تشدد کے واقعات بہت زیادہ ہیں اور علاقہ جرائم پیشہ افراد سے بھرا پڑا ہے۔ اور سیستھو جو خود بہری ہے اُسے بڑے دھیان سے رہنا پڑتا ہے۔ جب اس کو بچے تنگ کرتے تھے اور اُسے گلیوں میں گزرتے ہوئے غلط اشارے کرتے تھے تو وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ ایک دن بچوں کی جیوری کی ممبر بن پائے گی۔ یا پھر وہ سویڈن کی ملکہ سے مل پائے گی۔ جیوری میں سیستھو اِن بچوں کی نمائندگی کرتی ہے جو بہرے ہیں یا جو کسی معذوری کا شکار ہیں۔

میں ایک چھوٹے سے قصبے میں پیدا ہوئی۔ اور جب میں 6 سال کی ہوئی تو ہم خیلیشا آ گئے کیونکہ میرے والدین کو روزگار کی ضرورت تھی۔ ایک دن جب ہم اپنے چھوٹے سے گھر میں ٹیلی ویژن پر فٹبال میچ دیکھ رہے تھے تو باہر کچھ لوگ آئے جنہوں نے نشہ کیا ہوا تھا شور کرنے لگے۔ میرے والد نے ان کو روکا انہوں نے میرے والد کو گولی مار کر موت کے گاٹ اتار دیا۔ جب میری عمر 9 سال تھی میری ماں بیمار ہوئی اور وہ بھی فوت ہو گی۔ تب سے لے کر میں اپنی دادی کے ساتھ رہ رہی ہوں ہمارے پاس ایک چھوٹا سا گھر ہے اس گھر کے اندر واش روم نہیں ہے لیکن یہ گھر خیلیشا میں بہت سے گھروں سے بہتر ہے۔

تنگ کیا جاتا تھا

میں چونکہ سن نہیں سکتی اس لیے میرے بچپن میں سارے بچے مجھے بہت تنگ کرتے تھے۔ وہ میرے اشاروں سے بات کرنے کو بالکل اہمیت نہ دیتے تھے۔ وہ میری طرف دیکھ کر عجیب سی حرکات کرتے تھے میں بہری ہوں لیکن پاگل تو نہیں ہوں یا نہ سمجھ تو نہیں ہوں۔ مجھے کوئی شرمندگی نہ ہے اور میں جیسی بھی ہوں مجھے خود پر فخر ہے۔ اُمید ہے کہ آنے والے وقت میں ہم بہرے بچوں کیلئے حالات بہتر ہو جائیں گے اور ہم ٹھیک بچوں کے ساتھ ملکر رہ سکیں گے اور اُن کو اپنی بات سمجھا پائیں گے وہ بھی ہمیں سمجھنے کے قابل ہو جائیں گے۔

6:30 سکول کی بس مجھے لینے کے لیے آتی ہے عام بس میں سفر کرنا یا اترنا چڑھنا بہرے بچوں کے لیے بہت خطرناک ہو سکتا ہے۔

ٹیکسی پر سفر خطرناک ہو سکتا ہے۔

میں اپنا سارا وقت یا تو سکول میں یا پھر گھر گزارتی ہوں۔ باہر رہنا میرے لیے مشکل پیدا کر سکتا ہے کیونکہ میں تو بول بھی نہیں سکتی میری سکول بس ہر روز مجھے لینے کے لیے آتی ہے۔ ٹیکسی پر سفر میرے لیے اچھا نہیں ہے۔ پچھلے سال میری ایک دوست کو ٹیکسی ڈرائیور کہیں لے گیا تھا۔ جب وہ سکول واپس پہنچی تو اُس نے بتایا کہ ٹیکسی ڈرائیور نے اُس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اس کے علاوہ بھی ٹیکسی ڈرائیور بہت سے مسائل پیدا کرتے ہیں اور لڑتے جھگڑتے بھی ہیں

برابری کے حقوق

اپنے سکول میں ہم نے گلوب کے ذریعے بچوں کے حقوق کے بارے میں سیکھا ہے اور میں بچوں کو اُن کے حقوق کے بارے میں بتاتی ہوں۔ میں سب کو دکھانا چاہتی ہوں کہ میں سب کے برابر ہوں اور اُسی طرح اہم بھی ہوں۔

5:30 میں صبح جلدی اٹھتی ہوں اور تیار ہو جاتی ہوں، میری دادی میرے لیے دلیہ بناتی ہے۔

جیسے دوسرے بچے جو سن سکتے ہیں اور ہمارے حقوق بھی اُن کے برابر ہیں۔
جب ہمیں مساوی مواقع نہیں ملتے تو ہم خود کو کمزور سمجھتے ہیں۔
''اب میں بچوں کے حقوق کی جیوری کی ممبر ہوں میں جیوری کے دوسرے ممبرز کو ملنے اور بچوں کے حقوق کے ہیروز کو ملنے سویڈن جاتی ہوں بچوں کی جیوری کے ممبر ہونے کی وجہ سے ہم انعام کی تقریب سویڈن کے شہر میری فرنڈ کے محل کرپس ہولم میں جاتے ہیں۔
تقریب کے دوران میری فلم دکھائی گئی جس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔

8:00 میرا پسندیدہ وقت وہ ہے جب میں سکول جاتی ہوں۔
سکول میں میرے تمام دوست اشاروں کی زبان میں بات کرتے ہیں۔

17:00 جب میں سکول سے واپس گھر آتی ہوں، میں کھانا کھاتی ہوں اور دادی کے کپڑے دھلانے میں مدد کرتی ہوں۔

میں سکول سے پیار کرتا ہوں!
اور ادھر ہم اپنی محبت کے اظہار کا نشان بنا رہے ہیں

21:00 میں اور دادی سونے کی تیاری کرتے ہیں۔ ہم دونوں ایک ہی بیڈ پر سوتے ہیں۔ مجھے دادی ماں بہت پسند ہے اور اُس کے ساتھ لپٹ کر سونا مجھے اچھا لگتا ہے۔ میرے لیے دادی ایک تحفہ ہے۔ میرا تحفہ!

12:00 ہم کھیلنا اور مشق کرنا، بہت پسند کرتے ہیں۔

سویڈن کی ملکہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے
مجھے چنا گیا کہ میں سویڈن کی عزت مآب
ملکہ سلویا کو شکریہ کے پھولوں کا گلدستہ پیش کروں۔

سیسیتھیو کے متعلق اس فائل میں دیکھیں
worldschildrensprize.org/sesethu

بچے کے حقوق کا جشن منائیں

Celebrate of Child's Rights

Celebrate Right the infant

Celebrate of the crianca

بچوں کے حقوق کے لیے ہونے والی UN کنونشن آپ سمیت ان تمام بچوں پر لاگو ہوتی ہے جو 18 سال سے کم عمر ہیں ۔سوائے امریکہ کے باقی تمام ممالک نے اس کنونشن کو تسلیم کیا ہے ۔اس کا یہ مطلب ہے کہ ان ممالک نے بچوں کے حقوق کو اولین ترجیح دی ہے اور بچوں کی آواز کو سننے کے لیے تیار ہیں۔

کنونشن کے بنیادی اصول

☆ تمام بچے برابر ہیں اور ان کے حقوق بھی یکساں ہیں۔

☆ ہر بچے (لڑکا یا لڑکی) کا یہ اولین حق ہے کہ اس کی تمام بنیادی ضروریات لازمی طور پر پوری کی جائیں۔

☆ ہر بچے کا یہ حق ہے کہ اسے ظلم اور استحصال سے بچایا جائے۔

☆ ہر بچے (لڑکا یا لڑکی) کا یہ حق ہے کہ اس کی رائے کا احترام کیا جائے۔

کنونشن کیا ہے؟

کنونشن ایک بین الاقوامی معاہدہ ہے جو تمام ممالک کے درمیان طے پایا ہے۔ بچوں کے حقوق کی کنونشن UN کے ان 6 کنونشن میں سے ایک ہے جو انسانی حقوق سے متعلق ہے۔

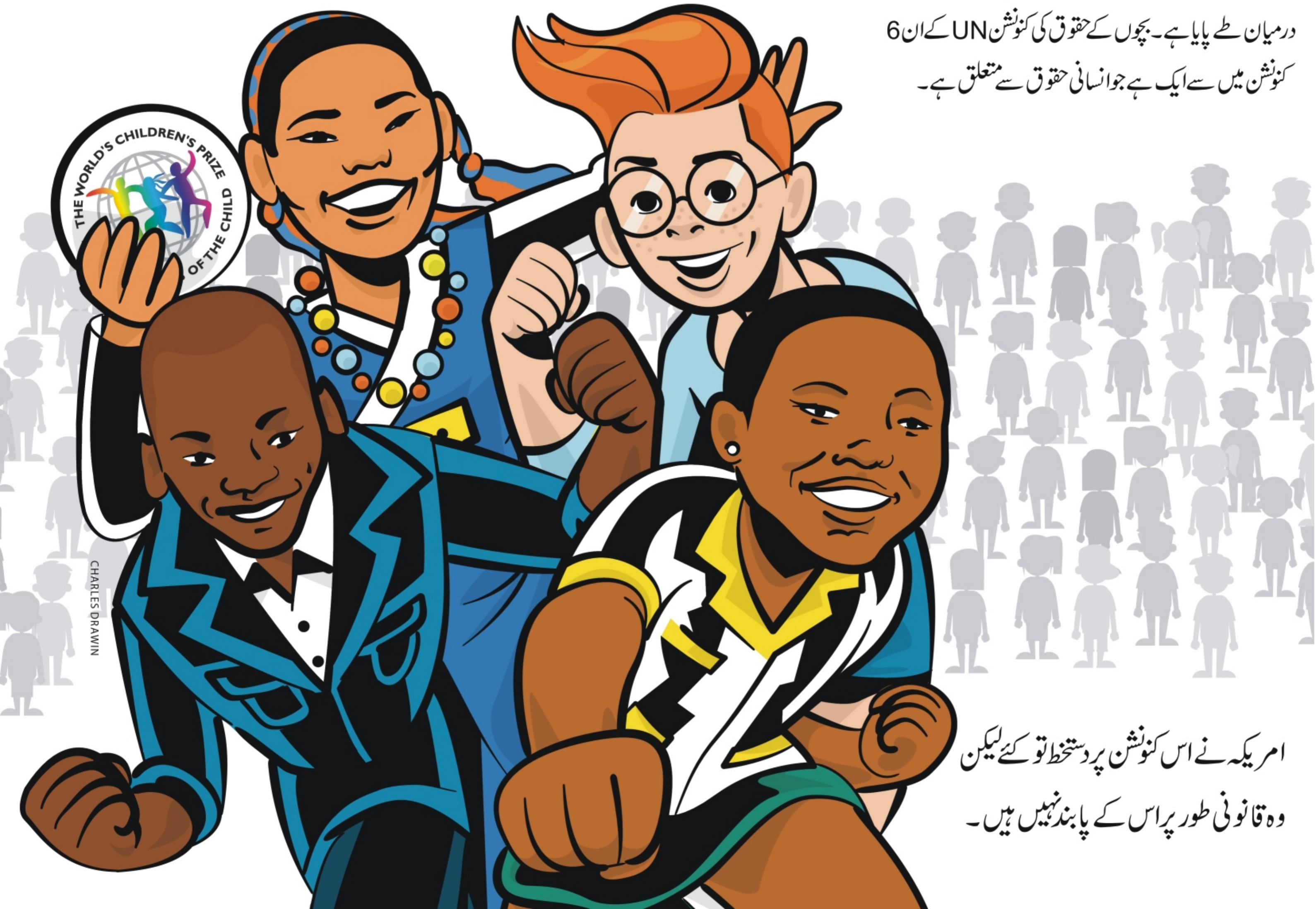

امریکہ نے اس کنونشن پر دستخط تو کئے لیکن وہ قانونی طور پر اس کے پابند نہیں ہیں۔

UN کنونشن نے بچوں کے حقوق کے لیے ایک طویل قانون سازی کی ہے جو تمام ممالک کے بچوں کے لیے ہے اُن کی کچھ تفصیلات درج ذیل ہیں۔

شق 1

یہ حقوق دُنیا کے بچوں پر لاگو ہوتے ہیں جن کی عمر 18 سال سے کم ہے۔

شق 2

تمام بچوں کے حقوق برابر ہیں۔ تمام بچوں کے حقوق یکساں ہیں اور ان کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیے۔ کسی کو اختیار نہیں کہ وہ کسی بچے کو اس کے وجود، رنگ، نسل، زبان، مذہب یا اختلاف رائے کی وجہ سے حقارت کا نشانہ بنائیں۔

شق 3

جب بھی کوئی ایسا فیصلہ کریں جو بچوں کے مفادات کے متعلق ہے تو یاد رہے کہ بچوں کی رائے لازمی لی جائے۔

شق 6

ہر بچے کو بہتر زندگی اور نشوونما کا حق حاصل ہے۔

شق 7

ہر بچے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کوئی بھی نام یا شہریت رکھ سکتا ہے۔

شق 9

ہر بچے کو یہ حق ہے کہ وہ جب تک چاہے اپنے والدین کے ساتھ رہ سکتا ہے۔

بچے کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ اس کے والدین اسکی اچھی پرورش کریں (اگر ممکن ہو)۔

شق 12-15

ہر بچے کو اپنے خیالات کے اظہار کا حق حاصل ہے۔ وہ چاہے گھر میں ہو یا سکول میں یا کسی بھی جگہ اس کو پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ اپنے سے متعلق کسی بھی فیصلہ یا رائے دہی میں اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہے۔

شق 18

ہر بچے کے والدین کے لیے یہ لازم ہے کہ اپنے بچے کی نشوونما اور بڑھوتری کیلئے مل جل کر کام کریں۔ وہ ہمیشہ بچے کے مفاد کو مقدم رکھیں۔

شق 19

ہر بچے کا حق ہے کے اس کو ہر طرح کے تشدد، حقارت، ظلم اور بدسلوکی سے محفوظ رکھا جائے۔
بچے کا کسی بھی طرح سے استحصال نہ کیا جائے (والدین یا کسی اور کی طرف سے)

شق 20-21

ہر بچے کا حق ہے کہ اگر اس کا کوئی خاندان نہیں تو بھی اس کی پہچان کی حفاظت کی جائے۔

شق 22

اگر کسی بچے کو اپنا ملک چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے جس بھی نئے ملک میں وہ بچہ جائے گا تو اس کو اسی ملک کے قانون کے مطابق مقامی بچوں کے تمام حقوق برابری کے ساتھ دیے جائیں گے

شق 23

ہر بچے کو ایک بہتر زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔ اگر کوئی بچہ معذور ہے تو اسے دوسرے بچوں کی نسبت زیادہ مدد اور وسائل مہیا کیے جائے۔

شق 24

اگر کوئی بچہ بیمار ہو تو اسے مکمل اور میسر علاج کا حق حاصل ہے۔

شق 28-29

ہر بچے کو سکول جانے اور تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا حق ہے تا کہ وہ انسانی حقوق اور دوسروں کی ثقافت کی عزت کرنا سیکھ سکیں۔

شق 30

ہر بچے کے عقیدے اور نظریات کا احترام ہونا چاہیے اگر کوئی بچہ کسی ملک میں اقلیت ہو تو اسے حق حاصل ہے کہ وہ اپنی زبان، ثقافت اور مذہب کی پیروی کر سکے۔

شق 31

آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ کھیلیں، آرام کریں اور وقت گزارے اور آپ کو صحت مند ماحول میں رہنے کا حق ہے۔

شق 32

ہر بچے کو یہ حق حاصل ہے کہ اس سے کوئی بھی ایسی مشقت نہ لی جائے جس کے باعث اِس کی تعلیم یا صحت کا نقصان ہو۔

شق 34

کسی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ کسی بچے کو غیر اخلاقی یا غیر قانونی کرنے پر زبردستی مجبور کرے۔ اگر کسی بچے کے ساتھ بدسلوکی کی جائے تو اس کی حفاظت اور مدد کی جائے۔

شق 35

کسی بچے کو اغوا یا فروخت نہ کیا جائے۔

شق 37

کسی بچے کو ایسی سزا نہ دی جائے جو جسمانی یا ذہنی تشدد کے زمرے میں آتی ہو۔

شق 38

کسی بچے کو بھی کم عمری میں فوج یا کسی بھی تنازع کا حصہ نہ بنایا جائے۔

شق 42

تمام بچوں اور بالغوں کو اس کنونشن کے بارے میں اگاہی حاصل ہونی چاہیے ہر بچے کو اپنے حقوق کے بارے میں سیکھنے اور جاننے کا حق حاصل ہے۔

بچے کے حقوق سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے یا ان سے متعلق شکایات کے اندراج کے لیے مندرجہ ذیل ویب سائیٹ وزٹ کریں www.worldschildrensprize.org

بچوں کے حقوق کا 30 سالہ جشن منائیں
20 نومبر 2019 میں UN نے بچوں کے حقوق کی 30 ویں سالگرہ منائی۔
اور 1989 میں UN نے بچوں کے حقوق کی کنونشن کا آغاز کیا تھا۔

شکایت کرنے کیلئے

ایسے بچے جن کے حقوق کے خلاف ورزی ہوئی ہو وہ اپنی شکایات براہِ راست اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کی کمیٹی میں بھیج سکتے ہیں اگر ان کے ملک میں کوئی اُن کی مدد نہ کر رہا ہو۔ اقوام متحدہ کے اس احسن قدم کے لیے اُس کا شکریہ۔ اس لیے جن ممالک نے اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کو تسلیم کیا ہے اُن ممالک کے بچوں کیلئے بہترین موقع ہے کہ وہ بچوں کے حقوق کے احترام اور بچوں کے حقوق کے قوانین پر عمل درآمد کیلئے اپنی آواز اٹھائیں۔

UN کنونشن نے بچوں کے حقوق کے لیے ایک طویل قانون سازی کی ہے جو تمام ممالک کے بچوں کے لیے ہے اُن کی کچھ تفصیلات درج ذیل ہیں۔

شق 1
یہ حقوق دُنیا کے بچوں پر لاگو ہوتے ہیں جن کی عمر 18 سال سے کم ہے۔

شق 2
تمام بچوں کے حقوق برابر ہیں۔ تمام بچوں کے حقوق یکساں ہیں اوران کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیے۔ کسی کو اختیار نہیں کہ وہ کسی بچے کو اس کے وجود، رنگ، نسل، زبان، مذہب یا اختلاف رائے کی وجہ سے حقارت کا نشانہ بنائیں۔

شق 3
جب بھی کوئی ایسا فیصلہ کریں جو بچوں کے مفادات کے متعلق ہے تو یادر ہے کہ بچوں کی رائے لازمی لی جائے۔

شق 6
ہر بچے کو بہتر زندگی اور نشو ونما کا حق حاصل ہے۔

شق 7
ہر بچے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کوئی بھی نام یا شہریت رکھ سکتا ہے۔

شق 9
ہر بچے کو یہ حق ہے کے وہ جب تک چاہیے اپنے والدین کے ساتھ رہ سکتا ہے۔
بچے کو یہ حق بھی حاصل ہے کے اس کے والدین اسکی اچھی پرورش کریں (اگر ممکن ہو)۔

شق 12-15
ہر بچے کو اپنے خیالات کے اظہار کا حق حاصل ہے۔ وہ چاہے گھر میں ہو یا سکول میں یا کسی بھی جگہ اس کو
پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ اپنے سے متعلق کسی بھی فیصلہ یا رائے دہی میں اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہے۔

شق 18
ہر بچے کے والدین کے لیے یہ لازم ہے کہ اپنے بچے کی نشو ونما اور بڑھوتری کیلئے مل جل کر کام کریں۔ وہ ہمیشہ بچے کے مفاد کو مقدم رکھیں۔

شق 19
ہر بچے کا حق ہے کے اس کو ہر طرح کے تشدد، حقارت، ظلم اور بدسلوکی سے محفوظ رکھا جاے۔
بچے کا کسی بھی طرح سے استحصال نہ کیا جائے (والدین یا کسی اور کی طرف سے)

شق 20-21
ہر بچے کا حق ہے کہ اگر اس کا کوئی خاندان نہیں تو بھی اس کی پہچان کی حفاظت کی جائے۔

شق 22
اگر کسی بچے کو اپنا ملک چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے جس بھی نئے ملک میں وہ بچہ جائے گا تو اس کو اسی ملک کے قانون کے مطابق مقامی بچوں کے تمام حقوق برابری کے ساتھ دیے جائیں گے

شق 23
ہر بچے کو ایک بہتر زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔ اگر کوئی بچہ معذور ہے تو اسے دوسرے بچوں کی نسبت زیادہ مدد اور وسائل مہیاء کیے جائے۔

شق 24
اگر کوئی بچہ بیمار ہو تو اسے مکمل اور میسر علاج کا حق حاصل ہے۔

شق 28-29
ہر بچے کو سکول جانے اور تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا حق ہے تا کہ وہ انسانی حقوق اور دوسروں کی ثقافت کی عزت کرنا سیکھ سکیں۔

شق 30
ہر بچے کے عقیدے اور نظریات کا احترام ہونا چاہیے اگر کوئی بچہ کسی ملک میں اقلیت ہو تو اسے حق حاصل ہے کہ وہ اپنی زبان، ثقافت اور مذہب کی پیروی کر سکے۔

شق 31
آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ کھیلیں، آرام کریں اور وقت گزارے اور آپ کو صحت مند ماحول میں رہنے کا حق ہے۔

شق 32
ہر بچے کو یہ حق حاصل ہے کہ اس سے کوئی بھی ایسی مشقت نہ لی جائے جس کے باعث اِس کی تعلیم یا صحت کا نقصان ہو۔

شق 34
کسی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ کسی بچے کو غیر اخلاقی یا غیر قانونی کرنے پر زبردستی مجبور کرے۔ اگر کسی بچے کے ساتھ بدسلوکی کی جائے تو اس کی حفاظت اور مدد کی جائے۔

شق 35
کسی بچے کو اغوا یا فروخت نہ کیا جائے۔

شق 37
کسی بچے کو ایسی سزا نہ دی جائے جو جسمانی یا ذہنی تشدد کے زمرے میں آتی ہو۔

شق 38
کسی بچے کو بھی کم عمری میں فوج یا کسی بھی تنازع کا حصہ نہ بنایا جائے۔

شق 42
تمام بچوں اور بالغوں کو اس کنونشن کے بارے میں اگاہی حاصل ہونی چاہیے ہر بچے کو اپنے حقوق کے بارے میں سیکھنے اور جاننے کا حق حاصل ہے۔

بچے کے حقوق سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے
یا ان سے متعلق شکایات کے اندراج کے لیے مندرجہ ذیل ویب
سائیٹ وزٹ کریں www.worldschildrensprize.org

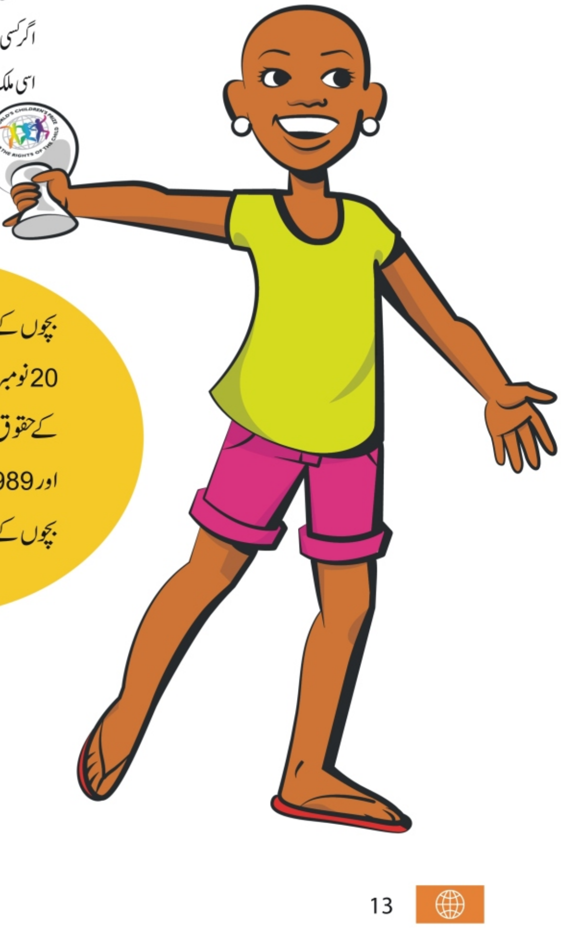

بچوں کے حقوق کا 30 سالہ جشن منائیں
20 نومبر 2019 میں UN نے بچوں
کے حقوق کی 30 ویں سالگرہ منائی۔
اور 1989 میں UN نے
بچوں کے حقوق کی کنونشن کا آغاز کیا تھا۔

شکایت کرنے کیلیئے

ایسے بچے جن کے حقوق کے خلاف ورزی ہوئی ہو وہ اپنی شکایات براہِ راست اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کی کمیٹی میں بھیج سکتے ہیں اگر اُن کے ملک میں کوئی اُن کی مدد نہ کر رہا ہو۔ اقوامِ متحدہ کے اس احسن قدم کے لیے اُس کا شکریہ۔ اس لیے جن ممالک نے اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کو تسلیم کیا ہے اُن ممالک کے بچوں کیلیئے بہترین موقع ہے کہ وہ بچوں کے حقوق کے احترام اور بچوں کے حقوق کے قوانین پر عمل درآمد کیلیئے اپنی آواز اٹھائیں۔

دُنیا میں بچوں کے حالات کیسے ہیں؟

زندہ رہنے اور ترقی کرنے کا حق

آپ کا حق ہے کہ آپ زندہ رہیں اور ترقی کرتے رہیں۔ اچھی صحت اور بیمار ہونے کی صورت میں علاج ومعالجہ آپ کا حق ہے۔ کھانے کی کمی، صاف پانی اور صاف ستھرا ماحول نہ ہونے سے بچوں کی صحت پر اثر پڑتا ہے۔ دس لاکھ بچے پیدائش کے وقت یا اس کے 24 گھنٹے کے اندر موت کا شکار ہو جاتے ہیں جس کی بڑی وجہ زچہ و بچہ کیلئے سہولتوں کا نہ ہونا ہے۔ دنیا بھر کے 7 میں سے ایک بچے کو پانچ سال کی عمر تک غذائی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس سے اُن کی پوری زندگی متاثر ہوتی ہے۔ بہت سارے بچے 5 سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں تقریباً 15000 ہزار بچے ایک دن میں مر جاتے ہیں۔

غریب ممالک میں بہت سارے بچے ایسی معمولی بیماریوں سے مر جاتے ہیں جن کا علاج ممکن ہے۔ جیسا کہ نمونیا، پیچس اور ایڈز وغیرہ ہر سال ملیریا سے 5 لاکھ سے زیادہ بچے مر جاتے ہیں۔

ملریا میں مبتلا 10 میں سے صرف 5 بچوں کو علاج کی سہولت میسر ہوتی ہے۔ اور غریب ممالک میں 10 میں سے صرف 5 بچوں کو سونے کے لیے مچھر سے بچاؤ کے لیے جالی مل جاتی ہے۔ لیکن اب بہت کچھ بدل رہا ہے 1990 سے لے کر اب تک چھوٹے بچوں کی اموات میں کمی آئی ہے۔

نام اور قومیت

جس دن آپ پیدا ہوتے ہیں آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ کا نام رکھا جائے اور جس ملک کے آپ شہری ہیں وہاں آپ کا باقاعدہ اندراج کیا جائے۔

ہر سال تقریباً 14 کروڑ بچے پیدا ہوتے ہیں 4 کروڑ 80 لاکھ کے قریب بچوں کا اندراج نہیں ہوتا ان کا وہاں رہنے کا کوئی بھی کاغذی ثبوت نہیں ہوتا!

معذوری کا شکار بچے

اگر آپ معذور ہیں تو آپ کو بھی وہ ہی حقوق حاصل ہیں کہ آپ امداد لے کر معاشرے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جو بچے معذور ہیں ان کو پوری دنیا میں خطرناک مشکلات کا سامنا ہے۔ بہت سے ممالک میں ان کو سکول جانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ بہت سے ان کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار کرتے ہیں حتیٰ کے ان کو سب سے چھپا کر رکھتے ہیں۔ اس وقت تقریباً پوری دنیا میں 20 کروڑ بچے معذوری کا شکار ہیں۔

بچوں سے کام کروانا

آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ کو اقتصادی استحصال سے محفوظ رکھا جائے اور جو کام آپ کی صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہے اور آپ کے سکول جانے میں رکاوٹ کا باعث بنے۔ وہ نہیں کرنا چاہیے۔ 12 سال سے کم عمر بچوں کے لیے یہ تمام کام منع ہیں۔

ایسے تمام ممالک جنہوں نے بچوں کے حقوق کے حوالے سے UN کنونشن کی حمایت کی ہے اور انہوں نے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ وہ بچوں کے حقوق کا احترام کریں گے۔ اب بھی کئی ممالک میں ان حقوق کی خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں۔

پوری دنیا میں تقریباً 26 کروڑ 80 لاکھ بچے کام کرتے ہیں، اور ان میں سے زیادہ بچوں سے ایسے کام کروائے جاتے ہیں جو ان کی صحت، ترقی اور تعلیم کے لیے بہت نقصان دہ ہیں۔ 55 لاکھ سے زاہد بچوں سے زبردستی سخت کام جیسا کے بطورِ مقروض غلامی، جبری فوج میں بھرتی اور جنسی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اپنے ملک میں اور دوسرے ممالک میں تقریباً 12 لاکھ بچوں کی خرید وفروخت کی جاتی ہے۔

تعلیم

آپ کا حق ہے کہ آپ سکول جائیں۔ پرائمری اور ثانوی تعلیم مفت ہونی چاہیے۔ پوری دنیا میں ہر 10 میں سے 9 بچے سکول جاتے ہیں۔ اس وقت 26 کروڑ سے زیادہ بچے تعلیم سے محروم ہیں جن میں سے 63 لاکھ بچے 6 سے 11 سال کی عمر کے ہیں۔ اب بہت زیادہ بچوں نے سکول جانا شروع کر دیا ہے لیکن پھر بھی بہت سے بچوں کو تعلیم مکمل کرنے سے پہلے سکول چھوڑنا پڑتا ہے ان میں زیادہ تعداد لڑکیوں کی ہے۔

کمپیوٹر اور ٹیکنا لوجی

ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ تک رسائی بڑھ رہی ہے۔اور یہ بچوں اور نوجوانوں کی ترقی وتربیت اور معلومات میں اضافہ کے لیے بے حدضروری ہے۔لیکن انٹرنیٹ،کمپیوٹر اور موبائل فون تک رسائی سب کے لیے میسر نہ ہے۔ہر 10 میں سے 3 بچے انٹرنیٹ تک رسائی نہ رکھتے ہیں اور یہ صورتحال افریقہ کے بچوں کے لیے اور بھی خراب ہے کیونکہ وہاں ہر 10 میں سے 6 بچوں کو یہ سہولت حاصل نہ ہے۔

سزا

بچوں کوتب ہی جیل بھجا جانا چاہیے جب یہ آخری حل ہو اور یہ سزا کم سے کم دورانیہ کی ہو۔کوئی بچہ بھی سزا کے دوران تشدد یا بربریت کا نشانہ نہ بنے ایسے تمام بچے جو کسی جرم میں ملوث ہوں،سزا کے دوران بھی ان کی صحت کا خیال رکھا جانا چاہیے ۔کسی بھی بچے کوعمر قید یا سزائے موت نہ سنائی جائے۔دنیا میں کم از کم 10 لاکھ بچے اس وقت جیلوں میں قید ہیں اور ان قیدی بچوں کے ساتھ انتہائی بدسلوکی کی جاتی ہے۔

جنگ اور پناہ گزین

ہر بچے کا یہ حق ہے کہ دوران جنگ یا پناہ گزینی کے وقت اسے حفاظت اور نگہداشت فراہم کی جائے۔ان بچوں کے بھی وہی حقوق ہوتے ہیں جو باقی بچوں کو دیئے جاتے ہیں۔اس وقت دنیا میں اندازاً 3 کرروڑ بچے پناہ گزین ہیں۔جو کہ پوری دنیا میں پائے جانے والے پناہ گزین کا نصف ہیں۔پچھلے 10 سال میں تقریباً 20 لاکھ بچے جنگ کے دوران موت کا شکار ہوئے ہیں 60 لاکھ بچے انتہائی نوعیت کے زخموں سے دوچار ہوئے ہیں ایک کروڑ سے زائد بچے نفسیاتی دباؤ کا شکار ہوئے ہیں 10 لاکھ بچے ایسے ہیں جنہوں نے یا تو اپنے والدین کو کھو دیا ہے یا ان سے بچھڑ گئے ہیں لگ بھگ اڑھائی لاکھ بچے جبری فوجی بنائے گے اور انہیں سامان لادنے یا بارودی سرنگیں صاف کرنے کے لیے استعمال کیا گیا (ہر سال 2 ہزار سے زائد بچے صرف بارودی سرنگوں کے باعث ہلاک ہوتے ہیں)

اقلیتی اور آبائی لوگ

جو بچے اقلیتی طبقے اور اپنے ملک میں آبائی لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں ،ان کو اپنی زبان ،ثقافت اور مذہب کا حق حاصل ہونا چاہیے۔مثال کے طور پر ملک کے آبائی لوگ جو اپنے ملک میں سب سے پہلے رہتے تھے جن میں امریکن ،آسٹریلین شمالی یورپ کے لوگ شامل ہیں۔

آبائی لوگ اور اقلیتی بچوں کو ناانصافی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔کچھ کو اتنی بھی اجازت نہیں کہ وہ اپنی آبائی زبان بول سکیں ۔ان میں بہت سے بچوں کے ساتھ دوسروں کے مقابلے میں امتیازی سلوک برتا جاتا ہے اور ان کو ایک جیسے مواقع مثلاً تعلیم اور طبی سہولت کے حوالے سے فراہم نہیں کئے جاتے ہیں۔

ماحول

موسمی تبدیلیوں کی وجہ سے کئی سنگین مسائل پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ قحط ،سیلاب ،گرمی کی شدت اضافہ اور دیگر بدلتے ہوئے موسمی حالات ۔موسمی خرابیوں کی وجہ سے جہاں بہت سا جانی نقصان ہوتا ہے مثلاً بچے مرجاتے ہیں مکانات اور سڑکیں ٹوٹ جاتی ہیں اسی طرح موسمی تبدیلیاں کھانا اور صاف پانی کے مسائل بھی پیدا کرتی ہیں اس سے بیماریوں میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ دست اور ملیریا جو خاص کر بچوں کے لیے بہت خطرناک ہیں ۔50 کروڑ سے زیادہ بچے ایسے علاقوں میں رہتے ہیں جو اکثر سیلابوں کی زد میں ہیں اور 1 کروڑ 60 لاکھ بچے ایسے علاقوں میں جہاں پر قحط سالی کا خطرہ رہتا ہے۔

تشدد

ہر بچے کا حق ہے کہ اسے ہر طرح کے تشدد، حقارت ، بدسلوکی اور استحصال کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ہر 3 میں سے 1 بچہ غنڈہ گردی کا شکار ہوتا ہے۔دنیا میں 5 میں سے 4 بچے جن کی عمر 2 سے 14 سال تک ہوتی ہے جسمانی تشدد یا گھریلو تشدد کا سامنا کرتے ہیں ۔ بہت سے ممالک میں سکول میں بچوں پر جسمانی تشدد (سزا کے طور پر) کی اجازت ہے ۔صرف 55 ممالک ایسے ہیں جہاں بچوں پر ہونے والے ہر طرح کے تشدد پر سخت پابندی ہے۔

اچھی زندگی

آپ کوحق حاصل ہے کہ آپ کے پاس گھر ،کھانا، کپڑے،تعلیم ، صحت اور حفاظت کی سہولت ہو۔

1 ارب 3 کروڑ لوگوں یعنی کے ہر 7 میں سے 1 انتہائی غربت میں ہے اور ان میں سے آدھی تعداد بچوں کی ہے تقریباً 10 کروڑ بچے گلیوں میں رہتے ہیں ۔اور زیادہ تر گلیاں ہی انکا گھر ہیں ۔اور دوسرے اپنا دن گلیوں میں کام کر کے گزارتے ہیں لیکن رات کو اپنے گھر والوں کے پاس چلے جاتے ہیں۔

آپ کی آواز سنی جانی چاہیے!

ہر بچے کا یہ حق ہے کہ وہ ہر اس بات کا اظہار کرے جو اس سے متعلق ہو۔ بڑوں کو چاہیے کہ وہ کوئی بھی فیصلہ لینے سے قبل بچوں کی رائے ضرور سنیں جو کہ بچوں کے بہترین مفاد کو ترجیح دے۔

کیا آپ کے ملک میں بھی ایسا ہوتا ہے؟ آپ اور دنیا بھر کے باقی بچوں کو اس میں بہترین معلومات ہونی چاہیں۔

CHARLES DRAWIN

خواتین کا ووٹ ڈالنے کے لیے مطالبہ

اٹھارہویں صدی کے آخر میں ان خواتین کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہونے لگا جو الیکشن میں خواتین کے ووٹ ڈالنے کے لیے مطالبہ کر رہی تھیں۔ فن لینڈ دنیا کا پہلا ملک ہے جس نے 1906 میں عورت کو ووٹ ڈالنے کا حق دیا۔ سویڈن اور برطانیہ نے بھی 1921 میں یہی قدم اٹھایا۔ 1945 میں دوسری جنگِ عظیم کے خاتمے تک یورپ کے کئی ممالک افریقہ اور ایشیا میں خواتین کو ووٹ ڈالنے کا حق نہ تھا۔

MUSEUM OF LONDON

افریقہ میں پہلی جمہوریت

1957 میں مغربی افریقہ کا ملک گھانا برطانیہ سے آزادی کے بعد پہلا آزاد ملک بنا۔ ''کوامے نکروما'' ملک کا پہلا راہنما بنا۔ برطانیہ نے افریقہ، ایشیا اور لاطینی امریکہ کو کئی سو سالوں سے اپنی کالونیاں بنا رکھا تھا۔ یورپ نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ اپنی افواج کو وہاں بھیجا تا کہ وہ وہاں کی زمینوں پر قبضہ کرے اور وہاں کے تمام قدرتی وسائل پر قابض ہو کر لوگوں کو اپنا غلام بنائیں۔

سب کے لیے برابر کے حقوق

اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے یونیورسل علاقہ کو تسلیم کیا گیا۔ جس میں کہا گیا کہ تمام افراد برابر حیثیت رکھتے ہیں۔ اور سب کو برابر حقوق اور آزادی حاصل ہے۔

1856 | 1921 | 1947 | 1948 | 1955 | 1957

پہلی رازدرانہ رائے دہی

بیلٹ پیپر کے ذریعے پہلی بار رائے دہی کا آغاز 1856 میں تسمانیہ، آسٹریلیا میں ہوا۔ اس میں ایک بیلٹ پیپر پر امیدواروں کا نام لکھا گیا تھا۔

دُنیا کی سب سے بڑی جمہوریت

1947 میں انڈیا نے برطانیہ سے آزادی حاصل کی اور دنیا کے سامنے سب سے بڑی جمہوریت کے طور پر رونما ہوا۔ آزادی کی یہ تحریک مہاتما گاندھی نے شروع کی ان کا یہ نظریہ تھا کہ ظلم کو تشدد کے بغیر بھی ختم کیا جا سکتا ہے۔

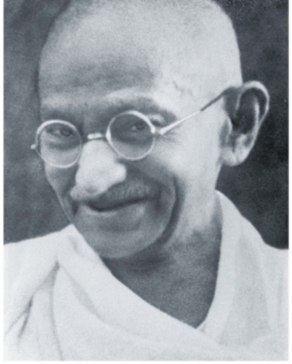

امریکا میں برابری کے حقوق

1955 میں ایک سیاہ فام خاتون جس کا نام ''روسا پارکس'' تھا نے اپنی سیٹ ایک سفید فام آدمی کے لیے خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ روسا کو جرمانہ کر دیا گیا کیونکہ جنوبی امریکہ میں سیاہ فام لوگوں کو سفید فام لوگوں کی برابری کے حقوق حاصل نہ تھے۔ ان کے بچے ان سکولوں میں نہیں پڑھ سکتے تھے جن میں سفید فام بچے پڑھتے تھے اکثر اوقات انہیں ووٹ ڈالنے کا بھی حق نہیں دیا جاتا تھا۔ انسانی حقوق کے معروف علمبردار کنگ مارٹن لوتھر نے اس بس کمپنی کا احتجاجاً بائیکاٹ کر دیا۔ یہ واقعہ سیاہ فام لوگوں کے ساتھ امتیازی سلوک اور برابری کے حقوق کی تحریک کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

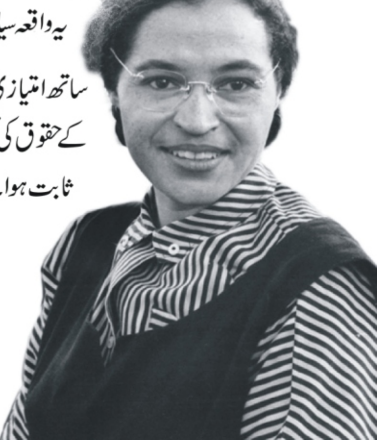

بچوں کا جمہوری عالمی ووٹ

2018 اور 2019 میں ہونے والا بچوں کے انعام کا عالمی پروگرام اٹھارواں پروگرام ہے ۔تقریباً 4 کروڑ 20 لاکھ بچے اپنے حقوق اور جمہوریت کے بارے میں وہ معلومات حاصل کر چکے ہیں جو نئی نسلوں کی اہم ضرورت ہے ۔ یہ آپ اور آپ کے دوست احباب کے لیے اپنے ملک میں بہتری لانے میں بہت ثابت ہوسکتا ہے ۔ایسا ملک جہاں جمہوریت ، بچوں اور انسانی حقوق کا احترام کیا جائے ۔جب آپ بچوں کے حقوق ،انعام اور امیدوار کے بارے میں سب کچھ جان چکے ہیں تب آپ عالمی جمہوری ووٹ کے لیے تیار ہوتے ہیں ۔آپ کا ووٹ آپ کا فیصلہ ہوتا ہے ۔کسی کو آپکے فیصلے میں دخل اندازی کا اختیار نہیں ۔جس امیدوار کو اکثریت میں ووٹ ملیں گے 2019 میں بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے پروگرام کے انعام کا حقدار ہوگا۔

عرب میں تبدیلی کی لہر

2010 میں تونیسیا میں پولیس نے ایک غریب شخص سے اسکی سبزیوں والی ٹوکری چھین لی ۔اس نے خود کو آگ لگا کر خودکشی کر لی ۔اس کی موت کی خبر پھیلتے ہی ہزاروں لوگ احتجاج کے لیے سڑکوں پر نکل آئے جو اس وقت ملک پر آمر تھا۔اس واقعہ کے بعد بہت سے ہمسائیہ مما لک میں اس طرح کی لہر دوڑنے لگی اور مصر اور لیبیا میں آمریت کو بہت بری طرح شکست ہوئی ۔

اقوامِ متحدہ کے بچوں کے حقوق کے کنونشن کو تسلیم کر لیا گیا۔

اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے بچوں کے حقوق کے کنونشن کو تسلیم کر لیا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اپنی رائے کا اظہار بچے کا حق ہے اور ہر بچے کا حق ہے کہ اس کے حقوق اور رائے کا احترام کیا جائے ۔

1989 | 1994 | 2010 | 2015 | 2018–2019

ساؤتھ افریقہ میں ہر ایک کے لیے ووٹ کا حق

1994 میں نیلسن منڈیلا جنوبی افریقہ کا پہلا منتخب صدر بنا۔ ملک میں امتیازی سلوک اور نسلی امتیاز کے نظام کے خلاف جدوجہد کرنے کی وجہ سے وہ 27 سال قید میں رہا۔جس کی وجہ سے لوگ اپنے رنگ کی وجہ سے دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ۔نیلسن منڈیلا کے لیے ہونے والا الیکشن افریقہ کا پہلا الیکشن تھا جس میں پوری افریقہ کو ووٹ ڈالنے کے لیے برابری کے حقوق حاصل تھے۔

نئے عالمی اہداف

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت سب سے زیادہ مما لک نے جمہوریت کو اپنے مما لک کے لیے سیاسی نظام کے طور پر متعارف کروایا ہے ۔لیکن اب بھی عوام کو استحصال اور ناانصافی کا سامنا ہے۔

اس لیے 2015 میں اقوامِ متحدہ کے اہم رہنماؤں نے فیصلہ کیا کہ ہدف نمبر 17 پر بہتر انداز میں کام کیا جائے تا کہ دنیا اور مزید بہتر ہو جائے۔

گلوبل ووٹ کے ذریعے آپ اپنی آواز کو موثر بنا سکتے ہیں کہ اس کو سنا جائے۔ اور آپ کی مدد سے فیصلہ ہو سکے کہ بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کا ایواڈکس ہیرو کو ملے۔

عالمی ووٹ کا وقت

اگر آپ 18 سال یا اس سے کم عمر ہیں تو آپکو اس پروگرام میں ووٹ ڈالنے کا حق ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے پروگرام سے پہلے اپنا ووٹ ڈالنے کا دن منتخب کریں۔ آپ کے پاس زیادہ سے زیادہ وقت ہونا چاہیے کہ آپ پروگرام کے امیدوار کے متعلق بہتر طور پر جان سکیں اور بچوں اور پروگرام کے متعلق بات چیت کر سکیں کسی کو آپ کے فیصلے میں دخل اندازی کا اختیار نہ ہو۔ آپ کے دوست ،احباب، والدین یا استاد تک کو بھی یہ پتا نہ ہو کہ آپ کس کو ووٹ ڈال رہے ہیں جب تک آپ خود انہیں نہ بتائیں۔ جن بچوں کو ووٹ ڈالنے کا حق حاصل ہو ان کے نام ووٹ رجسٹر پر درج ہوں اور جب انہیں بیلٹ پیپر دیا جائے یا وہ ووٹ بیلٹ بکس میں ڈال دیں۔

ووٹنگ کے دن دوسروں کو دعوت دیں!

آپ اپنی مقامی میڈیا، سیاستدان، رشتہ دار و اور خاندان کو دعوت دیں۔ تا کہ وہ تجربہ کریں کہ عالمی ووٹ کا دن کیسا ہوتا ہے۔

2۔ تصوراتی بیلٹ بکس بنانا

3۔ لوگوں کا چناؤ کریں

☆ نمائندہ افسر الیکشن کے رجسٹر پر نشان لگائے اور بیلٹ پیپر فراہم کرے

☆ الیکشن سپر وائزر اس بات کی یقین دہانی کرے کہ سب کچھ درست ہوا ہے۔

☆ ووٹ گننے والے ووٹوں کی گنتی کریں۔

4۔ پردے سے بنایا گیا ووٹنگ بوتھ اپنا خود کا ووٹ بوتھ بنائیں یا مقامی الیکشن کمیٹی سے ادھار لیں۔

5۔ دھوکہ بازی سے بچنے کے لیے سیاہی کا استعمال لوگوں کو دوبارہ ووٹ ڈالنے سے بچنے کے لیے نشان لگائے۔ مثال کے طور پر ان کے انگوٹھوں پر سیاہی سے نشان لگائیں یا ناخن پر سیاہی یا پھر ہاتھ یا منہ پر لکیر لگائیں ایسی سیاہی کا استعمال کریں جو آسانی سے دھوئی نہ جا سکے۔

6۔ ووٹ گنیں ،جشن منائیں پھر بچوں کے عالمی انعام کو تینوں امیدواروں کے ووٹ ارسال کریں۔

آپ اپنی دلچسپی کے لیے صفحہ 20 تا 33 پڑھیں کہ دنیا بھر میں عالمی ووٹ کیسے ڈالا جاتا ہے۔

ہم لڑکیوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھاتے ہیں!

اب تک ہم نے گلوبل ووٹ کی پوری تیاری کر لی ہے۔ ہم نے لڑکوں اور لڑکیوں کی مساوی حیثیت اور ان کے حقوق کے بارے میں بہت کچھ سیکھ لیا ہے۔ بچوں کے حقوق کی سفیر گلوری کہتی ہے کہ ہم نے سیکھ لیا ہے کہ ہم بچے اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھا سکتے ہیں۔ گلوری کی عمر 13 سال ہے وہ زمبابوے کے شہر شہوٹا کے مینارا سکول میں اپنے ساتھی بچوں کے حقوق کے سفیروں کے ساتھ پڑھتی ہے۔ ووٹنگ شروع ہونے سے پہلے گلوری ایک نظم پڑھتی ہے جس کا عنوان ہے ''بچوں کا استحصال'' شہوٹا میں گلوبل ووٹ بڑی اہم اور سنجیدہ سرگرمی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بچوں کے حقوق کے جشن کا دن بھی ہے۔

آپ گلوری اور زمبابوے میں بچوں کے حقوق کے بارے میں مزید صفحہ نمبر 94 سے 107 پر پڑھ سکتے ہیں

وہ ہماری آزادی کے لیے جدوجہد کرتے ہیں

آج کا دن بہت اہم ہے کیونکہ ہم اُن کے لیے ووٹ ڈال رہے ہیں جو ہماری آزادی کے لیے جدوجہد کرتے ہیں!۔

بیلٹ بکس

ووٹ ڈالنے والے اپنا ووٹ مٹی کے گھڑے میں ڈال دیتے ہیں کیونکہ آج کے دن اس کو بیلٹ بکس بنایا گیا ہے۔ جو کپڑا میز پر بچھایا گیا ہے اس پر بچے لڑکیوں کے مساوی حقوق کے مطالبات لکھ رہے ہیں۔

بچوں کے حقوق کے پروگرام نے مجھے سکھایا ہے کہ بچوں کا مشقت کرنا غلط ہے اس سے پہلے مجھے بچوں کے حقوق کا پتہ نہ تھا۔ یہاں بچوں کی مشقت کو برا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں بچوں کے حقوق کو جاننے کی اشد ضرورت ہے تاکہ ہم خود کی حفاظت کر سکیں اور استحصال سے بچ سکیں۔

(تاپیکنشے 14 سال)

اس دن سب بچوں کو سکول جانا چاہیے!

آج ہم نے ان کو ووٹ دیا ہے جو بچوں کے حقوق کے لیے کام کرتا ہے یہ بہت اچھا لگتا ہے۔ بچوں کے حقوق کے پروگرام میں حصہ لے کر مجھے بہت اچھا لگا ہے۔ مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ ہر بچے کو سکول جانے کا حق ہے یہاں بہت سارے بچے یتیم ہیں۔

جو سکول نہیں جا پاتے کیونکہ ان کے ماں باپ مر چکے ہیں اور ان کے پاس سکول جانے کے لیے پیسے نہیں ہیں یہ بہت بری بات ہے کہ بہت سی لڑکیاں اس لیے سکول نہیں جا پاتیں کیونکہ ان کی چھوٹی عمر میں شادی ہو جاتی ہے جہاں میں رہتا ہوں وہاں اکثر لڑکیوں کی شادی 15 سال کی عمر میں ہو جاتی ہیں۔

دھوکہ دہی سے بچنے کے لیے انگلی پر نشان لگانا

الیکشن آفیسر کی نگرانی میں جب بچہ اپنا ووٹ ڈال چکا ہوتو اس کی انگلی پر سیاہی کا نشان لگا دیا جاتا ہے تاکہ کوئی بچہ دوسری دفعہ ووٹ نہ ڈال سکے۔

بچوں کے حقوق کے پروگرام سے میں نے سیکھا ہے کہ لڑکیوں اور لڑکوں کے حقوق برابر ہوتے ہیں اور دونوں کو سکول جانے کا حق ہوتا ہے (تپارا 13 سال)

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: JOHAN BJERKE

یہاں سے بیلٹ پیپر لیں

ووٹ ڈالنے والوں کی قطار

گلوب پڑھنے کا آخری موقع

ووٹ ڈالنے سے پہلے سب بچوں کو بچوں کے حقوق کے ہیروز کے بارے میں پوری طرح پتہ ہونا چاہیے۔

الیکشن آفیسر

الیکشن آفیسر ایک ایک کر کے سب کو ووٹنگ بوتھ پر بلا رہا ہے

ووٹوں کی گنتی کا وقت

اب ووٹ کی گنتی کا کام شروع ہوتا ہے۔

خفیہ رائے دہی

ووٹنگ بوتھ میں کوئی آپ کو تنگ نہیں کر سکتا اور کوئی آپ کو دیکھ نہیں سکتا۔ آپ کا حق ہے کہ آپ پوری آزادی سے اپنی رائے کا اظہار کریں۔

یہ پروگرام ہمیں جمہوریت سکھاتا ہے

بچوں کے حقوق کے پروگرام نے ہمیں سکھایا ہے کہ ہم نے جمہوری الیکشن کے منعقد کرنا ہے۔ یہ بہت اہم ہے۔

(وِمین شے 12 سال)

بہت سارے بچوں پر تشدد کیا جاتا ہے۔ بچوں کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا۔ ان کے پاس نہ تو رہنے کے لیے گھر ہے اور کچھ بچوں کے پاس پہننے کے لیے کپڑے تک نہیں ہیں۔ ہم بچوں کے پروگرام میں حصہ لیتے ہیں اور ہم نے اس پروگرام سے بچوں کے حقوق کے متعلق بہت کچھ سیکھا ہے اب میں جانتا ہوں کہ تمام چیزیں ہمارا حق ہیں اور ہمارے بنیادی حقوق میں شامل ہے کہ ہماری بنیادی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔

پہلے مجھے پتہ نہیں تھا کہ والدین کا بچوں پر تشدد کرنا غلط ہے یہاں یہ ہر وقت ہوتا رہتا ہے اب مجھے معلوم ہے کہ یہ مار پیٹ ہمارے حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ بچوں کے حقوق کے انعام کا یہ پروگرام ہمارے لیے بہت اہم ہے میں پائلٹ بننا چاہتا ہوں اور اگر میں اس میں کامیاب ہو گیا تو میں اپنے والدین کے لیے بہت سارے پیسے کماؤنگا کیونکہ وہ بڑی غربت میں زندگی گزار رہے ہیں میں ان کے لیے کپڑے خریدنا چاہتا ہوں

ریجوئس 14 سال

چھوٹی چھوٹی باتوں پر مارا جاتا ہے

زمبابوے میں لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر نہیں سمجھا جاتا۔ اکثر لڑکیوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ذلیل کر دیا جاتا ہے اور تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے کئی لڑکیوں کو سکول جانے کی اجازت نہیں ہے آج ہم بچوں کے حقوق کے انعام کہ عالمی پروگرام کے ووٹ میں حصہ لے رہے ہیں یہ پروگرام بچوں کے حقوق کو بڑی اہمیت دیتا ہے ۔ہو سکتا ہے کہ ان امیدواروں میں سے کوئی ہماری مدد کے لیے یہاں آجائے ہمیں اس کی بہت ضرورت ہے کہ کوئی ہماری مدد کے لیے کام کرئے ۔بچوں کے حقوق کے انعام کا پروگرام ہمیں بچوں کے حقوق کے بارے میں بہت کچھ سیکھا تا ہے۔

ہم گلوب کا انتظار کر رہے تھے لیکن ہمارے سکول کو مسمار کر دیا گیا۔

اَپانڈے نیوسکول کے بچوں کو بڑے تلخ تجربات سے گزرنا پڑا ہے۔ لیکن وہ بچوں کے حقوق کے انعام کے پروگرام میں حصہ لینے کے لیے بڑے سرگرم ہیں۔

بچوں اور بڑوں کو سکھانا

ہم پریشان تھے کہ ہمارے سکول میں گلوب کیوں نہیں پہنچ رہا میں بچوں کے حقوق کا سفیر ہوں اور میں پلان بنا رہا تھا کہ بچوں کو اس پراگرام کے بارے میں معلومات دوں۔ لیکن ایک دن اچانک ہمارے سکول کے پاس فائرنگ کی آواز آئی مجھے ایسا لگا کے ہمارے گاؤں پر حملہ ہوا اور میں بڑی تیزی سے جنگل کی طرف بھاگا۔ جب ہم سب بچے اپنی جان بچانے کے لیے چھپ گئے ہمیں سب کچھ چھوڑنا پڑا کیونکہ ہمارے سکول پر باغیوں نے قبصہ کر لیا تھا اور وہ انتظار میں تھے کہ کوئی سکول آئے اور وہ اس پر حملہ کر دیں۔ باغیوں نے سکول کو جلا دیا اور گاؤں کو تباہ کر دیا۔

''مجھے پتہ چلا کہ میرے والد کو مار دیا گیا ہے۔ اس سے میں بڑا غمگین ہو گیا۔ مجھے لگا کہ اب میں کبھی سکول نہیں جا سکوں گا۔ ریڈیو پر میں نے سنا کہ ہمیں نیوسکول میں بلایا گیا ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو میں نے دیکھا کہ اس سکول کی ابھی دیواریں بھی تعمیر نہیں ہوئی ہیں۔ اس کے ایک مہنہ بعد گلوب ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اب بچوں کے حقوق کا سفیر ہونے کے ناطے میں بچوں کو اُن کے حقوق کے بارے میں بتاؤں گا۔ میں اب صرف بچوں ہی کو نہیں بلکہ بڑوں کو بھی اس کے متعلق آگاہی دوں گا۔ جب میں بڑا ہو جاؤں گا تو میں ان سب بچوں کی مدد کروں گا جن کو حملہ آوروں نے نقصان پہچایا ہے۔

(اسالمے 13 سال)

اسالمے کی عمر 13 سال ہے۔ ڈی آر کانگو کے شہر بینی میں اپاڈئے گاؤں کے بچے جو اسالمے کے دوست ہیں وہ گلوب کا انتظار کر رہے ہیں کہ گلوب کی کاپیاں ان کے سکول میں کب پہنچیں گی۔ تا کہ وہ اس سکول میں بچوں کے حقوق کے انعام کا پروگرام پھر سے شروع کر سکیں۔

ایک دن جب بچے اپنے کمروں میں بیٹھے پڑھ رہے تھے انھیں گولیوں کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ بچے سمجھ گئے کہ ان کو بھاگ کر جنگل میں چھپ جانا چاہیے۔ باغیوں کا گروپ جس نے گاؤں پر حملہ کیا تھا اس نے سکول کو بھی تباہ کر دیا اور بہت سارے لوگوں کو مار دیا۔ جب گلوب ہمارے پاس پہنچا تب نئے سکول کی دیواریں بھی نہ بنی تھیں۔

نئے سکول کی دیواروں کو مکمل کرنے کے لیے لکڑیاں بھی نہیں ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے تو سب کچھ بھیگ جاتا ہے۔

سب کی حیثیت برابر ہے

میں اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ بھاگ نکلا۔ ایک بندوق والے آدمی نے میری بہن کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ جب میرے والدین نے ہمیں ڈھونڈ لیا تو ہم نئے سکول میں آ گئے ایک دن میں نے دیکھا کہ کچھ لڑکے اور لڑکیاں دوسرے سکولز سے ہمارے لیے گلوب لیکر آئے۔ ان کو بچوں کے حقوق کا سفیر کہا جاتا ہے۔ اور انہوں نے ہمیں اور ہمارے اساتذہ کو بچوں کے حقوق کے بارے میں بہت کچھ سکھایا۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کے سب بچوں کے حقوق برابر ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک کی حکومت اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے اور بچوں کے حقوق کا احترام کرے

(جارج 13 سال)

تعلیم حاصل کرنے اور کھیلنے کا حق

''جب فائرنگ شروع ہوتی تو میں بھاگ کر جنگل میں چلا گیا۔ میں وہاں پھل کھا کر زندہ رہا۔

میری بہنوں اور دوستوں کو باغیوں نے پکڑ لیا، باغی ان کے ساتھ جنسی زیادتی کرتے رہے جس سے وہ کئی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ باغیوں نے میرے باپ کو مار دیا۔ اب میں ہر وقت اپنے والد کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔ بچوں کے حقوق کے سفیر ہمارے پاس آئے تو ہم نے ان سے سیکھا کہ پڑھنا اور کھیلنا ہمارا حق ہے۔ اب میں خود بھی بچوں کے حقوق کا سفیر بن گیا ہوں اور اب میں دوسرے بچوں کو ان کے حقوق کے متعلق سکھانا چاہتا ہوں۔ تا کہ دوسرے بچوں کو ان بُرے تجربات کا سامنہ نہ کرنا پڑے جن کا مجھے سامنہ کرنا پڑا ہے۔ (ماتھے۔ 14 سال)

باغیوں کا گروپ جس نے گاؤں کے گھروں کو آگ لگائی اُنھوں نے اپانڈے میں موجود سکول کو بھی تباہ کر دیا۔

PHOTOS: TUZZA ALONDA/WCPF

دُنیا کی بدترین جنگوں میں سے ایک جنگ

ڈی آر کانگو میں 20 سال سے جنگ جاری ہے یہ جنگ دنیا کی تاریخ کی سب سے بڑی جنگوں میں سے ایک ہے اور اس میں بدترین خون ریزی ہوئی ہے۔

پچاس لاکھ سے زیادہ لوگ ایسے حملوں میں مارے جا چکے ہیں جیسا حملہ اپانڈے گاؤں میں ہوا یا پھر بہت سارے لوگ بھوک اور بیماریوں سے مر چکے ہیں جو کہ جنگ کا بڑا نتیجہ ہوتا ہے ہزاروں بچوں کو جبری طور پر فوجی بننے پر مجبور کیا گیا اور اُن پر جنسی تشدد کیا گیا یا پھر ان کے ساتھ زیادتی کی گئی۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ اپنے ہی ملک مین مہاجر بن کر رہ رہے ہیں اور کئی لاکھ بچے سکولوں سے باہر ہیں۔ موجودہ تضادم ملک روانڈا میں 1994 میں ہونے والی نسل کشی کا نتیجہ ہیں۔ ہزاروں لوگ جو اس نسل کشی میں شامل تھے جنگوں میں بھاگ گئے اور وہی سے حملے کرتے رہتے ہیں۔ بچنا چاہتے ہیں۔ اس لیے وہ بچوں پر ظلم کرتے ہیں اور بچوں کے حقوق کا بُری طرح استحصال کرتے رہتے ہیں اور جنگ کو بند نہیں کرنا چاہتے۔

اسالمے (بڑے گروپ میں)، پرنس (بائیں طرف کے گروپ میں)، ویوین (پچھلے گروپ میں)، اور گنی اور ماتھے (دائیں طرف کے گروپ میں) گلوب کو اونچی آواز میں پڑھتے ہوئے تا کہ سکول کے تمام دوست بچوں کے حقوق کے بارے میں جان سکتی۔

میں بچوں اور والدین کو سکھاتا ہوں

ہر سال ہم گلوب کو جماعت میں اور گھر میں پڑھتے ہیں۔ میں بچوں کے حقوق کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے لیے مجھے اپنی جان کو بچانے کی ضرورت تھی اور جان بچانے کے لیے مجھے سکول سے بھاگنا پڑا! بچوں کے حقوق کے سفیروں نے ہمیں سکھایا ہے کہ دُنیا بھر میں موجود تمام بچوں کے حقوق یکساں ہیں۔ جیسا کہ سکول جانے اور تعلیم حاصل کرنے کا حق۔ کپڑے کھانا اور صاف پانی کا حق میں جب تک زندہ ہوں بچوں کے حقوق کی حفاظت کرونگا۔ میں بچوں کو ان کے حقوق سے آگاہ کروں گا اور والدین کو بتاؤں گا کہ وہ بچوں کے حقوق کا احترام کریں! (پرنس 15 سال)

خاص کر لڑکیوں کے حقوق سکھانا

''ہم بچوں کے لیے یہ بہت مشکل ہے کہ بہتر پڑھائی کر پائیں کیونکہ ہمارے لیے سکول میں صورتِ حال بہت خراب ہے۔ میں بچوں کے حقوق کی سفیر ہوں میں اپنے سکول اور گاؤں میں بچوں کے حقوق اور خاص کر لڑکیوں کے حقوق کے بارے میں سب کو سکھا رہی ہوں۔ (ویوین 17 سال)

امن سیکھیں!

ہم انتظار کر رہے تھے کہ گلوب ہمارے پاس پہنچے۔ لیکن اچانک حملہ ہونے کی وجہ سے ہمیں جنگل میں چھپنا پڑا جہاں مجھے اور میرے، بہن بھائیوں کو بغیر کچھ کھائے پیے تین دن تک رکنا پڑا ہم بہت خوش ہوئے جب ہم نے دیکھا کہ ہمارے والدین زندہ ہیں۔

بچوں کے حقوق کے سفیر گلوب لیکر نئے سکول میں آئے۔ بچوں کے حقوق کے پروگرام کا شکریہ جس سے ہمیں پتہ چلا کہ بچوں کے حقوق کتنے اہم اور ضروری ہیں۔ میں اپنے سکول کے دوستوں اور بڑے لوگوں کو بچوں کے حقوق کے بارے میں بتاتا ہوں۔ اپنے علاقے کے رہنماؤں کو بھی بچوں کے حقوق سے آگاہ کرتا رہوں گا۔

میں ہر طرف بچوں کی زندگیوں میں امن پھیلانا چاہتا ہوں اور میں بڑوں سے بھی کہتا ہوں کہ امن پھیلاؤ!''

گنی کے گھر کو راکٹ لانچر سے اڑا دیا گیا تھا۔ اُس کا خاندان کسی طرح بچ گیا اور اب وہ نئے گھر میں رہتے ہیں

غلام بچوں کے سکولوں میں گلوبل ووٹ

عرفان اور صائمہ کے سکول میں بچے ووٹ ڈال رہے ہیں جہاں والدین کاغذ اور اشیاء اکٹھی کرتے ہیں اور ان کو بیچ کرتے ہیں۔ ہر دن سکول کے بعد بچوں کو یہ کام کرنا پڑتا ہے۔

یہاں بچے لمبی قطار میں ووٹ ڈالنے کے لیے کھڑے ہیں بیلٹ پیپر لینے کے لیے بچوں کو اپنی انگلی پر سیاہی سے نشان لگوانا ہوتا ہے۔

گلوب ہمارے حقوق سکھاتا ہے

اب سے دو سال پہلے تک میرا ہر دن کچرا اکھٹا کرنے میں گزرتا تھا۔

اس کے بعد ہمارے لیے سکول کھول دیا گیا شروع میں میرا باپ اس پر راضی نہ تھا کہ میں سکول جاؤں لیکن میری ماں نے اس کو راضی کر لیا لیکن شرط یہ تھی کہ میں سکول کے بعد کچرا اکٹھا کرنے کا کام کروں گا۔ مجھے سکول جانا بہت پسند ہے اور اب ایسا لگتا ہے کہ میری زندگی پہلے سے بہتر ہوگئی ہے۔

سکول 12 بجے بند ہوتا ہے اور میں گھر جا کر کھانا کھاتا ہوں۔ اور اس کے بعد میں کام کرنے چلا جاتا ہوں۔ میں شام تک کچرا اکٹھا کرتا ہوں اور اس کو بیچ کر گھر آتا ہوں، پیسے اپنی ماں کو دے دیتا ہوں سکول کا کام کرنے کے بعد میں سو جاتا ہوں میں بڑا ہو کر استاد بننا چاہتا ہوں تا کہ اُن بچوں کو پڑھاؤں جو میرے جیسی زندگی گزار تے ہیں۔ جب ہمیں پہلی مرتبہ گلوب ملا ہم بڑے خوش ہوئے۔ ہمارا استاد اونچی آواز میں اس کو پڑھتا ہے اور ہم سب اس کو بڑے غور سے سنتے ہیں میں نے بچوں کے حقوق کے بارے میں بہت کچھ سیکھا ہے اور خاص کر لڑکیوں کے حقوق کے متعلق سیکھا ہے۔

میرا خیال ہے کہ یہ سب ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ ہم اپنے والدین کو گلوب کی کہانیاں بتاتے ہیں اور میری ماں کو یہ بہت پسند ہیں۔ بچوں کو کام نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کو سکول جانا چاہیے۔ اور جب وہ سکول سے واپس گھر جائیں تو ان کو کھیلنا چاہیے اور کسی کو انُھیں کام پر نہیں بھیجنا چاہیے اور کسی کو کسی کا گھر توڑنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ لوگ اکثر ہمارے گھروں کو توڑ دیتے ہیں جو مجھے بہت بُرا لگتا ہے۔

(عرفان، 13 سال)

ہر کسی کو لڑکیوں کے حقوق کا احترام کرنا چاہیے

ہم نسل در نسل کچرا اکٹھا کرتے آئے ہیں۔ یہ بہت گندا کام ہے۔ اگر ہم یہ کام نہ کرئے تو ہمیں پیسے نہیں ملتے۔ میں صبح سکول جاتی ہوں اور واپس آ کر اپنی ماں کی مدد کرتی ہوں، میں کپڑا دھوتی ہوں اور پھر کچرا اکٹھا کرنے جاتی ہوں جب میں کچرا بیچنے کے لیے کباڑے کے پاس جاتی ہوں تو وہ مجھے بُری نظروں سے دیکھتا ہے اگر میں اس کو روکوں تو وہ ہنسنے لگتا ہے میں نے گلوب سے سیکھا ہے کہ لڑکیوں کے خاص حقوق ہوتے ہیں اور ہر ایک کو ہمارے حقوق کا احترام کرنا چاہیے۔ مرد اکثر عورتوں اور لڑکیوں کی بے عزتی کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کے عورتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔

وہ اکثر اپنی بیوی یا بچوں پر تشدد کرتے ہیں۔ اگر لڑکے کوئی حماقت کریں تو کوئی اُن کو کچھ نہیں کہتا لیکن اگر لڑکیوں سے کوئی غلطی ہو جائے تو اُن کو پیٹا جاتا ہے اور کئی دفعہ مار ہی دیا جاتا ہے۔ ہمارے اساتذہ ہمارے لیے گلوب کو اونچی آواز میں پڑھتے ہیں۔ اور ہم غور سے سنتے اور اس کے متعلق سوچتے ہیں۔ یہ بہت اچھا ہے کہ لوگوں نے بچوں کے حقوق پر خاص کر لڑکیوں کے حقوق پر بات کرنا شروع کر دی ہے۔ مجھے بچوں کے حقوق کا پروگرام بہت پسند ہے اور میں گلوب ووٹ میں حصہ لیتی ہوں ہم گلوب کی کہانیوں کے بارے میں اپنے والدین سے بات کرتے ہیں۔

(صائمہ 13 سال)

بھٹہ پر سکول میں بنایا گیا ووٹنگ بوتھ

عامر کے سکول میں بچے اپنا ووٹ ڈال رہے ہیں
اس جگہ بہت سارے بچے بھٹہ مزدور ہیں اوران کے والدین مقروض ہیں۔ بہت سارے بچوں کو سکول کے بعد بھٹہ پر کام کرنا پڑتا ہے۔

ہم ہر وقت بچوں کے حقوق اور بچوں کے حقوق کے پروگرام کی بات کرتے ہیں۔

بھٹہ پر بنائے گئے سکول میں بچے اردو زبان گلوب پڑھ رہے ہیں۔

اب میں اپنے حقوق جانتی ہوں

ہمارا قرضہ -/700000 لاکھ روپے (USD 6000) ہے کوئی بھی اتنی بڑی رقم ادا نہیں کر سکتا۔ مجھے امید ہے کہ میں پڑھ کر بڑا آدمی بنوں گا اور نوکری کروں گا۔ میں بہت سارے پیسے کماؤں گا اور اپنے والدین کا قرضہ اتار کر اُن کو آزاد کروالوں گا میں ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں۔

میں صبح پانچ بجے اپنے باپ کے ساتھ کام پر جاتا ہوں ۔تقریباً 200 اینٹیں بنا کر گھر واپس آتا ہوں اور جلدی جلدی کھانا کھا کر تیار ہوتا ہوں اور جلدی سے سکول چلا جاتا ہوں۔ میں 1 بجے سکول سے واپس آتا ہوں اور کھانا کھا کر پھر بھٹہ پر کام کرنے چلا جاتا ہوں میں 300 اینٹیں بناتا ہوں پھر میں اپنے باپ کے ساتھ ملکر اگلے دن کے لیے کام کی تیاری کرتا ہوں۔ میں شام 6 بجے گھر آتا ہوں اور 3-2 گھنٹے اپنا سکول کا کام کرتا ہوں۔

لوگ یہاں لڑکیوں اور عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے ہم نے گلوب میں پڑھا ہے کہ لڑکیوں کے بھی حقوق ہوتے ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ سب لوگوں کو لڑکیوں کے حقوق کا احترام کرنا چاہیے۔

بچوں کے حقوق کے انعام کا پروگرام مجھے بہت پسند ہے اور مجھے فخر ہے کہ میں اس پروگرام کا حصہ ہوں میں نے بچوں کے حقوق کے بارے میں سیکھا ہے۔ میں نے گلوب کی کہانیوں سے سیکھا ہے کہ کس طرح بچے اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرتے اور اپنے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔

اس میں حقوق کے بارے میں جانتا ہوں اور میں نے یہ اپنے والدین اور سب لوگوں کو بتایا ہے وہ بھی اس کو پسند کرتے ہیں اب میرا والد میری پہلے سے زیادہ مدد کرتا ہے مجھے بچوں کے حقوق کے ہیروز بہت پسند ہیں اور میں بڑا ہو کر اُن جیسا بننا چاہتا ہوں۔(عامر، 14 سال)

میرا باپ بھٹہ مالک کا مقروض ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم بھٹہ پر ہی کام کریں گے اور کسی اور جگہ نہیں جا سکتے۔ ہم بہت غریب ہیں اور کئی بار ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا ہمارے پاس پیسے کمانے کا صرف ایک راستہ ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اینٹیں بنائیں۔ اگر ہم بھٹہ سے جانے کی بات کریں تو بھٹہ مالک کے کرندے ہمیں ماریں گے اور ہماری شکایت بھٹہ مالک سے کریں گے اور بھٹہ مالک خود بھی میرے باپ پر تشدد کرے گا یا ہو سکتا ہے وہ اس کو جان سے ہی مار دے۔ بچپن سے لے کر اب تک مجھے اینٹیں بنانا بالکل پسند نہیں ہے۔

اب میری زندگی پہلے سے بہتر ہے کیونکہ میں سکول جاتی ہوں لیکن ہر دن مجھے سکول سے واپس آ کر اپنے والدین سے کام کرنا پڑتا ہے اور میں ہر دن 200 اینٹ بناتی ہوں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ لڑکیوں کی کوئی اہمیت نہ ہے اس لیے ان کو ہمارا احترام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں بہت سارے لوگ لڑکیوں کو مارتے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ لڑکیاں کوئی بھی بات کریں اور لوگ اپنی بیٹیوں کو سکول بھی نہیں بھیجتے لیکن ہمارے بھٹہ پر لوگوں کی سوچ بدل رہی ہے اور وہ اپنی بیٹیوں کو سکول جانے سے نہیں روکتے۔ میری اپنی زندگی اس کی بڑی مثال ہے۔(نیہا 12 سال)

نَیلا

سیمیو

کیٹرِینا

الیسنے

ڈولسی

کیرولین

حائقہ

یہ لڑکیاں موزبیق میں بچوں کے حقوق کی سفیر ہیں ۔اوران سب نے بچوں کے حقوق کے پروگرام میں حصہ لیا ہے ۔اس کے ساتھ ان لڑکیوں نے ''موزبیق میں لڑکیوں کے حقوق'' کے پروگرام میں بھی حصہ لیا ہے۔

سب مجھے ''وکیل'' کہتے ہیں

جہاں میں رہتا ہوں یہاں بڑی بے انصافی ہوتی ہے لیکن کوئی بھی بچہ اس پر آواز نہیں اٹھا سکتا ہمارے لیے بچوں کے حقوق کے انعام کا پروگرام بہت اہم ہے کیونکہ ہمورے ہاں بچوں کا استحصال اور بچوں کی اسمگلنگ بڑھ رہی ہے۔بچوں کے حقوق کا سفیر ہونے کا مطلب ہے کہ اندھیرے میں روشنی پھیلانا میں خاندانوں اور آس پاس کے سب لوگوں سے بچوں کے حقوق کی بات کرتا ہوں میرے سکول کے بچے مجھے وکیل کہتے ہیں کیونکہ میں یکساں حیثیت اور حقوق کی بات کرتا ہوں۔
میں تبدیلی کی بات کرتا رہوگا کیونکہ میں لوگوں کی سوچ تبدیل کرنا چاہتا ہوں (جائقہ 15 سال)

بچوں کے حقوق کا پروگرام میری زندگی کا حصہ ہے۔

یہاں کے لوگ بچوں کے حقوق کا احترام نہیں کرتے اور نہ ہی کوئی اس بات کرتا ہے۔
ہمارے پڑوس میں جب کوئی لڑکی بات کرنے کی کوشش کرتی ہے تو اس کی دادی اس کے منہ ہر تھپڑ مارتی ہے۔بچوں کے حقوق کا پروگرام میری زندگی کا حصہ ہے۔بچوں کے حقوق کے بارے میں سیکھنا اور بچوں کے حقوق دوسروں کو سکھانا میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے۔
میں بچوں اور بڑوں کو ان کے حقوق سکھاتی ہوں اور ان کو بتاتی ہوں کہ اپنے حقوق کا تحفظ کیسے کرنا ہے۔میں خاص کر لڑکیوں سے اور ان کے خاندانوں سے بات کرتی ہوں۔میں نے سیکھا ہے کہ جب ہمارے حقوق سلب ہوں تو ہمیں اس پر آواز اٹھانا چاہیے۔(کیرولین 15 سال)

ایسے لگتا ہے جیسے میں ہیروئن ہوں

یہاں لڑکوں اور لڑکیوں کے حقوق برابر نہیں ہیں ۔لڑکیوں کو صبح جلدی اٹھنا پڑتا ہے اور گھر کے سارے کام کرنا پڑتے ہیں۔بچوں کے حقوق کی سفیر ہوتے کے ناطے میں بچوں اور اُن کے والدین سے کہتی ہوں کہ اُن کو بچوں کا احترام کرنا چاہیے۔بچوں کو اُن کے حقوق کے بارے آگاہی دے کر اور اُن کو اپنے حقوق کا تحفظ کرنے کے قابل بنا کر مجھے لگتا ہے جیسے میں کوئی فلمی ہیروئن ہوں۔
میں نے بچوں کے حقوق کے پروگرام سے سیکھا ہے کہ تمام بچوں کے حقوق کا احترام ہوتا چاہیے۔

جب میں دیکھتی ہوں کہ کسی بچے کے ساتھ برا سلوک ہو رہا ہے تو میں فوراًاس کی اطلاع دیتی ہوں اور کوشش کرتی ہوں کہ ایسا پھر کبھی نہ ہو، مجھے گلوب بہت پسند ہے میری دادی میری کزن کو ہمیشہ پانی کے بھرے بڑے برتن اٹھانے کو کہتی تھی لیکن جب میری کزن نے گلوب پڑھا تو اس کو احساس ہوا کہ یہ غلط ہے۔(ڈولسی 12 سال)

میں بچوں کے حقوق کی سفیر ہوں اس لیے میں ایسی تمام مشکلات حل کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔جب لڑکیوں کو کہا جاتا ہے کہ آج تم نے کوئی کام نہیں کیا ہے اس لیے تمھیں آج کھانا نہیں ملے گا تو مجھے بڑا غصہ آتا ہے ۔اور میں لڑکیوں سے کہتی ہوں کہ اپنا سکول بیگ لیکر میرے گھر آجاؤ اور میں اپنی ماں سے کہتی ہوں کہ اس کو ناشتہ دو اور اس کو اپنے ساتھ سکول لے جاتی ہوں۔

میں دوسروں کی مدد کرتی ہوں لڑکیوں کو گھر کے سارے کام کرنا پڑتے ہیں اور وہ ہر روز سکول دیر سے پہنچتی ہیں ۔میرے نزدیک سفیر ہونے کا مطلب دوسروں کی مدد کرنا ہے ۔میں لڑکیوں کی بھی مدد کرتی ہم نے گلوب سے سیکھا ہے کہ مسائل کے سامنے سر نہ جھکائیں بلکہ مسائل کا سامنہ کریں اور اُن کو حل کریں۔میں نے بہت سے خاندانوں کے مسائل حل کیئے ہیں۔

ایک دفعہ ہم ایک لڑکی سے ملے جو اپنے باپ اور دادی کے ساتھ رہتی تھی اور اس کو گھر کے سارے کام کرنا پڑتے تھے ، ہم اس کے گھر گئے اس کے والد سے کہا کہ اس لڑکی کو سکول جانے دے اُس کے والد نے ہماری بات مان لی اور اگلے دن لڑکی سکول گئی اور اُس کو واپس آکر گھر کے کام کی بجائے کھیلنے اور سکول کا کام کرنے کا وقت ملنا شروع ہو گیا۔(الینے 12 سال)

ہم بچے اکٹھے ہوں تو مضبوط ہیں

بچوں کے حقوق کا پروگرام ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم کس طرح اکٹھے ہوکر اپنی آواز دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں ! میں بچوں کے حقوق کی سفیر ہوں اور بچوں کو اُن کے حقوق کے بارے میں سکھاتی ہوں اکثر مجھے مارتے تھے اور میں کچھ نہ کر پاتی تھی۔
بچوں کے حقوق کے پروگرام نے میری زندگی کو بدل دیا ہے ۔اس پروگرام سے پہلے مجھے گھر کے سارے کام کرنا پڑتے تھے ۔لیکن اب میرا بھائی گھر کے کاموں میں مدد کرتا ہے۔
(کیٹرینا 16 سال، مالا کٹا نانگوانیا سکول)

گلوب والدین کی مدد کرتا ہے

''میں نے والدین کو سکھایا ہے کہ وہ بچوں کے حقوق کا احترام کریں۔
جب لڑکے اور لڑکیاں اپنے حقوق سیکھتے ہیں تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے۔
ہم سب کے حقوق برابر ہیں اور گلوب اس لیے بھی بڑا اہم ہے کہ وہ ہمیں لڑکیوں کے حقوق کے تحفظ کے بارے بتاتا ہے اور اس سے لڑکیوں کے استحصال میں کمی ہوتی ہے میری ماں کہتی ہے کہ جب اُس نے گلوب پڑھا تو اُس کو احساس ہوا کہ بچوں کے حقوق کا احترام کرنا چاہیے۔(سیمیو 12 سال 1 ڈی جنہو سکول)

ہم یہاں تبدیلی لانے کے لیے ہیں

لڑکیوں کی شادی اُن کے والدین کی مرضی سے ہوتی ہے کیونکہ اُن میں آواز اٹھانے کی ہمت نہیں ہوتی۔
ہم ان کو سکھاتے ہیں کہ اپنے ڈر کو بھول جائیں۔ہم والدین کو بھی سیکھاتے ہیں کہ اُنھیں خود کو بدلنا ہو گا لڑکیوں اور لڑکوں کو ان کے حقوق کے لیے تیار کرنے پر مجھے خوشی ہوتی ہے۔
بچوں کے حقوق کی سفیر بن کر ایسا لگتا ہے کہ میرے اندر نئی طاقت آگئی ہے جو دُنیا کو بدل رہی ہے۔ہم سفیر مساوی حقوق کی جدوجہد کر سکتے ہیں میں اپنے بہن بھائیوں کے سامنے اونچی آواز میں گلوب پڑھتی ہوں اور وہ مجھ سے سوال پوچھتے ہیں۔(نائلہ 12 سال 1 ڈی جنہو سکول)

برما/میانمر

نوجوانوں کو پڑھائیں

''میں چاہتی ہوں کہ میرے گاؤں میں بچوں کے حقوق کا احترام ہو۔ہم بچوں کو یکساں حقوق کے لیے جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔لڑکیوں اور عورتوں کو دبا کے رکھا جاتا ہے۔اس لیے ہمیں مردوں کو تعلیم دینا ہوگی۔بچوں کے حقوق کے پروگرام کا شکریہ جس نے مجھے اس قابل بنایا کہ میں اپنے حقوق جان پائی اور دوسروں کے حقوق کے لیے آواز اٹھانے کے قابل بنی۔بعض اوقات مجھے کھیتوں میں کام کرنا پڑتا ہے لیکن میں سکول بھی جاتی ہوں لیکن کچھ بچوں کو ہر روز کھیتوں میں کام کرنا پڑتا ہے اور وہ سکول نہیں جا پاتے۔اُن کو اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی دیکھ بھال کرنا پڑتی ہے اور گھر میں کام کرنا پڑتے ہیں۔اب بڑے لوگوں کو بچوں کے حقوق کا پتہ چل گیا ہے۔اس لیے مجھے امید ہے کہ بچوں کی زندگیاں پہلے سے بہتر ہو جائیں گی۔میرے لوگوں کو سکھانا چاہتی ہوں کہ لڑکیوں اور لڑکیوں کے حقوق برابر ہیں۔اور اُن کی اہمیت بھی یکساں ہے۔میں لوگوں کو یہ بھی سکھانا چاہتی ہوں کہ غریب لوگوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں اور بچوں کو جبری فوجی نہ بنائیں اور بچوں نقصان نہ پہنچائیں۔''

بچوں کے حقوق کی سفیر، کیرن

کئی سکولوں کے بچے گلوبل ووٹ کے لیے ولے ڈرن سکول، میں اکٹھے ہوئے ہیں۔

سکول زیادہ ہوں
بچوں کی مار میں کمی ہو

''اب بچوں کی زندگیوں میں بڑی تبدیلی آئی ہے بچوں کے حقوق کے پروگرام سے پہلے یہاں بچوں کو بالکل اپنے حقوق کا پتہ نہیں تھا۔اب بچوں کو مارتے پہلے بچوں کو کھیتوں میں کام کرنا پڑتا تھا لیکن بچوں کے حقوق کے پروگرام نے سب کچھ بدل دیا ہے۔

اب بچوں کو اپنے حقوق سے واقفیت ہوگئی ہے اور ان کو پتہ ہے کہ تعلیم حاصل کرنا اُن کا حق ہے۔اب زیادہ بچے سکول جاتے ہیں اب لڑکیوں کو بھی ان کے حقوق کا احترام کرنا ضروری ہے۔اب میرے بھائی بھی گھر کے کام میں مدد کرتے ہیں صورت حال بہتر ہو رہی ہے اب میں بچوں کے حقوق کے پروگرام کے ذریعے تبدیلی ساز بن گئی ہوں اب میں اپنے حقوق سے واقف ہوں اور دوسری لڑکیوں کے حقوق کی بھی فکر کرتی ہوں۔(بچوں کے حقوق کی سفیر کیرن)

کیمرون

بچوں کے حقوق کا پروگرام خاندانوں میں برابری کی اقدار کو فروغ دیتا ہے۔

''ہمارے گھر کا قانون یہ ہے کہ لڑکے سامان خریدنے بازار جاتے ہیں۔اور لڑکیاں گھر کے اندر رہ کر کام کرتی ہیں۔میں بچوں کے حقوق کی سفیر ہوں اور میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اپنے گھر کا یہ قانون تبدیل کردوں گی۔میں نے اپنی ماں سے بات کی کے یہ غلط ہے کہ لڑکیوں کو گھر میں قیدیوں کی طرح رکھا جائے اور لڑکے جہاں چاہیں پھرتے ہیں اس لیے میں نے سوچا ہے کہ سکول کے بعد میں اپنی ان بہنوں کی مدد کروں گی جو جاب کرتی ہیں۔

میرے والد نے ان سرگرمیوں کی اجازت نہ دی جس کی وجہ سے میری ماں اور باپ کے ساتھ بڑی بحث ہوئی۔میں اپنی بات پر قائم رہی۔یہاں تک کہ مسئلہ سکول کی اتھارٹی کے پاس چلا گیا۔سکول کا انچارج میرے والدین کی باتوں پر ہنس رہی تھی۔اس نے میرے والدین کو بتایا کہ بچوں کے حقوق کے پروگرام نے بچوں کو بڑی آگاہی دی ہے اور اب بچوں کو اپنے حقوق کے بارے میں سب معلوم ہے۔اُس لیے میرے والد کو گلوب دیا۔اس کے بعد ہمارے گھر میں امن ہوگیا۔اور سارا خاندان خوش ہوگیا میرا والد بھی میرے ساتھ ناراض نہ رہا بلکہ اب وہ کئی دفعہ مجھے کہتا ہے کہ میرا کچھ کام کرنے میں ساتھ دو اب میرے بھائی گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے ہیں بچوں کے حقوق کے پروگرام کا شکریہ، جس نے میرے خاندان کی سوچ کو بدل دیا ہے۔اور ہمارا گھر امن کا گہوارہ بن گیا ہے۔(جوا۔ 11 سال)

سرالیون

اس نے ہماری زندگیوں پر گہرے اثرات ڈالے ہیں

''میں اپنے سکول میں بچوں کے حقوق کے کلب کی ممبر ہوں اور گلوب نے میری زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے اس نے میری دوستوں کی زندگیوں پر بھی گہرے اثرات ڈالے ہیں گلوب ہم لڑکیوں کو بہت سارے حقوق کے بارے میں بتاتا ہے، جن سے ہم پہلے واقف نہ تھے۔اس سے ہمیں پتہ چلا کہ ہم اپنے حقوق کے لیے آواز بھی اٹھا سکتی ہیں۔مثلاً گلوب کا شکریہ

جس نے ہمیں سکھایا کہ معاشرے میں صرف مرد ہی اعلیٰ مرتبوں پر فائز نہ ہو سکتے ہیں بلکہ خواتین بھی اعلیٰ مرتبوں پر فائز ہو کر کام کر سکتی ہیں۔اب میں جانتی ہوں کہ میرا حق ہے کہ میں اپنی رائے کا اظہار کرسکوں۔

(صافیساتو، سلوینس میونسپل سکول)

کوٹے ڈی ایواری کے بیکرے ڈوگوسکول میں بچے لمبی قطار میں ووٹ ڈالنے کے لیے کھڑے ہیں۔

دائیں طرف کھڑا ہوا لڑکا جس کی انگلی پر نشان لگایا جا رہا ہے۔ اور اُس کو ووٹنگ بیلٹ دیا جا رہا ہے۔ بائیں طرف ایک لڑکا کھڑا ہے جس کی انگلی پر سیاہی لگا دی گئی ہے تا کہ وہ دوبارہ ووٹ نہ ڈال سکے۔

کوکوا ملک میں گلوبل ووٹ

کوٹے ڈی ایواری ایک ایسا ملک ہے جس میں کوکوا کے بہت سے درخت ہیں۔ اکثر بچوں کو کوکوا کے درختوں پر کام کرنا پڑتا ہے۔ ان میں کچھ بچے تو دوسرے قریبی ممالک سے بھی لائے جاتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ بعض دفعہ بڑا برا سلوک کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے جیسا کہ بیکرے ڈوگو گاؤں کے بچے اپنے والدین کے ساتھ ملکر یہ کام کرتے ہیں۔ یہ بچے، بچوں کے حقوق کے پروگرام اور گلوبل ووٹ میں بھی شامل ہوتے ہیں۔

ایک بچہ ہاتھ میں بیلٹ پیپر لیے ووٹنگ بوکس کی طرف جا رہا ہے یہ بوکس کار کی طرح بنایا گیا ہے۔

بیکرے ڈوگوسکول میں ووٹوں کی گنتی کا وقت ہے ووٹوں کی گنتی الیکشن آفیسرز کی نگرانی میں ہو رہی ہے۔

سب کے لیے پیدائشی سرٹیفکیٹ

میرے گاؤں میں بچوں کے حقوق بُری طرح سے پامال ہوتے ہیں۔ اکثر بچوں کے پاس تو پیدائشی سرٹیفیکٹ ہی نہیں ہیں۔ کئی بچے ایسے ہیں جن کے پاس سکول کی وردی نہیں ہے صبح کے وقت اٹھتے ہی میں منہ دھو کر گھر کا صحن صاف کرنے لگتا ہوں۔ میں گھر کے لیے پانی لاتا ہوں کیونکہ نہانے سے پہلے پانی لانا ضروری ہوتا ہے۔ ناشتہ کرنے کے بعد میں اپنی ماں کے ساتھ کھیتوں میں جاتا ہوں، مجھے ہر روز یہ کرنا پڑتا ہے جمعہ اور اتوار کے دن میں کھیتوں میں نہیں جاتا بلکہ گھر پر رہ کر کپڑے وغیرہ دھونے کے کام کرتا ہوں۔

میں کھیتوں میں کام کرتے وقت کوکوا کے بیج لگاتا ہوں۔

میں جانتا ہوں کہ سکول کا ہر بچہ وردی پہن کر سکول آئے۔ اور اُن کے گھر میں کھانے کے لیے خوراک موجود ہوتی کہ وہ کھیتوں میں جانے سے پہلے کچھ کھا سکیں۔

میرے خیال میں سب سے ضروری ہے کہ تمام بچوں کے پاس پیدائشی سرٹیفیکٹ ہوں۔

بچوں کے حقوق کے انعام کا پروگرام ہمیں بچوں کے حقوق کی تعلیم دیتا ہے اور گلوبل ووٹ سے ہم الیکشن کے اصل طریقہ کار سے واقف ہوتے ہیں۔ میں اکثر بچے دوستوں سے بچوں کے حقوق کی بات کرتا ہوں۔ میرے کچھ دوست سکول نہیں جا پاتے لیکن میں سب سے اُن کے حقوق کی بات کرتا ہوں۔

گلوب ہمیں بڑی اہم معلومات دیتا ہے جو بچوں کی بہتری اور بچوں کے حقوق کے بارے میں ہیں۔ یہ معلومات ہماری زندگی کے لیے بڑی مفید ہیں۔ (لاریسا 10 سال
بچوں کے حقوق کا سفیر
ای، پی، پی بیکرے ڈوگوسکول

گھنی بساؤ

استاد ہمیں مارتے ہیں

مجھے گلوب پڑھنا بہت پسند ہے کیونکہ گلوب سے میں نے بہت اہم چیزیں سیکھی ہیں میرے سکول میں استاد بچوں کو مارتے ہیں میں اکثر سکول جانے سے ڈرتا ہوں ایک دفعہ میں نے اپنے ایک استاد کو بتایا کہ ہمارے سکول میں بچوں کو بہت مارا جاتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ جو بچے مار کھا کر خاموش رہیں ان کو مار پڑتی ہی رہے گی ۔ بچوں کو مار کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے میں نے گلوب میں پڑھا ہے کہ ہم بچوں کو اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانی چاہیے اور تشدد کے خلاف شکایت کرنی چاہیے۔ فرنینڈ و 10 سال پروفیسر جوسے دی ساوس سکول

میں لڑکیوں کو بچپن کی شادی سے بچانا چاہتی ہوں

میرا گھر اس سنٹر کے قریب ہے جس میں اُن لڑکیوں کو لایا جاتا ہے جن کی بچپن میں شادی کردی گئی ہو اور اکثر یہ شادیاں بڑی عمر کے لوگوں سے کی جاتی ہیں۔

اس سنٹر نے ہی مجھے گلوب دیا اور اُن کو پڑھنے کا موقع دیا اس سنٹر میں جب گلوب کا پروگرام ہوا تو میں نے بھی گلوبل ووٹ میں حصہ لیا۔ کچھ لڑکیاں تو اس سنٹر سے بھاگ جاتی ہیں جن کو واپس لانے کے لیے پولیس کی مدد لینا پڑتی ہے ۔ایسی لڑکیوں کو AMIC سنٹر لایا جاتا ہے۔ میں اکثر ان لڑکیوں سے ملنے جاتی ہوں وہ لڑکیاں میری دوست بن جاتی ہیں لڑکیاں بتاتی ہیں کہ ان پر بہت تشدد ہوتا رہا ہے۔ان کے گھر والے مار مار کر ان کو راضی کر لیتے ہیں کہ یہ لڑکیاں بڑی عمر کے مردوں سے شادی کر لیں۔

میں ایک 12 سال کی لڑکی سے ملی جس کی شادی ذبردستی 60 سال کے بابے سے کر دی گئی تھی ۔اس لڑکی کی کہانی سن کر میں بہت پریشان ہوئی اس کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ میں وکالت کی ٹریننگ کروں اور آنے والے وقت میں جج بن جاؤں ۔اور اس طرح کے لوگوں کو سزا دوں جو چھوٹی عمر کی لڑکیوں کی ذبردستی شادیاں کرتے ہیں (نادی 13 سال ڈومن گوس راموس سکول)

پولنگ بوتھ اس بات کی ضمانت ہے کہ بیکرے ڈوگو سکول کے بچے کس کو ووٹ دیتے ہیں یہ ایک راز ہے

گلوب کو پڑھنے کے سفر سے معلومات کی دریافت

میں اپنے ماں باپ کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتا ہوں ۔ہم کوکوا کے پودے لگاتے اور اُن کی حفاظت کرتے ہیں۔

بعض اوقات میں اپنے باپ اور چچا کے ساتھ ریتلی زمین سے سونا نکالنے کا کام کرتا ہوں ۔ہم زمین کو کھودتے ہیں اور مٹی کو پانی میں ڈال کر اُس میں سے سونے کے ذرات اکٹھے کرتے ہیں۔

’’ہمیں والدین کو یہ بتانا چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو سکول جانے دیں اور والدین کو بچوں کے لیے سکول تعمیر کرنا چاہیں اُن کو سکولوں میں کمرے اور کھانے کے ہال بنانے چاہیں۔

میری خواہش ہے کہ تمام بچے سکول جائیں ۔لیکن میرے گاؤں میں ایسا نہیں ہے بلکہ یہاں اکثر لڑکیوں کو بچپن میں ہی شادی کرنا پڑتی ہے کیونکہ اُن کے والدین کو تعلیم کی اہمیت کا کوئی پتہ نہ ہے ۔ اُن کو یہ بھی علم نہیں ہے کہ چھوٹی عمر کی شادی لڑکیوں کے لیے خطرناک ہے۔

پہلے مجھے اپنے حقوق کے بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا۔ بچوں کے حقوق کے پروگرام کا شکریہ کہ اس نے مجھے بچوں کے حقوق اور خاص کر لڑکیوں کے حقوق سکھائے ۔ میں اپنی دوستوں سے بچوں کے حقوق کے بارے میں بات کرتی ہوں مجھے بچوں کے حقوق کے انعام کا پروگرام بہت پسند ہے کیونکہ اس سے مجھے پتہ چلا کہ دنیا میں بچے کیسے حالات میں زندگی گزار رہے ہیں میرے لیے گلوب کو پڑھنا معلومات کی دریافت کا سفر ہے جس نے مجھے بچوں کے حقوق سکھائے ہیں۔ میں نے اپنے بھائیوں ، بہنوں اور والدین کو گلوب دکھاتی ہوں وہ بہت خوش ہیں کہ میں گلوب پڑھتی ہوں۔

لیکن میرے والدین یقین نہیں کرتے کہ بچے اپنے حقوق کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں جس کا ذکر گلوب میں ہے۔ (پائل 14 سال ای، پی، پی بیکرے ڈوگو سکول

ووٹ کے نتائج کا وقت

گھنی

تمام بچوں کی برابر حیثیت

میری ماں نے میری مدد کی کہ میں گاؤں کی غربت سے نکل جاؤں ۔اس نے مجھے بڑے شہر میں میری خالہ کے پاس بھیج دیا۔ جہاں میں سکول جانا شروع کر سکتی ہوں ۔اس گھر میں مجھے بہت سا کام بھی کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے میری پڑھائی میں کمی رہ جاتی ہے۔ خاص کر مجھے امتحان کے دوران مشکل ہوتی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی ہے کہ جب سب بچوں کے حقوق برابر ہیں تو لڑکیوں کے حقوق کا احترام کیوں نہیں کیا جاتا بچوں کے حقوق کے انعام کا پروگرام ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم سب کی حیثیت برابر ہے اور ہم سب بچوں کو اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانی چاہیے اور ہمارے حقوق کے تحفظ کو لازم بنانا چاہیے (امانتا)

میں تبدیلی لاسکتی ہوں۔

’’جب میں اپنی بات کرتی ہوں تو لوگ میری بات پر دھیان نہیں دیتے۔ جب تک میں گھر کے کام پورے نہ کرلوں، میں کھیل نہیں سکتی اور آرام بھی نہیں کرسکتی۔ میرے علاقہ میں بچوں کے حقوق کی سب سے بڑی پامالی یہ ہے کہ بہت سارے بچوں کو سکول نہیں بھیجا جاتا۔

لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر نہیں سمجھا جاتا ہمیں کھانا پکانا پڑتا ہے۔، گھر کی صفائی کرنا پڑتی ہے۔ برتن ڈھونا پڑتے ہیں اور کپڑے دھونا پڑتے ہیں ہمیں کھیلنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ ہمیں والدین کو سکھانا ہوگا کہ وہ تمام بچوں کے حقوق کا احترام کریں اور لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر اہمیت دیں۔
بچوں کے حقوق کے پروگرام کے ساتھ کام کرنے سے میں اور میری دوست لڑکیاں اپنے تجربات اور اپنے خیالات دوسرے بچوں کو بتا سکتے ہیں۔ میں نے اس پروگرام سے بچوں کے حقوق اور بڑی مفید معلومات سیکھی ہیں۔ میں نے ان ہیروز کے متعلق پڑھا ہے جو بچوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ میں نے جمہوریت کی تاریخ پڑھی ہے اور میں نے یہ حقائق پڑھے ہیں کہ جمہوریت مجھے فیصلہ کرنے کی آزادی دیتی ہے اور مجھے اپنی رائے کا اظہار کرنے کی پوری آزادی ہے۔
میں گلوب کو گھر لیکر جاتی ہوں اور میرے والدین بھی اس کو پڑھتے ہیں وہ اس کو بہت پسند کرتے ہیں مجھے ایسا لگتا ہے کے جیسے میں بہت اہم ہوں اور میں معاشرے میں تبدیلی پیدا کرسکتی ہوں۔
بچوں کے حقوق کی سفیر ہوتے ہوئے میں بچوں کے حقوق اور مفادات کی حفاظت کرنے کی کوشش کرتی ہوں‘‘ جیکولین 15 سال ایکولے کمیونسے

میں نے صدر کو گلوب دیا

’’میرے تمام حقوق کا احترام ہوتا ہے لیکن میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کرسکتی یہاں جب بڑے بات کررہے ہوتے ہیں تو بچوں کو بات کرنے کی اجازت نہیں ہوتی لیکن مجھے بچوں کے حقوق کی سفیر ہونے پر فخر ہے اور میں سب کو بتاتی ہوں کہ ان کو بچوں کے حقوق اور جمہوریت کا احترام کرنا چاہیے!۔
میں اپنے دوستوں اور والدین کو گلوب دکھاتی ہوں اور وہ سب گلوب کو بہت پسند کرتے ہیں اور بچوں کے حقوق سیکھتے ہیں لوگ سوچتے ہیں کہ ہمیں گلوب ہمارے ملک کے سیاستدانوں کو دکھانا چاہیے یہاں تک کہ ہمیں گلوب ہمارے ملک برکینا فاسو کے صدر کو بھی دینا چاہیے۔ جب میں بڑی ہوجاؤں گی میں تو بڑی بہتری لاؤں گی خاص کر بچوں کے حقوق میں اسی طرح جس بچوں کے حقوق کے ہیروز لارہے ہیں‘‘ عادا 10 سال اکوئے پروی شباف

پورا خاندان گلوب پڑھتا ہے!

برکینا فاسو کے بچوں کو گلوب اور بچوں کے حقوق کے انعام کا پروگرام بہت پسند ہے، بہت ساری چیزیں بڑی واضح ہیں: لڑکیوں کے حقوق کا احترام زیادہ سے زیادہ ہو، بچے اپنے خاندان کے ساتھ مل کر گلوب کو پڑھیں اور بچوں کے حقوق اور خاص کر لڑکیوں کے حقوق برابر ہیں۔

بچپن کی شادی سے انکار

’’ہمیں کھیلنا بہت پسند ہے لیکن ہمیں کوئی کھیلنے نہیں دیتا۔ ہمیں تشدد سے بھی کوئی نہیں بچاتا اور ہمیں اپنی بات کرنے کا حق نہیں دیا جاتا۔
جب بھی میں بات کرنا چاہتی ہوں بڑے ہمیشہ مجھے چُپ کروا دیتے ہیں۔
یہاں لڑکیوں کے ساتھ سخت رویہ اپنایا جاتا ہے اور نہ لڑکیوں سے پیار سے بات کی جاتی ہے۔‘‘
میں اپنے سکول میں بچوں کے حقوق کی سفیر ہوں اور میں یہاں بچوں کے حقوق کی بات کرتی ہوں۔ میں سب کو بتاتی ہوں کہ جمہوریت کا مطلب دوسروں کی بات کو سننا اور سب کلب نے گلوبل ووٹ کے دن کا انعقار کیا۔ اس الیکشن میں صرف بچے ووٹ ڈال سکتے ہیں۔ اس لیے مجھے یہ دن بہت اچھا لگا ہم باری باری گلوب کو اپنے گھر لے جاتے ہیں میری بہنیں اور بھائی بھی گلوب کو پڑھتے ہیں میں مستقبل میں ایک ایسا گھر بنانا چاہتی ہوں جہاں وہ بچے رہیں جو بچپن کی شادی جیسی جو بوسیدہ رسم کے خلاف ہیں (ڈی جامیلا، 10 سال)

ہمارے ہمسائے ہم سے گلوب ادھار لیتے ہیں

کچھ لڑکیوں سے نوکروں کی طرح کام لیا جاتا ہے۔ اُن کو کئی گھنٹوں تک بغیر وقفہ کئے کام کرنے پڑتے ہیں اور اُن کو کوئی معاوضہ بھی نہیں ملتا۔ یہ بہت غلط ہے!
بہت ساری لڑکیوں کو چھوٹی عمر میں شادی کرنا پڑتی ہے اور اُن کا سکول چھوٹ جاتا ہے میں نے بچوں کے حقوق کے پروگرام کے ساتھ مل کر کئی اہم کام کیے ہیں: گلوب کا مطالعہ کرنے سے لیکر پریس کانفرنس تک۔ ہمارے سکول میں بچوں کے حقوق کا کلب ہے اور مجھے بچوں کے حقوق کی سفیر کی ٹرئینگ دی گئی ہے میرے خاندان کے تمام افراد گلوب پڑھتے ہیں اور ہمارے پڑوسی بھی ہم سے گلوب ادھار لیتے ہیں۔

ہم آپس میں بات چیت کرتے ہیں کہ ہم نے گلوب سے کیا سیکھا! یہ پہلا موقع ہے کہ کچھ بچوں نے گلوب پڑھا اور بچوں کے حقوق کے بارے سیکھا۔ بچوں کے حقوق کی سفیر بن کر یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں بچوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کروں۔ میں بڑی ہوکر معذور بچوں کے لیے کام کرنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ اکثر اُن کے ساتھ بُرا سلوک ہوتا ہے۔ میں اُن کے برابری کے حقوق کے لیے کام کرنا چاہتی ہوں
نینسی آرینانے، 10 سال ایکولے پروی لی میسگر

بیتا CEO تانگن میں بچوں کے حقوق کے کلب کی میٹنگ موجود ہے۔

بچوں کے حقوق کا پراگرام میرے خاندان کوسکھاتا ہے

’’ میرے پاس کبھی کھیلنے کا وقت نہیں ہوتا کیونکہ میں لڑکی ہوں ۔ مجھے بتایا جاتا ہے کہ کپڑے دولوں جب یہ کام ختم ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے فرش صاف کر لو، کچھ لڑکیوں کو تو سکول ہی نہیں جانے دیتے اور نہ ان کو دوسری لڑکیوں کے ساتھ کھیلنے دیتے ہیں ۔ایسا لگتا ہے کہ وہ قیدی ہیں ۔ بہت ساری لڑکیوں کو تعلیم حاصل نہیں کرنے دیتے اوران کی شادی کردی جاتی ہے ۔میں بچوں کے حقوق کے پروگرام کا حصہ ہوں اور یہ میرے لیے بڑی خوشی کی بات ہے ۔کہ میں بہت سی نئ معلومات سیکھ چکی ہوں ۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ جمہوریت ہمیں انتخاب کا حق دیتی ہے ۔اور ہمیں دھوکہ دہی سے بچاتی ہے ۔میں بچوں کے حقوق کی سفیر ہوں اوران کے حقوق کے لیےآواز اٹھاتی ہوں۔میں اپنے گھر میں اونچی آواز میں گلوب پڑھتی ہوں تاکہ میرا سارا خاندان سنے ۔میرے گھر والے بچوں کے حقوق کے بارے میں سیکھ رہے ہیں ۔ اینابیلا 11 سال اکولے سمبونسے

گلوب ایک قیمتی خزانہ ہے

جس جگہ میں رہتی ہوں یہاں لڑکیوں کو بہت سخت کام کرنا پڑتا ہے۔ کچھ بڑے لوگ چھوٹی لڑکیوں کے ساتھ جنسی ذیادتی کرتے ہیں۔ کچھ لڑکیاں جوسارادن کام کرتی ہیں ان کو سارے پیسے اپنے والدین کو دینا پڑتے ہیں ۔اوران کو کھانے کے لیے روٹی بھی کم ہی نصیب ہوتی ہے ۔

میں اپنی دوستوں اور خاندان کوگلوب پڑھنے دیتی ہوں ۔میری ایک دوست گلوب واپس نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ گلوب اپنے سکول لے جائے اور دوسری لڑکیوں کو بھی دکھائے ۔اصل میں گلوب ایک قیمتی خزانہ ہے جو بچوں کے حقوق کے علم سے بھرا ہوا ہے۔

بچوں کے حقوق کا پروگرام ہمارے لیے بہترین تحفہ ہے ہمیں حقوق کا علم بھی دیتا ہے جو ہمیں فرائض پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ مجھے احساس ہوتا ہے کہ میں بچوں کے حقوق کی آواز بلند کرتی ہوں تو دوسری لڑکیوں کو بھی ہمت ملتی ہے۔ میں اپنی ماں کو سمجھاتی ہوں کہ لڑکے اور لڑکیاں برابر ہیں اور اُن کے حقوق بھی برابر ہیں۔ بچوں کے گلوبل ووٹ میں حصہ لیکر لگتا ہے کہ میں بچوں کے حقوق کے لیے لڑ رہی ہوں (اسٹیلا 12 سال)

بچوں کے حقوق کا پروگرام بہتر زندگی کے لیے خاص دوا

اپنے سکول میں بچوں کے حقوق کے پروگرام میں شامل ہوکر میں نے بچوں کے حقوق کے ہیروز کے طور پر خود کوشش کی ۔ میں نے اپنے دوست سفیروں کی مدد کی کہ اُن کو اچھی طرح بچوں کے حقوق کے ہیروز کا پتہ چلے اور ان کے والدین کو بھی بچوں کے حقوق کا پتہ چلے۔

گلوبل ووٹ کے دن میں نے سیکھا کہ اکثریت کی رائے ہی جمہوریت فیصلہ ہے میں گلوب اپنے گھر لے کر جاتا ہوں اور ہم میں سے کوئی ایک اس کو اونچی آواز میں پڑھتا ہے اور سارا خاندان سنتا ہے۔ہم نے سیکھا ہے کہ کچھ لوگ بچوں کونقصان پہنچائے ہیں لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو بچوں کی مدد کرتے ہیں ۔گلوب ایک ایسی دوا کی طرح ہے جو بچوں کی آنے والی زندگی کو بہتر بناتی ہے ۔ وِیز 13 سال ایکولے لکمبونسے

مستقبل کے لیے ٹریننگ

میری رائے کا اظہار میری حق ہے اور اس حق کا احترام نہیں کیا جاتا۔ جہاں میں رہتی ہوں یہاں بچوں کو بُری طرح بیٹا جاتا ہے اور اُن کے کھانے پینے کا کوئی خاص انتظام نہیں ہوتا اور خوراک کی بھی کمی ہے یہاں لڑکیوں کو لڑکوں سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے ۔اور اُن کو آرام کرنے کا وقت کبھی نہیں ملتا۔ میں بچوں کے حقوق کی سفیر ہوں اور میں مقامی رہنماؤں ، والدین ، اساتذہ اور بچوں کو اُن کے حقوق کے متعلق آگاہی دیتی ہوں ۔ میں بچوں کو بتاتی ہوں کہ اپنی زندگی اپنی پسند اور ناپسند کے مطابق گزاریں ۔بچوں کے حقوق کا پروگرام ہمیں اچھے مستقبل کے بارے میں سکھاتا ہے ایسا مستقبل جہاں بچوں کے حقوق کا احترام ہو۔

جرمین 11 سال اکولے پروی پریماری ٹیکسنِ گودی وِیڈا

بچوں کے حقوق کے کلب کی میٹنگ کے دوران بچے گلوب کو اونچی آواز میں پڑھتے ہیں ۔اور بچوں کے حقوق کے بارے میں بات کرتے ہیں بچےلڑکیوں کے مساوی حقوق اور جمہوریت کی بات کرتے ہیں ۔

نیپال حقوق کا پروگرام مجھے دوسروں کی مدد کرنا سکھاتا ہے

میرے گاؤں میں بچوں کے حقوق کا احترام ہوتا ہے لیکن بچوں کو صرف سکول بھیجنے کا مطلب یہ نہیں کہ اُن کو متوازن خوراک بھی مل رہی ہے۔ بچوں کی مشقت کو بند کرنے کے لیے میں اُن لوگوں سے بات کرسکتی ہوں جو بچوں سے ذبردستی کام کرواتے ہیں بچوں کے حقوق کے پروگرام نے میری زندگی پر بڑے مثبت اثرات ڈالے ہیں۔ اس نے مجھے سکھایا ہے کہ کس طرح بچوں کی مدد کی جائے جن کو مدد کی ضرورت ہے۔ میری ماں بھی گلوب کو پڑھا ہے اور وہ کہتی ہے کہ اُس نے بھی اس سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ میں ساری زندگی بچوں کے حقوق کی حفاظت کرتی رہوں گی۔ کامنا 15 سال شری ٹاپ پیشوز سکول

بچوں کے حقوق کا پروگرام بچپن کی شادیوں کو ختم کرتا ہے

سینیگال

''بچوں کے حقوق کے پروگرام نے مجھے بچوں کے حقوق کے متعلق بہت ساری اچھی باتیں سکھائی ہیں۔ اس کی وجہ سے مجھے پڑھائی جاری رکھنے میں مدد ملی ہے۔ بچوں کے حقوق کے پروگرام کے ساتھ کام کرتے ہوئے ہمیں تین سال ہوئے ہیں اور ان تین سالوں میں بچوں کے چھوٹی عمر میں شادی کرنے کے رجحان میں بڑی کمی آئی ہے'' (کورشما، توفیندے گاندے سکول)

بینن

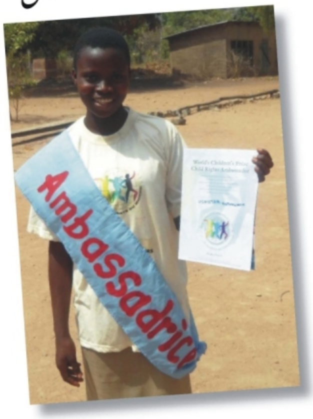

میں تبدیلی لاسکتی ہوں

''میں جب بڑی ہونگی میں بچوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کرتی رہونگی تا کہ بچوں کو ظلم، جبری مشقت، غلامی اور تشدد سے بچایا جاسکے۔ خاص کر لڑکیاں جن پر کوئی ظلم کرتا ہے اور زیادہ مظلوم ہوتی ہیں۔ بچوں کے حقوق کہ پروگرام نے مجھے اپنے حقوق کے بارے میں سکھایا ہے اور بتایا ہے کہ میں کس طرح تبدیلی لاسکتی ہوں (حرمین 15 سال بچوں کے حقوق کی سفیر الفریڈ سکول)

حقوق کے لیے لڑنے کی ہمت

''میری عمر کی بہت ساری لڑکیوں کی شادی کردی گئی ہے بچوں کے حقوق کا پروگرام مجھے تعلیم جاری رکھنے کی ہمت دیتا ہے اگر میں ہمت ہار لی تو میری ساری بہنیں بھی ہمت ہار جائیں گی۔ بچوں کے حقوق کے پروگرام کے ذریعے ہم بڑوں کو سکھاتے ہیں کہ لڑکیوں کی چھوٹی عمر میں شادی نہ کریں ہم گاؤں میں سب کو بتاتے ہیں کہ سکول جانا بچوں کا حق ہے اور بچپن کی شادی ان کی بیٹیوں کے لیے خطرناک ہے اور ان کی صحت کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ بچوں کے حقوق کے پروگرام نے مجھے اور دوسری لڑکیوں کو ہمت دی ہے۔ تھیلو 17 سال کیسی ڈی گالویا

مظلوم لڑکیوں کی آواز بننا چاہتی ہوں

بچوں کے حقوق کی سفیر بن کر ایسا لگتا ہے جیسے میں لڑکیوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے تیار ہوں۔ اور میں اُن بچوں کے حقوق کی آواز بن گئی ہوں جن کی کوئی آواز نہ ہے۔ اور جن کی کسی کو پرواہ نہ ہے۔
میں ایسی لڑکیوں کی آواز ہوں جنھوں نے بڑے بُرے تجربات کیے ہیں اور جن کے ساتھ بڑی زیادتیاں ہوتی ہیں اور جن کو ظلم کا شکار بنایا جاتا ہے میں اپنے سکول میں بچوں کے حقوق کے پروگرام کے اطلاق کے لیے مدد کروں گی۔ اور ہم نے سیکھا ہے کہ جمہوریت کیسے کام کرتی ہے۔ اس لیے میں گلوبل ووٹ کے دن کا انتظار کر رہی ہوں۔ رام دینا تھ بچوں کے حقوق کی سفیر لا گیتے سکول

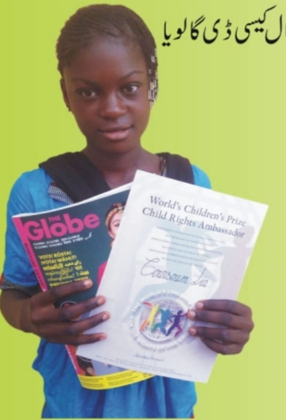

میں نے اپنے باپ کو مائل کیا

کہ وہ اپنی سوچ کو بدلے۔ میرے باپ نے مجھے اور میرے بہن بھائیوں کو سکول جانے کی اجازت دے دی۔ اگر بچوں کے حقوق کا پروگرام نہ ہوتا تو میرا باپ کبھی ہمیں سکول جانے کی اجازت نہ دیتا۔ کورسُوم 13 سال
توفیندے گاندے سکول

تنزانیہ

گلوبل ووٹ اینگلنگ سکول مسائی بچوں کے درمیان تنزانیہ میں

بچوں کے حقوق کے پروگرام نے گاؤں میں سب کو تبدیل کردیا ہے۔

پہلے میرا باپ چاہتا تھا کہ میں سکول چھوڑ دوں اور گاؤں کے مدرسے میں قرآن سیکھنے کے لیے جایا کروں۔ بچوں کے حقوق کے پروگرام کی وجہ سے میرے باپ میرے سکول کے پروگرام میں خود میرے ساتھ آیا۔ بچوں کے حقوق نے واقعی میرا پورا گاؤں بدل دیا ہے!۔ ابو، 14 سال توفیندے ،گاندے سکول۔

کونگو برزاوِل

ہم سب برابر ہیں

’’میرا بھائی اور میں اُس وقت سے گلوب پڑھ رہے ہیں ہم چھٹی جماعت میں تھے ۔ اس نے ہماری پُر وقار نشو ونما میں بڑی مدد کی ہے۔ بیشک ہم سب بچے برابر ہیں۔

ہمارے والدین نے ہمارے گلوب کے ساتھ لگاؤ کو پسند کیا ہے اور اُن نے ہمیں حوصلہ دیا ہے کہ ہم گلوبل ووٹ میں شامل ہوں ۔ بینی 15 سال لا فرینتر نیتے سکول

کونگو برازاویل کے جے پی ای سکول میں گلوبل ووٹ

یہ ہمیں اچھے اعمال کرنا سکھاتا ہے۔

بچوں کے حقوق کا پروگرام ہماری مدد کرتا ہے کہ ہم اُن بچوں پر دھیان دیں۔ جن کو ہماری مدد کی ضرورت ہے۔ بچوں کے حقوق کے پروگرام کا حصہ ہونا بہت اچھی بات ہے کیونکہ یہ ہمیں ہمارے حقوق سے روشناس کرتا ہے اور ہمیں اچھے اعمال کرنا سکھاتا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ میں آنے والے وقت میں اُن بچوں کی مدد کرنے کے قابل ہو جاؤں گی جن کو میری مدد کی ضرورت ہے ۔ ترشا 11 سال ، الابل سنٹرل سکول

فلپائن

بچوں کے حقوق کا پروگرام بچوں کو متحد کرتا ہے

’’بچوں کے حقوق کا پروگرام بچوں کی زندگیوں میں بڑا اہم قلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ یہ اُن کو اس قابل بناتا ہے کہ اُن کی آواز کو سنا جائے ۔ اس نے ساری دنیا کے بچوں کو متحد کیا ہے اور اُن کے استحصال کے خلاف آواز اٹھائی ہے ۔ میں نے اس پروگرام سے علم حاصل کر کے دوسرے بچوں کو اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانے کی ہمت دی ہے ۔ مارسیدا 16 سال ماگیلان سکول

گھانا

گھانا کے جمستار سکول میں بچوں کی لمبی قطار اور ووٹوں کی گنتی

ٹوگو

میں اپنی پرانی عادات بدلنا چاہتا ہوں

’’ہم ہر دن میں خدا کے فضل سے انسانی حقوق کے استحصال ، جمہوریت کے احترام کی کمی اور ماحولیاتی مسائل کے متعلق اپنے دوستوں سے بات کرتے ہیں۔

ہم نے ماحول کو بہتر کرنے کی مہم کئی گاؤں میں چلائی ہوئی ہے

بچوں کے حقوق کے پروگرام نے ہمیں تبدیلی ساز بچے بنا دیا ہے ۔

میں اپنی پرانی عادات کو بدل رہا ہوں تا کہ ہم بدلیں اور دُنیا کو بہتر بنا سکیں۔ جسٹن 11 سال، ای ایل پی سینو سکول

بُرے حالات میں گری ہوئی لڑکیوں کی آواز

’’ہم کوشش کر رہے ہیں کہ کوئی بھی بچہ ایسا نہ ہو کہ جس کی آواز کو سنا نہ جائے جب ہم کہتے ہیں کہ وہ بچے جن کی آواز کو سنا نہیں جاتا اس کا مطلب ہے کہ ایسی لڑکیاں جن پر بچپن میں تشدد کیا جاتا ہے ۔ اور جن کو جنسی طور پر ہراساں کیا جاتا ہے جب ہم نے گلوب کو پڑا تو ہمیں اس نے بڑا متاثر کیا اور اس میں آئی گی کہانیوں نے بھی ہمیں بڑا متاثر کیا ۔ اب ہم ان تمام برائیوں سے لڑ رہے ہیں جس کے باعث لڑکیوں کو سکول چھوڑنا پڑتا ہے ۔ اور ان کا مستقبل خراب ہوتا ہے ۔ گلوب ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے استحصال سے ہم لڑکیوں پر ہونے والے مظالم کو روک سکتے ہیں‘‘ الاتے ، 12 سال سی ، ای ، ایف ، لینگو وی سکول

بچوں کے حقوق کے منتخب ہیرو

سپیسن نحسین غازا

سپیس کا انتخاب کیوں کیا گیا؟

سپیس نحسین غازا 25 سال سے ملک برونڈی میں یتیم اورغریب زدہ بچوں کے لیے کام کررہی ہے برونڈی دنیا کا غریب ترین ملک ہے اور ہر بانچ میں سے ایک بچہ یتیم ہے اور اِن بچوں کی تعداد 700000 ہے ہر دس میں سے چار بچوں کی پیدائش کوسرکار رجسٹر ہی نہیں کرتی ۔اس لیےان بچوں کے لیےصحت کی سہولتیں،ان بچوں کے لیے تعلیم کابندوبست اور جائیداد کا انتقال نہیں ہو پاتا۔

جب سپیس اوران کی بہنیں کاریتاس بڑے ہور ہے تھے تو ان کوسکھایا گیا تھا کہ کیسے بیمار اور کمزور لوگوں کی مدد کرنی ہے۔

اور 1992 میں جب وہ اُن کی دیکھ بھال کر رہی تھیں جب کے والدین ایڈز کی بیماری سے مر گئے تھے تو اس دوران انہوں نے FVS تنظیم بنائی جس کو اب FVC آرمیڈ کہا جاتا ہے۔1993 میں ہونے والی سول جنگ میں بہت سے لوگ مارے گئے اور یتیم ہو گئے ۔ان بچوں کے پاس نہ والدین رہے اور نہ رہنے کے لیے گھر تھے

سپیس اور FVS نے ان بچوں کے لیے نئے گھر بنائے FVS ایک بورڈنگ سکول چلارہی ہے یہ سکول گلیوں میں رہنے والے بچوں کے لیے سکول بھی ہے اور اس کو کلینک کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے ۔اس سے بچوں کوتعلیم حاصل کرنے اور علاج کی مفت سہولت دونوں میسر ہوتی ہیں ان نے غریب خاندانوں کے لیے سوشل سکیورٹی فنڈ بھی قائم کیا ہوا ہے ۔FVS نے 1700 سے زاہد خیر سگالی گروپ بنا رکھے ہیں۔ جو اکثر اکھٹے ہوتے ہیں اور چندہ دیتے ہیں یہ رقم بعد میں چھوٹے قرضوں کی صورت میں گاؤں کے لوگوں کو چھوٹے چھوٹے کاروبار چلانے کے لیے دیا جاتا ہے۔

یہ کاروبار سکولوں کے یونیفارم سلائی کرنے، بیگ سلائی کرنے یا سکول کے جوتے وغیرہ بنانے کا ہوسکتا ہے۔غریب خاندانوں کو مدد دی جاتی ہے اور یتیم بچوں کو کھانے پینے کی اشیاء رہائش اور تعلیم کے لیے وسائل دیے جاتے ہیں ۔سپیس نے بچوں کی حفاظت کے لیے بھی بہت سارے گروپ بنائے ہوئے ہیں یہ گروپ اُن بچوں کی مدد کرتے ہیں جن کے حقوق کو پامال کیا گیا ہو۔ یہ گروپ اُن بچوں کو قانونی امداد دیتے ہیں۔

سپیس کو لوگ 50000 بچوں کی ماں بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ ہزاروں بچوں کو ماں کی طرح پال رہی ہے۔

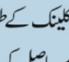

جب سپیس نحسین غازا اور اُس کی بڑی بہن کاریتاس بڑی ہورہی تھیں ۔اُن کو دوسروں کی مدد کرنا سکھایا گیا تھا۔ جب وہ ملک برونڈی کے شہر بوجمبورا کے ایک ہسپتال میں بیمار مریضوں کی دیکھ بھال کر رہی تھیں تب ہی اُن نے سوچ لیا تھا کہ اِن مریضوں کے بچوں کو بھی دیکھ بھال اور پرورش کی اشد ضرورت ہے۔اس لیے اُنھوں نے FVS قائم کیا۔ جو اس وقت پورے ملک میں بچوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے سرگرمِ عمل ہے

یہ سب اس وقت شروع ہوا جب 1989 میں سپیس کے خالو بیمار ہوئے اُس وقت اسپیس کو فارماسسٹ کی ٹرینگ ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا اور وہ ایک میڈیکل سٹور پر کام کرتی تھی ۔اُس کی بڑی بہن کاریتاس ایک نرس تھی ۔دو بہنیں اور ان کے ساتھ 7 دوسرے بہن بھائی بیمار اور غریب لوگوں کی مدد کرنے کے عادی ہو چکے تھے کیونکہ اِن کے والدین بھی سب کی مدد کرتے تھے۔سپیس کے دادا ہمیشہ بات کرتے تھے کہ کس طرح ان کے بڑوں نے پورے گاؤں کی مدد کی تھی جب پورا گاؤں کسی وبائی مرض میں مبتلا ہو گیا تھا۔سپیس کا گھر ان کے غریب رشتہ داروں کے لیے پناہ گاہ بنا ہوا تھا۔سپیس کے کچھ ماموں زاد بچے تو اس گھر پر ہی رہ رہے تھے کیونکہ اُن کے والدین مر چکے تھے ۔سپیس نے والدین ہمیشہ ہدایت کرتے تھے کہ جب بھی کوئی ضرورت مند آجائے تو اس کے ساتھ پورا تعاون کیا جانا چاہیے ۔ یہاں تک کے اپنے کپڑے اور کھانا بھی ان کو دینا چاہیے ۔اس لیے یہ بڑی قدرتی بات تھی کی جب ان کے خالو بیمار ہوئے تو ان نے اس کا پورا پورا خیال رکھنا شروع کر دیا۔

سپیس کے بہن بھائی اور ماموں زاد بچے سب خالو کا خیال رکھتے تھے ۔اُن کے کپڑے دھوتے تھے، اُن کو کھانا دیتے تھے ۔اوران کے جوتے تک صاف کر دیتے تھے ۔ایک دن جب سپیس ہسپتال آئی تو سارے مریض اُس کو غور سے دیکھ رہے تھے ۔سپیس نے اپنے خالو سے پوچھا کہ سارے مریض اُسکی طرف کیوں دیکھ رہے ہیں؟ خالو نے بتایا کہ جب بھی آپ یہاں آتے ہو اور کھانا دے کہ چلے جاتے ہو، یہ سارے لوگ کھانا کھاتے ہیں ۔اوران سب کو ملنے تو کوئی بھی نہیں آتا ہے ۔اس لیے جب تم آتی ہو تو سب بہت خوش ہوتے ہیں۔

بہت سارے بچے

جب وہ گھر گئی تو اس نے سب کو یہ بات بتائی اور سب نے فیصلہ کیا کہ اب وہ ہسپتال میں کچھ زیادہ کھانا لے کر جایا کرے گی۔

TEXT: ERIK HALKJAER. PHOTOS: JESPER KLEMEDSSON

لیکن وہ جتنا بھی کھانا لیکر جاتی سارا لوگوں میں بانٹ دیا جاتا اور وہ کبھی کافی نہ ہوتا تھا۔ اُس کی بہن کاریتاس نے ہسپتال میں عورتوں اور اُن کے بچوں کا خیال رکھتی اور اُن کو کھانا دیتی۔ زیادہ سے زیادہ مریضوں کی مدد کرنے کے لیے سپیس اور کاریتاس نے اپنے تمام گھر والوں کے ساتھ ملکر اپنے ہمسایوں اور دوستوں سے کہا کہ وہ بھی اُن کی مدد کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک کھانا اور امداد پہنچائی جا سکے۔ بہت جلد بہت سارے لوگوں نے ان کی مدد کرنا شروع کردیا۔ اور رضا کاروں کی بڑی تعداد ہسپتال میں مدد کرنے لگ گئی سپیس کی چھوٹی بہن جو ڈاکٹر کی تعلیم حاصل کررہی تھی۔ ڈاکٹروں نے اُس کو بتایا کہ ان کے خالو اور بہت سے دوسرے مریضوں کو ایڈز ہے۔

ہمارے بچوں کی مدد کریں

ایک دن ایک عورت مرگئی اور اُس کا ایک چھوٹا سا بچہ یتیم ہوگیا اب ہم کیا کریں؟ یہ سوال کاریتاس نے کہا۔ سپیس نے کہا کہ ہم سب کو بلاتے ہیں اور اس پر بات کرتے ہیں۔

اِن نے اخبار، ریڈیو اور چرچ میں اعلان کروایا کہ اگر کوئی اس بچے کو گود لینا چاہیے تو لے سکتا ہے۔ اُس بچے کو چھے ماہ تک کاریتاس کے خاندان کے ساتھ رہنا پڑا۔ پھر وہ بچہ ایک اور گھر میں تین ماہ رہا ایڈز میں مبتلا دوسرے لوگوں نے بھی سپیس کو کہنا شروع کردیا کہ اُن کے بچوں کا خیال رکھے۔ بہت سے والدین جب مرنے کو تھے تو اُن نے سپیس کی منت کی کہ ہمارے بچوں کا خیال رکھنا۔

سپیس نے کہا کہ اب ہمیں ایک تنظیم کی ضرورت ہے۔ اور 1992 کے آخر میں اُن نے FVS کی بنیاد رکھ دی۔ جو پیسے ان کو ملتے وہ بچوں کی خوراک اور سکول کے اخراجات کے لیے خرچ کرتے ہیں جو بچے ایڈز کی وجہ سے یتیم ہوئے یا سول جنگ کے نتیجے میں اُن کے والدین مارے گئے۔ وہ سب سپیس کے پاس آتے اور اُس کو دوست بنالیتے۔

اورامداد

جب برونڈی کی سرکار نے غریبوں کے لیے سستا علاج دینا شروع کیا۔ تو FVS نے اُن کا ساتھ دیا تاکہ زیادہ سے زیادہ صحت کارڈ بنائے جائیں۔ ان سرکار سے رابطہ اس طرح بہت اچھا رہا کہ دوسروں تنظیموں نے بھی ان سے رابطے کرنا شروع کردے۔ سوئزرلینڈ کی ایک خاتون نے کہا کہ مجھے آپ کا بات کرنے کا طریقہ اور کام کرنے کا طریقہ بہت پسند آیا ہے اس طرح اس عورت نے مختلف پروگرام بنانا شروع کردیے جن کو پروجیکٹ کہتے ہیں سپیس کو شروع میں اس جات کی سمجھ نہ آئی۔ اُس عورت نے کہا (اگلے صفحہ پر)

اور بڑے لوگوں کو چھوٹے قرضے دیے جاتے ہیں تا کہ وہ چھوٹے چھوٹے کاروبار کرسکیں ۔جب یہ پیسے قسطوں میں واپس آتے ہیں تو اِن پیسوں سے ممبران اور بچوں کے لیے علاج معالجہ کی سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں۔
اس میں سپیس کے لیے خاص بات یہ ہے کہ جو پیسہ لوگوں کو دیا جاتا ہے وہ واپس آ کر بچوں کے لیے خرچ ہوتا ہے جس سے وہ بیماریوں خاص کے ایڈز سے بچ سکتے ہیں

50,000 بچوں کی ماں

اکثر سپیس کو اس نام سے پکارا جاتا ہے کہ وہ ہزاروں بچوں کی ماں ہے۔FVS ہزاروں بچوں کی مدد کر رہا ہے اور وہ سارے بچے سپیس کو اپنی ماں کہتے ہیں ۔FVS ان تمام بچوں کو بہتر مستقبل دینے کی کوشش کر رہا ہے۔

خیر سگائی گروپ کے ممبر روپیہ پیسہ دیتے ہیں جس سے ان بچوں کی سکول کی فیس اور دوسرے اخراجات پورے کیے جاتے ہیں۔

کیا تم اپنا کام مختلف پروجیکٹ بنا کر نہیں کرتی ہو؟ پھر آپ دوسرے اداروں سے فنڈ کیسے لے سکتی ہو؟
اُس عورت نے کہا کہ اگر میں تم کو کہوں کہ جو پیسہ تم کو ملے تم اُس سے کیا کام کرو گی تو تم اُس کا کیا جواب دو گی؟ سپیس نے کہا کہ بچوں کو کھانا دونگی اور اُس عورت نے سپیس کو درخواست لکھنا سکھایا اور کہا کہ وہ فنڈ کے حصول میں مدد بھی کرے گی ۔ایڈز کو ختم کرنے کا کوئی طریقہ نہ تھا لیکن 2001 میں عالمی ادارہ صحت ''WHO'' نے اعلان کیا کہ برونڈی میں جس کو بھی ایڈز ہے اُس کی مدد کی جائے گی اور اُن کو ایڈز سے بچاؤ کی دوائی فری دی جائے گی۔
FVS نے دوایئوں کی فراہمی وغیرہ میں مریضوں کی مدد کرنا شروع کیا ان نے ایک کلینک کھول لیا۔ جہاں ایڈز میں مبتلا لوگوں کا علاج کیا جانے لگا۔اُن کو دوائی اور ہمت دونوں دیے جاتے تھے۔

مزید یتیم بچے

جو تنظیم دونوں بہنوں نے 1992 میں شروع کی تھی ۔اب اُس نے بہت سارے کام شروع کر دیے تھے ۔1993 کے آخر تک برونڈی میں بہت بری سول جنگ شروع تھی ۔ بہت سارے بچوں کے والدین مر گئے تھے۔FVS نے یتیم بچوں کے لیے نئے گھر بنائے۔
اُسی طرح جس طرح اُنھوں نے ایڈز کے مریضوں کے بچوں کے لیے کیا تھا۔
جن لوگوں نے اِن بچوں کو اپنے گھروں میں اولاد بنا کر رکھا تھا۔اُن کو اُن بچوں کے خرچ پورے کرنے کے لیے روپے پیسے کی ضرورت تھی اس وقت سپیس نے لوگوں کے خیر لگائی گروپ بنائے۔

اگر ایک بچہ تعلیم حاصل کر لیتا ہے۔تو وہ نوکری کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور کمائی کر کے غربت کو ختم کر سکتا ہے۔اور دوسرے بچوں کو سکول بھیجنے میں مدد کر سکتا ہے۔

بچوں کو تعلیم ملتی ہے، کالج اور یونیورسٹیوں تک پڑھنے کے لیے مدد ملتی ہے۔ اور اُن کو نوکریاں دی جاتی ہیں کہ وہ اپنے خاندانوں کی مدد کرنے کے قابل ہو جائیں۔ اگر اِن کوششوں سے ایک غریب خاندان یا ایک بچہ غربت سے باہر نکل جاتا ہے تو وہ اپنے پورے خاندان کی مدد کر سکتا ہے۔ اور دوسرے بچوں کی بھی مدد کر سکتا ہے۔ اب ان بچوں کا مستقبل روشن نظر آتا ہے۔

ایک اچھے خیال کا آغاز

ایک دن سپیس ایک بوڑھی عورت سے ملی جس کی بیٹی کے ساتھ زبردستی ہوئی تھی اور وہ حاملہ ہو گئی تھی لیکن وہ بچے کو جنم نہیں دینا چاہتی تھی۔ جب بچہ پیدا ہوا تو لڑکی نے بچہ ماں کو دیا اور خود کہیں غائب ہو گئی۔ جب سپیس اُس بوڑھی عورت کو ملی تو اُس نے دیکھا کہ بچہ بہت بیمار ہے۔ بوڑھی عورت نے بتایا کہ بچے کو اینٹی بائیوٹیک دوائی کی ضرورت ہے۔ اور بوڑھی عورت کے پاس پیسے نہ ہیں۔ اور بوڑھی عورت کے پاس پیسے تب ہونگے جب وہ سبزیاں بیچے گی جس کے لیے ابھی کئی دِن درکار ہیں۔

سپیس کا یہ خیال ہے کہ غریبوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنی مدد کر سکیں، غریب اور یتیم بچوں کی مدد کر سکیں، اتنا مقبول ہوا کہ اس وقت اُس کے خیر سگالی کے 1700 گروپ موجود ہیں

سپیس گھر پہنچی، ساری FVS ٹیم کو اکٹھا کیا اور اُن کو بتایا کہ اُس نے سوچا ہے کہ جن لوگوں کی وہ مدد کرتے ہیں اُن کی صحت کی انسورنش کرائی جائے اس طرح عورتوں کو علاج کروانے کے لیے فصلوں کی کٹائی کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا کیونکہ دوائی کی ضرورت اس وقت ہے۔

جب میں دیکھتی ہوں کہ کسی کو مدد کی ضرورت ہے۔ تو میں فوراً پوچھ لیتی ہوں اور بالکل دیر نہیں کرتی۔ جب میں غریب بچوں کو کتابیں پکڑ کر سکول جاتے دیکھتی ہوں۔ اس سے مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ اوپر تصویر میں ایک خیر سگالی گروپ سے مل رہی ہے۔

گاؤں کے لوگ جو اس گروپ کا حصہ ہیں وہ اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے بہتری پیدا کر رہے ہیں۔ اور ان لوگوں نے یتیم بچوں کو بھی گود لیا ہے۔ تا کہ اُن کی تعلیم جاری رہے اور اُن کو خاندان جیسا ماحول ملے۔

سپیس اور FVS کس طرح بچوں کے کام کرتے ہیں

☆ لوگوں کے خیر سگالی گروپ بنائے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی مدد سے بچوں کو گود لینے والے خاندان کو ڈھونڈا جاتا ہے ان بچوں کے لیے سکول، یونیفارم اور خوراک کا انتظام کیا جاتا ہے۔ خیر سگالی گروپ غریب خاندانوں اور غریب و یتیم بچوں کی مدد کرتے ہیں۔

☆ جو خاندان بچوں کو گود لیتے ہیں اُن کو چھوٹے چھوٹے قرضے دیے جاتے ہیں تا کہ وہ اپنے کاروبار شروع کر سکیں۔ اور اُن بچوں کی مدد کرتے رہیں جن کو گود لیا گیا ہے۔

☆ بچوں کی حفاظت کے گروپ بنائے جاتے ہیں بچوں کے والدین، رہنماؤں کو ترتیب دی جاتی ہے۔ اور قانونی و جسمانی امداد دی جاتی ہے خاص کر اُن بچوں کی امداد جن کے حقوق کو پامال کیا گیا ہو۔

☆ بچوں کی مدد کی جاتی ہے کہ اُن کو پیدائشی سرٹیفکیٹ مل سکیں۔

☆ بچوں کی سکول جانے میں مدد کی جاتی ہے اور بچوں کے لیے بورڈنگ سکول چلائے جاتے ہیں۔

جب نیتے کا باپ فوت ہوگیا تو اُس کے سوتیلے بھائیوں نے اُس کی زمین چھین لی۔ اُنھوں نیتے کی گائیں بھی چھیننے کی کوشش کی۔ جب اس کی ماں کو پتہ چلا تو وہ گاؤں میں بچوں کی حفاظت کے گروپ کے پاس گئی تو اُن کی مدد سے نیتے کو اس کی زمین اور دوسری جائیداد مل گئی۔

نیتے کی سوتیلی ماں اور سوتیلے بھائی اُس سے گائیں اور ساری جائیداد چھیننا چاہتے ہیں جو اُس کے والد سے اُس کے حصے میں آئی ہیں۔ لیکن FVS اور AMADE کے مدد کرنے سے اُس کو ساری چیزیں مل پائیں۔

نیتے کو اُس کی گائیں واپس مل گئیں

نیتے اور اس کی ماں رات کو سونے ہی والے تھے کہ اُنھوں گھر کے باہر سے آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اُنھوں نے ٹارچ پکڑی اور باہر نکلے تو نیتے کے تینوں سوتیلے بھائی کھڑے تھے اُن نے گائیں پکڑیں اور اُن کو باہر لے جانے لگے۔ نیتے کی ماں نے پوچھا کہ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں اُس نے چیخنا شروع کر دیا۔ بھائیوں نے کہا کے ہمارے باپ نے یہ گائیں خریدی تھی اور یہ ہماری ہیں۔ انہوں نے نیتے اور اس کی ماں کو دھکے دیے ان کی ٹارچ توڑ دی اور زبردستی گائیں لیکر بھاگ گئے۔

نیتے کی ماں گاؤں گی اور اس نے ساری بات FVS کے ممبران کو بتائی اور سارا واقعہ بھی اُن کو بتایا۔ نیتے کی ماں کو گاؤں کے رہنماوں کے پاس لے گئے۔ بعد میں یہ معاملہ مقامی عدالت میں چلا گیا اور مقامی عدالت نے نیتے کی ماں سے وعدہ کیا کہ اُن کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔

وراثت صرف لڑکوں کو ملتی ہے۔

جب نیتے نو سال کی تھی اس نے غور کیا کہ اُس کی ماں نہیں چاہتی تھی کہ نیتے / کھیتوں میں سب سے آگے آگے چلے۔

جب نیتے نے اس کی وجہ پوچھی تو اُس نے بتایا کہ یہ ہماری زمین نہیں ہے۔ یہ سوتیلے بیٹوں کی ہے اور اُن نے ہمیں اپنی زمین میں آنے سے منع کیا ہے۔

برونڈی میں جب والد مر جائے تو وارثت ماں اور بیٹوں کی نہیں ملتی۔ وارثت صرف بیٹوں کے حصے میں آتی ہے۔ اس لیے جب نیتے کے باپ نے دوسری شادی کی تو نیتے کی ماں کو صرف ایک چھوٹا سا زمین کا قطعہ ہی ملا۔ جس پر اُس نے گھر بنایا ہوا تھا۔ نئی بیوی کے تین بیٹے تھے اور وہ سوچتی تھی کہ تمام جائیداد اُس کے بیٹوں کی ہے۔ اور تمام جانور بھی بیٹوں کو ہی ملنے چاہیں۔

ایک شہزادی مدد کرتی ہے

برونڈی میں 7 سال سے 13 سال کے سکول جانے کے پابند ہیں سکول کی تعلیم سب کے لیے فری ہے۔ لیکن بہت سارے بچے سکول کا یونیفارم اور جوتے بھی نہیں خرید سکتے۔ بچوں کو کتابیں اور دوسری تمام اشیاء خریدنا پڑتی ہیں۔ چھٹی جماعت سے آگے سکول جانے کے لیے تمام بچوں کو ٹسٹ پاس کرنا پڑتا ہے۔ اگر بچہ ٹسٹ پاس نہ کر پائے تو سکول چھوڑنا پڑتا ہے یا پرائیویٹ سکول میں داخل ہونا پڑتا ہے جس میں تعلیم بہت مہنگی ہے۔ 2005 سے پہلے جماعت اول تا ششم بھی فیس دینا پڑتی تھی۔ FVS اور کئی دوسری تنظمیوں کی کوشش سے سرکار نے فری تعلیم شروع کی۔

FVS نے سپیس کے آبائی شہر برونڈی میں سکول قائم کر رکھا ہے جس میں 268 بچے ہائی سکول کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ چالیس بچوں کو FVS نے وظیفہ دیا ہے کہ وہ کالج کی تعلیم حاصل کر سکیں۔

سپیس چاہتی ہے کہ جو بچے ہائی سکول کی تعلیم مکمل کر چکے ہیں ان کو اعلیٰ تعلیم کے لیے بھی امداد دی جانی چاہیے۔ اس تعلیمی پروگرام کے لیے FVS کی امداد مونا کو کی شہزادی کیرولین کرتی ہے۔ جو AMADE مونڈا اینال تنظیم کی صدر ہے۔ 2013 میں FVS اور AMADE نے ملکر کام شروع کر دیا۔ سپیس اس نئے بورڈ کی ممبر ہے۔

ایولین اپنے خاندان کے لیے پیڑے پکاتی ہے

ایولین کو کچھ دن سکول سے چھٹی کرنا پڑی جس کی وجہ سے اُس کو سکول سے نکال دیا گیا۔ اس وقت وہ تیسری جماعت میں تھی وہ کھیتوں میں کام کرتی رہی، وہ پھل اور سبزیاں بیچتی رہی۔ اور اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی دیکھ بھال کرتی رہی۔

ایولین جب 18 سال کی ہوئی تو اُس کو کسی نے بتایا کہ سپیس کے سکول میں کورسز کرائے جا رہے ہیں خاص کر اُن لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے جو اپنی تعلیم مکمل نہ کر پائے ہیں۔ ایولین نے باورچی کا کورس کرنے کا ارادہ کیا۔ ایولین جو پیسے کماتی ہے وہ اپنی ماں کو دیتی ہے اور اپنی بہن کی مدد کرتی ہے جو کہ سکول جاتی ہے۔

جس وقت نیتے کا باپ فوت ہوا اُس وقت اس کی عمر صرف چھے سال تھی اور نیتے کے سوتیلے بھائیوں نے کھیتوں پر اپنا قبصہ جما لیا تھا۔ اسی لیے اُن نے نیتے سے گائیں بھی چھینی تھیں۔

نیتے اور اس کی ماں کو بڑی جہد وجہد کرنے کی ضرورت تھی کہ وہ اپنے حصے کی زمین اور گائیں واپس لے سکیں کیونکہ قانون کے مطابق برونڈی میں وارثت کا حق صرف بیٹوں کو ہی ہے۔

مارک نے گاؤں کے رہنماؤں کے پاس ملکر بڑی کوشش کی کہ نیتے اور اُس کی ماں کو وارثت میں سے کچھ حصہ ملے پائے اور گائیں بھی اُن کو واپس مل سکیں۔

عدالت کا غیر متوقع فیصلہ

نیتے کی ماں نے مارک کو سارے سائل تفصیل سے بنائے۔ اس لیے وہ سوچ رہا تھا کہ ان کو جائیداد کا کچھ حصہ تو ضرور ملنا چاہیے۔ وگرنہ برونڈی کا قانون تو کہنا ہے کہ سب کچھ لڑکوں کو ملنا چاہیے۔ گاؤں کے رہنماؤں نے نیتے کے سوتیلے بھائیوں سے بات کر کے اُن کو راضی کر لیا کہ کچھ حصہ تو نیتے اور اس کی ماں کو ملنا چاہیے تا کہ وہ اپنی زندگی گزار سکیں نیتے کو یاد ہے کہ کس طرح گاؤں کے رہنما کھیتوں کی پیمائش کرر ہے تھے۔ اور سارا خاندان پورا دن یہ سب دیکھتا رہا۔ آخر کار نیتے اور اسکی بہن اور ماں کو زمین کا کچھ حصہ مل گیا۔ گائیں چونکہ برونڈی میں بہت اہم ہیں اور لڑکے گائیں واپس کرنے کو راضی نہ تھے۔

ایک دن جب نیتے سکول سے واپس آئی تو اُس نے دیکھا کہ گائیں اُن کے گھر پر موجود ہیں تو وہ بڑی خوش ہوئی۔ اسکی ماں نے بتایا کہ ہم نے عدالت سے کیس جیت لیا ہے اور عدالت نے ہمیں دے دیں ہیں۔ نیتے کے بھائی بھی قریب ہی کھڑے تھے اُن نے کہا کہ یہ پہلی بار ہوا ہے کہ کسی عورت نے عدالت کا کیس جیت لیا ہو۔ عدالت نے غیر متوقع فیصلہ بنایا ہے۔

نیتے 12 سال

وہ جانور پالنے والی کسان بننا چاہتی ہے۔ وہ اکثر ریت پر مختلف چیزیں بناتی ہے اور اُن کو پتھروں سے کھیلتی بھی ہے۔ اُس کا پسند یدہ مضمون فرنچ ہے اُس کا خواب ہے کہ یونیورسٹی میں پڑھوں اکثر ریت پر مختلف چیزیں بنائی ہے اور اُن کو پتھروں سے سجاتی ہے وہ پتھروں سے کھیلتی بھی ہے۔ اُس کا پسندیدہ مضمون فرنچ ہے اُس کا خواب ہے کہ یونیورسٹی میں پڑھے۔

FVS AMADE بچوں کی حفاظت کے لیے لوگوں کے گروپ بنا رکھے ہیں۔

جہاں پر وہ اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ یتیم بچوں کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہو۔ ہر علاقے میں لوگوں کو بچوں کے حقوق اور قانون کے متعلق ترتیب دی گئی ہے۔ یہ گروپ اکثر خیر سگالی گرویوں کے ساتھ ملکر بھی کام کرتے ہیں۔ اور جب وہ دیکھیں کہ کسی جگہ بچوں کا استحصال ہو رہا ہے وہ فوراً مدد کو پہنچ جاتے ہیں ان کے پاس اپنے وکیل بھی ہیں۔ اور ہر جگہ پر بچوں کی حفاظت کرنے والے گروپ بھی موجود ہیں۔ اور یہ گروپ ہر علاقے، گاؤں یا شہر میں موجود ہیں۔

گاؤں کے خیر سگالی گروپ نے فلورین کی تعلیم کا انتظام کیا

فلورین کی ماں کافی عرصہ سے بیمار ہےاور اُس کے باپ کو بہت زیادہ کام کرنا پڑتا ہےفلورین اوراس کے بہن بھائیوں کو گھر کے تمام کام کرنا پڑتے ہیں اس لیے ان کو سکول جانے کا موقع نہ ملا۔لیکن ایک دن **FVS** کے خیر سگالی کے گروپ نے فلورین کو بتایا کہ اُس کے لیے FVS کے بورڈنگ سکول میں پڑھنے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔

فلورین کو گھر آنا ہمیشہ مشکل لگتا ہے ۔کیونکہ سکول کی زندگی اور گھر کے حالات بہت بڑا فرق ہے ۔فلورین کو اپنے بہن بھائیوں اور والد سے مل کر بڑی خوشی ہوتی ہے لیکن وہ بہت افسردہ ہو جاتی ہے جب اس کی ماں گھر میں نہیں ہوتی ۔فلورین نے شروع سے ہی اپنی ماں کو بیمار دیکھا ہے اور اُس حالت میں اس کا کام کرنا فلورین کو بہت پریشان کرتا ہے جب فلورین گھر میں رہ کر سکول جاتی تھی تب بھی اس کی بعض اوقات گھر پر رہتی تھی اور کئی کئی دن کام کرنے کے لیے اس کو گھر سے باہر روکنا پڑتا تھا فلورین اکثر سوال کرتی تھی کہ ماں آپ اتنے دن کہا رہے تو وہ فلورین کو خاموش کرنے کے لیے کہہ دیا کرتی تھی کہ میں اپنی دوستوں کو ملنے گئی ہوئی تھی۔

جس گھر میں وہ رہتے ہیں وہ کچی مٹی کا بنا ہوا ہے ۔اُن کے پاس ایک پرانا گھر بھی تھا جو ٹوٹ چکا ہے۔فلورین کے باپ کو خیر سگالی گروپ نے اپنا گھر بنانے کے لیے کچھ رقم دی تھی ۔فلورین کا باپ اور ماں اس گروپ کا حصہ نہ ہیں لیکن بہت غریب ہونے کی وجہ سے گروپ ان کی مدد کرتا ہے۔
فلورین کے باپ نے نئے گھر کی چھت بنانے کے لیے ایک بچھڑا بیچ دیا اور اُن نے گھر کے ساتھ چھوٹا سا ایک اور کمرا بنایا جس میں وہ اپنے جانور رکھ سکیں۔اپنے گھر کے ساتھ ہی فلورین اور اُس کے بہن بھائیوں نے سبزیاں اگانے کے لیے چھوٹا سا کھیت بنایا ہوا ہے۔خیر سگالی کے گروپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیےفلورین اُن کے ساتھ کام بھی کرتی ہے۔
اس کو حساب اور شماریات سے بڑا پیار ہے اس لیے وہ گروپ کے حساب کے کھاتے کو بھی لکھتی ہے۔

اس کی ماں بہت رحم دل تھی اور اکثر مسکراتی رہتی تھی۔لیکن وہ بچوں کو سنبھالنے میں بہت اچھی نہ تھی۔
سپیس نے اُس کا علاج کرانے کے لیے اُس کو نفسیاتی کلینک بھی بھیجا تھا۔فلورین کی ماں اب بھی اسی کلینک میں ہے۔فلورین کو امید ہے کہ اُس کی ماں جلد ٹھیک ہو کر واپس آ جائے گی۔

گاؤں والوں نے مدد کی فلورین کا باپ بوڑھا ہے اور اُس کے پاس اپنی زمین بھی نہیں ہے وہ دوسروں کے کھیتوں میں کام کرتا ہے۔

فلورین 15 سال

تاجر بننا چاہتی ہے
خواب ہے: ایک اچھی زندگی
پسند کرتی ہے: دُعا کرنا
ناپسند کرتی ہے: بحث کرنا
فارغ وقت میں وہ گانا اور دوستوں کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہے۔
اس کی پسندیدہ ہے: سپیس

فلورین کی ماں بہت بیمار ہے اور اسکا والد غریب ہے اس لیئے خیر سگالی گروپ نے اسکی مدد کی۔

فلورین کی بڑی بہن کو ہمیشہ کام کرنا پڑتا ہے اور وہ سکول نہیں جا پاتی۔اس کا بڑا بھائی کسی دوسرے بورڈنگ سکول میں ہے۔لیکن وہ بھی جب گھر میں ہو، گھر کے کاموں میں مدد کرتا ہے

جب فلورین گھر پر ہوتی ہے تو اپنی فیملی کی مدد کرتی ہے جیسا کہ پانی بھرنا وغیرہ

سپیس بھی ماں کی طرح ہے

جب سوموار کو سکول شروع ہوا تو فلورین نے محسوس کیا کہ سب بہت اچھا ہے۔ اب اس کو اندازہ ہوا کے وہ حساب اور شماریات میں کتنی اچھی ہے اور وہ فرنچ میں بھی بہتر ہے۔ لیکن وہ اپنے خاندان کو خاص کر اپنی ماں کو بہت یاد کرتی تھی۔

سپیس نے اُس سے کہا کہ تم مجھے اپنی ماں سمجھو اور جب بھی کسی چیز کی ضرورت ہو تم مجھے کہہ سکتی ہوں اب سکول میں فلورین کی بہت ساری لڑکیاں دوست بن گئی ہیں۔ اور اُس کو یہ سب بہت اچھا لگ رہا ہے خدمت گار خواتین اس کا اور دوسری لڑکیوں کا بہت خیال رکھتی ہیں یہاں پڑھنے لکھنے کا بہت وقت ہے۔ یہاں ہر وقت کھانا موجود ہوتا ہے لیکن اُسے اپنے گھر کی بہت یاد آتی ہے۔ فلورین اکثر سوچتی ہے کہ وہ کتنی خوش نصیب ہے کہ اُسے یہاں آنے کا موقعہ ملا۔

سکول میں کمپیوٹر روم بھی ہے

جب سکول میں نئی جماعتوں کا آغاز ہوا فلورین نے اپنا بیگ تیار کیا۔ اور FVS اُس کو بورڈنگ سکول میں لے آئی یہ ہفتہ کا دن تھا اور سکول سوموار کو شروع ہونے والا تھا۔

سکول بہت بڑا تھا۔ یہاں ایک باسکٹ بال کا گرونڈ تھا۔ ایک گرجا تھا اور ایک کھانے کا ہال تھا۔ یہاں بچوں کو سنبھالنے کے لیے خاص خواتین تھیں جن نے اپنی زندگیاں خدمتِ خلق کے لیے وقف کر رکھیں ہیں۔ اُنھوں نے فلورین اور دوسری لڑکیوں کو کمرے دکھائے جن میں بہت سے بیڈ لگے ہوئے تھے۔

ہر چیز گاؤں اور گاؤں کے سکول سے مختلف تھی۔ خدمت گار خواتین جن کو ''نن'' کہتے ہیں۔ اُنھوں نے ہمیں بتایا کہ صبح کا ناشتہ، دوپہر کا کھانا اور شام کے کھانے کا وقت کیا ہوگا۔ سکول میں ایک کمپیوٹر روم بھی تھا۔ اگلے دن تمام طالب علم پہنچ چکے تھے۔

یہاں تو بہت سارے طالب علم ہیں فلورین تھوڑی سی پریشان ہوگئی۔ لیکن وہ خوش بھی تھی کہ ملک کے مختلف حصوں کی لڑکیوں سے ملنے کا موقع ملے گا۔

بورڈنگ سکول کے کمرے میں

بڑی خبر

ایک دن جب فلورین کھیتوں میں کام کر رہی تھی۔ اُس کا بھائی ایک اہم اور بڑی خبر لے کر آیا'' کہ گاؤں کے خیر سگالی گروپ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اب بورڈنگ سکول میں جائے گی''

فلورین گاؤں کے چھوٹے سکول میں جاتی تھی جو صرف چھٹی جماعت تک تھا اور وہاں پہنچنے میں ہر روز ایک گھنٹہ لگتا تھا۔ وہ اکثر بغیر ناشتہ کیے سکول جاتی تھی کیونکہ گھر میں کچھ ہوتا ہی نہیں تھا۔ اور سکول میں بھی کھانا نہیں ملتا تھا۔ اسے سارا دن بغیر کچھ کھائے گزارنا پڑھتا تھا۔ لیکن فلورین کو علم حاصل کرنے کا شوق تھا اور اس کے لیے وہ کھانے کی پرواہ نہ کرتی تھی۔ حساب اس کا سب سے پسندیدہ مضمون تھا گاؤں کے خیر سگالی گروپ نے محسوس کیا کہ فلورین حساب کرنے میں بہت اچھی ہے۔

اس لیے اُنھوں نے FVS سے کہا کہ اگر اس کو ماننا نا کے سکول میں داخل کر لیا جائے تو بہت اچھا ہو گا اور اس بات کو مان لیا گیا۔ اس سکول کی تعلیم فلورین کے لیے فری ہے۔

05:30

صبح بخیر!

لیکن اُس کے خاندان کو اور دوسرے لوگوں کو گاؤں میں بڑی مشقت کرنا پڑتی ہے۔اس لیے چھٹیوں میں گھر جا کر وہ بہت پریشان ہوتی ہے۔

14:00 فلورین جو حساب اور شماریات میں بہت اچھی ہے اور تاخیر یا بنکر بننا چاہتی ہے۔ وہ شماریات اور کھاتہ تیار کرنے کے لیے کمپیوٹر سیکھ رہی ہے۔

صبح کا کام

فلورین کے باپ کے پاس اکثر پیسے نہیں ہوتے۔کئی دفعہ وہ بیمار ہوتا ہے اور کام نہیں کر سکتا۔اس لیے فلورین کے بھائی کو کام پر جانا پڑتا ہے۔اور اُس کو سکول سے چھٹیاں کرنا پڑتی ہیں۔خدشہ ہے کہ اُس کو سکول چھوڑنا ہی پڑ جائے۔فلورین کے تمام بہن بھائیوں میں سے صرف اُس نے نویں جماعت تک تعلیم حاصل کی ہے فلورین کی سب سے چھوٹی بہن بھی نویں جماعت تک پہنچنے والی تھی لیکن اُسے کئی بار سکول چھوڑنا بڑا ہے کیونکہ اُس کو گھر کے کام کرنا پڑتے ہیں۔

فلورین جب بھی گھر آتی ہے وہ اپنی بہنوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ کام کرتی ہے۔اُس کو یاد ہے جب وہ گاؤں میں رہتی تھی اور سکول سے آنے کے بعد اسکو بہت سے کام کرنا پڑتے تھے۔وہ کھیتوں میں اپنے والد کے ساتھ کام کرتی ،گائیوں کو واپس گھر لیکر آتی اور پانی وغیرہ بھرتی تھی۔اور آخر میں رات کا کھانا بناتی تھی۔

11:00 اتوار کے دن چرچ میں عبادت ہوتی ہے۔فلورین جماعت میں گیت گا رہی ہے۔اور دوسرے بچے بھی اُس کے ساتھ گیت گا رہے ہیں۔جو بچے مسلمان یا دوسرے مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں وہ دوسری جماعتوں میں بیٹھ جاتے ہیں۔فارغ وقت میں فلورین مشہور گانے گاتی ہے

فلورین کے سکول کے دس دوست

’’میرے ماں باپ بہت غریب ہیں مجھے اس سکول میں پڑھنے کا موقع ملا ہے ہمارے گھر میں بہت اندھیرا ہوتا تھا اور وہاں میں پڑھ نہیں سکتا تھا۔ ہمارے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہوتا تھا۔ میں بڑا ہو کر ڈاکٹر بنوں گا‘‘ البن 12 سال

میرے والدین مر چکے ہیں اور میں اپنی نانی کے گھر بڑا ہوا ہوں۔ مجھے وہاں بہت سا کام کرنا پڑتا تھا۔اب میں بہت اچھی پڑھائی کر رہا ہوں ۔ میں بڑا ہو کر اس ملک کا صدر بنوں گا! فلیسٹن 14 سال

میرا باپ مر چکا ہے اور میری ماں اور بہن بھائیوں کو HIV ایڈز ہے ۔پورے خاندان میں صرف میں اس بیماری سے بچا ہوں ۔ ہمارے گھر میں بجلی نہیں ہے ہمارے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہوتا یہاں میں علم حاصل کر رہا ہوں جو میں اپنے گاؤں میں نہیں کر سکتا تھا۔ میں بڑا ہو کر صحافی بنوں گا۔ایوز 13 سال

جب میں بہت چھوٹا تھا، میرا باپ غائب ہو گیا، ہمارے استاد بہت اچھے ہیں اور ہمیں اچھا کھانا ملتا ہے۔ میں بڑا ہو کر ملک کا سفیر بننا چاہتا ہوں اور اپنے خاندان کے ساتھ بیرون ملک رہنا چاہتا ہوں‘‘ پروسپر 14 سال

میرا تعلق بوجمبورا کے ایک غریب خاندان سے ہے۔ یہاں سکول میں مجھے پڑھنے کا وقت ملتا ہے ۔اچھا کھانا ملتا ہے اور آرام سے سونے کا وقت ملتا ہے میں بڑا ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں اور میں اپنے خاندان کی مدد کرنا چاہتا ہوں‘‘

اُس کی بہن نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بہت شرمندہ تھی۔اب فلورین نے اُس کی مدد کرنا شروع کی اور جب فلورین گھر آتی ہے پھر بچے کو بھی سنبھالتی ،فلورین اور اس کی بہن اور چھوٹی سی بچی ، تینوں ایک چار پائی پر سوتے تھے۔فلورین کبھی کبھی اپنی ماں سے ناراض ہو جاتی ہے۔

وہ سوچتی ہے کہ اگر ماں بیمار نہ ہوتی تو اُس کی بڑی بہن تعلیم جاری رکھ پاتی۔اور اُس کی بڑی بہن تعلیم جاری رکھ پاتی۔اور اُس کو اتنا زیادہ کام نہ کرنا پڑتا۔

فلورین اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے سپیس جیسی بننا چاہتی ہے۔وہ ایک کمپنی یا بنک بنانا چاہتی ہے۔اُسے گائیں پالنا بھی پسند ہے اور گائیں فارم بنانے کا بھی شوق ہے۔

16:00

جب سکول بند ہوجاتا ہے تو فلورین اپنی دوستوں کے ساتھ باسکٹ بال کھیلتی ہے۔

19:00 فلورین ہر صبح ناشتہ کرنے کی عادی نہ ہے پر یہاں ہر صبح ناشتہ، دوپہر کا کھانا اور رات کو بھی کھانا ملتا ہے۔

سکول کا ہوم ورک کرنے کا وقت بہت کم ملتا ہے۔ بہترین یہ ہے کہ صبح جلدی اٹھ کر ہوم ورک کر لیا جائے۔ لیکن یہ سورج طلوع ہونے سے پہلے نہیں ہو سکتا کیونکہ کمرے میں بجلی نہیں ہوتی اور اندھیرے میں پڑھا نہیں جا سکتا۔

وہ سپیس جیسی بننا چاہتی ہے

ایک دن جب فلورین گھر آئی تو

اُس کی بڑی بہن نے بتایا کہ وہ حاملہ ہے۔فلورین نے پوچھا یہ کیسے ہوا؟ اب تم سکول کیسے جاؤ گی؟ یہ سب تو بہت مشکل ہوگا۔

20:00 شب بخیر

ہم چھوٹے سے گھر میں بہت زیادہ لوگ تھے ۔ میرا باپ مرچکا تھا اور میری ماں کھیتوں میں کام کرتی تھی۔
ہم سب تو سکول نہیں جا سکتے تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ میں اس سکول میں داخل ہو پایا ۔ یہاں میرے بہت سے دوست ہیں۔ میں بڑا ہو کر ڈاکٹر بنوں گا اور غریب لوگوں کی مدد کروں گا۔
گیسلائین 13 سال

جب میں دس سال کی تھی میری ماں مر گئی اور میرا باپ میری پرورش نہیں کر سکا۔ اس لیے میں نے گلیوں میں رہنا شروع کر دیا۔ ایک شخص نے میری حفاظت کرنا شروع کر دی۔ وہ مجھے اس سکول میں لے آیا۔ یہ سکول بہت اچھا ہے،"نیلا 12 سال

میری ماں اُس وقت فوت ہوئی جب میں بہت چھوٹی تھی اور میرا باپ بیمار ہے میں اپنی چچی کے ساتھ رہتی رہی ہوں، وہ بھی بہت غریب ہے۔ یہاں میرے لیے بڑی سہولت ہے کہ میں جتنا چاہوں پڑھ سکتی ہوں ۔ لورین 12 سال

میرا باپ فوت ہو گیا ہے۔ میری ماں کے پاس کوئی نوکری نہیں ہے ۔ وہ کھیتوں میں مزدوری کرتی ہے یہاں ہمارا بہت اچھا خیال رکھا جاتا ہے اور یہ پڑھنا آسان ہے۔ میں اپنے باپ کی طرح وکیل بننا چاہتی ہوں ۔۔ بیلا 14 سال

یہاں سب سے بڑی خوشی یہ ہے کہ میں جتنا چاہوں پڑھوں اور جتنا چاہوں کھیلوں۔ میں یونیورسٹی تک پڑھنا چاہتا ہوں اور ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں۔ جووِتھ 12 سال

لڑکی ڈھول بجاتی ہے

جب آرلٹیٹ کو اُس کا خاندان یاد آتا ہے اور وہ بہت غمگین ہوتی ہے تو اُس وقت وہ ڈھول بجاتی ہے۔ وہ چھوٹی سی تھی اب وہ FVS سکول میں پڑھنے جاتی ہے یہ سکول اُس کے گھر سے بہت دور ہے۔

میں ہر ہفتے چرچ میں ڈھول بجاتی ہوں۔ ڈھول میری تنہائی کا سہارا ہے۔ میرے گھر میں معاملات بہت خراب تھے۔ پانچ سال پہلے میرا والد غائب ہو گیا اور ہم چار بچے اور ماں بالکل بے آسرا ہو گئے اس لیے میری ماں نے خیر سگالی گروپ میں شامل ہو کر ہمارے لیے مدد لینا شروع کی کہ ہم سکول جا سکیں۔ چُھٹی کے دنوں میں مجھے محسوس ہوسکتا ہے کہ ہمارے گھر کے حالات کتنے خراب ہیں۔ اور مجھے یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ اس سکول میں مجھے کتنا اچھا موقع ملا ہے کہ میں تعلیم جاری رکھ سکوں یہ سکول اور خیر سگالی گروپ یونیورسٹی میں پڑھنے کے لیے بھی میری مدد کریں گے۔ اس کے بعد میں اچھی نوکری کروں گی اور اپنے گھر والوں کی مدد کروں گی۔ جب ہم آٹھویں جماعت میں تھے۔ ہم جماعت کے ساتھ یوگنڈا ملک گئے وہاں تمام بچے انگلش میں بات کرتے تھے۔ اور میں انگلش بولنے میں بہت اچھی ہوں۔ ہم تین ہفتے وہاں رہے۔ ہم نے وہاں کھانے پکانا اور تجارت کے پروگرام سیکھے۔ مثلاً صابن اور اچار بنانا اور اس کو بازاروں میں بیچنا۔ میں نے واپس آکر اپنی ماں کو بتایا کہ یہ دورہ میرے لیے بہت مفید رہا اور میں نے بڑی اہم چیزیں سیکھیں جو مستقبل میں میرے کام آئیں گی میں نے اپنی ماں کو تسلی دی کہ آنے والے وقت میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ پریشان نہ ہوں

تین چنگیریں پیسوں سے بھر گئیں۔

جب فلورین کے گھر پر خیر سگالی گروپ کی میٹنگ ہوئی تو تین چنگرین پیسوں سے بھر گئیں۔ ان پیسوں کو تین ڈبوں میں ڈال دیا گیا۔ ہر ڈبہ بند کر کے اُس کو تالہ لگا دیا گیا۔ اِن ڈبوں کے پیسوں میں سے فلورین کے خاندان کی بھی مدد کی گئی تا کہ وہ FVS کے سکول میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکے۔

صحن کے درمیان میں تین چنگریں پڑی ہیں۔ 21 مرد اور عورتیں گھاس پر بیٹھے ہیں۔ یہ سب خیر سگائی گروپ کے ممبر ہیں۔ فلورین ان کے درمیان میں اس لیے بیٹھی ہے کہ وہ حساب میں بہت اچھی ہے۔

فلورین خزانچی کے ساتھ بیٹھی ہے یہ پہلے اُن لوگوں کے نام لیتے ہیں جن نے گروپ کے فنڈ میں سے قرضہ لینا ہے۔ اُن کو اس قرضے کی واپسی اور کچھ زاہد پیسے واپس کرنا ہونگے جو وہ اِن ڈبوں میں ڈالیں گے، بعض اوقات اگر ممبر پیسے نہیں دے سکتا تو اگلی دفعہ وہ دوگنا پیسے ڈبے میں ڈالے گا۔

فلورین خیر سگالی کے کھاتے میں تمام رقوم لکھ رہی ہے۔

ایک چنگر اُن پیسوں سے بھر گئی ہے جو گاؤں کے لوگوں نے زاہد رقم کے طور پر جمع کی ہے۔ یہ زاہد رقم اُس قرضے کا منافعہ ہے جو خیر سگالی گروپ نے لوگوں کو دیا ہے۔

اگر کوئی چاہیے تو پیسے دوسری چنگر میں ڈال سکتا ہے جو پیسے فنڈ تصور کیے جائیں گے۔ خیر سگائی گروپ کا ہر ممبر سالانہ فیس ادا کرتا ہے۔ اس کو فنڈ کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص دوسری چنگر میں زیادہ رقم ڈالے گا تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا حصہ زیادہ ہے اور وہ منافع بھی زیادہ لے گا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ جو ممبر زیادہ پیسے خرچ کرے گا وہ زیادہ منافع کمائے گا۔

تین چنگروں سے پیسے تین ڈبوں میں ڈال دیے جاتے ہیں ایک ڈبہ جس میں منافع کی رقم ڈالی جاتی ہے۔ دوسرا ڈبہ جس میں فنڈ کی رقم ڈالی گئی اور تیسرا ڈبہ جس میں لوگوں کی مدد کرنے کے لیے رقم ڈالی گئی۔ اس رقم سے غریب لوگوں اور سکول کے بچوں کی مدد کی جاتی ہے۔

میرے پاس آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں ،آپ لوگ میرے والدین جیسے ہو اور امید ہے آپ میرے جیسے بچوں کی مدد کرتے رہو گے‘‘فلورین نے گاؤں کے خیر سگائی گروپ سے کہا

گاؤں کے لوگوں کی مدد

جو رقوم بچوں کی تعلیم کے لیے اکٹھی کی جاتی ہیں وہ سال کے شروع میں تمام بچوں کو دی جاتی ہیں تا کہ غریب والدین کے لیے سہولت ہو۔خیر سگائی گروپ بچوں کے لیے یونیفارم خریدتا ہے۔کتابیں ،کاپیاں اور قلم وغیرہ تا کہ گاؤں کے تمام بچوں کو دیے جاسکیں۔اب خیر سگائی گروپ نے فیصلہ کیا ہے کہ صرف ممبر لوگوں کے بچوں کو سکول کی تمام اشیاء فری مہیا کی جائیں گی۔فلورین کا خاندان غریب ہے اور اُن کو گھر بنانے کے لیے امداد دی گئی ہے گروپ کی مدد سے فلورین کو FVS سکول میں داخلہ لینے اور پڑھنے کا موقع ملا ہے۔

جب میٹنگ ختم ہوئی تو فلورین نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ میں آپ سب لوگوں کی بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری بڑی مدد کی ہے ۔ آپ لوگ میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے میرے والدین۔کرسٹین جو گروپ کی صدر ہے اُس نے کہا کہ یہ ہمارے لیے بڑے فخر اور اعزاز کی بات ہے کہ ہم نے کچھ بہتر کر پائے ،جس کی ضرورت تھی فلورین نے فیصلہ کیا ہے کہ یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ اپنی کمپنی بنائے گی یا اگر اُس کو بنک میں نوکری مل گئی تو وہ اپنے گاؤں کے لوگوں کی مدد کرے گی کیونکہ گاؤں کے خیر سگائی گروپ نے اُس کی اور اس کے خاندان کی بہت مدد کی ہے۔

جو لوگ تھوڑے پیسے تیسری چنگیر میں ڈالتے ہیں ۔ وہ غریب بچوں کے یونیفارم اور جوتوں کے لیے فنڈ دیتے ہیں۔
فلورین ہر رقم کو کھاتے میں لکھتی ہے ۔کس نے منافع دیا ہے اور کس نے قرضہ واپس کیا ہے سب کچھ کھاتے میں درج کرنا ضروری ہے۔ یہ لکھنا بھی بہت ضروری ہے کہ کس ممبر کی رقم زیادہ ہے اور اُس رقم کا منافع کتنا بنے گا ۔اس کے بعد تمام رقم ڈبو میں ڈال دی جاتی ہے اس وقت پتہ چلتا ہے کہ اب لوگوں کی مدد کرنے کے لیے پیسے ڈبے میں موجود ہیں اور کتنی رقم دوسرے مقاصد کے لیے گروپ کے پاس جمع ہے
جو رقم منافع اور فنڈ کی ہوتی ہے وہ پہلے ڈبے میں ڈالی جاتی ہے چھوٹی چھوٹی رقوم جو لوگوں کی مدد کے لیے ہوتی ہیں وہ دوسرے ڈبے میں ڈالی جاتی ہیں۔اور بچوں کے سکول یونیفارم اور جوتوں کے لیے دی گئی رقوم تیسرے ڈبے میں ڈالی جاتی ہیں۔ جب فلورین یہ سب کچھ کھاتے میں لکھ رہی ہوتی ہے دوسرے ممبر بھی یہ تفصیلات اپنے پاس لکھ لیتے ہیں تا کہ سب کے پاس ریکارڈ موجود ہو۔ممبر یہ معلومات اپنے پورے سال کے کھاتے کا حساب رکھنے کے لیے لکھتے ہیں۔ ہر ممبر اپنا کاروبار کرنے کے لیے اس گروپ سے قرضہ لے سکتا ہے۔اور سال کے آخر میں تمام رقوم اور منافع تمام ممبران میں تقسیم کردیا جاتا ہے۔

ہم بہت خوش ہیں کہ ہمیں دادی کے گھر میں رہنے کا موقع ملا۔ یہاں سونے کے لیے چارپائی اور بستر بھی ہے۔اور یہ بارش میں گیلا بھی نہیں ہوتا کیونکہ چھت اچھی حالت میں ہے۔اس سے پہلے ان کو کوڑے کے ڈھیروں کے پاس سونا پڑتا تھا جہاں سے بہت بدبو آتی تھی۔اور بارش میں وہ بری طرح بھیگ جاتے تھے

گلیوں میں بھٹکنے سے دادی کے گھر تک

ایوارِیس کے ماں باپ اُس کے چھوٹی بھائی سلیمانی اور ایرک کو ہر وقت مارتے اور گالیاں دیتے رہتے تھے اس لیے وہ گھر سے بھاگ گئے اور گلیوں میں رہنا شروع کر دیا FVS کی مدد سے وہ واپس آ پائے اور اب وہ اپنی دادی کے گھر میں رہ رہیں اب وہ سکول جاتے ہیں اور فٹبال کھیلتے ہیں۔لیکن اِن کا چھوٹا بھائی ایرک اب بھی گلیوں میں رہتا ہے اور سکول نہیں جاتا۔ لکھنا اور پڑھنا بہت مشکل ہے۔ایوارس سلیمانی سے کچھ بہتر ہے۔اُن کی دادی رِیچل کہتی ہے کہ اُن کی کاپیاں تو بہت گندی ہیں۔

ہم گاؤں کے بازار کے ساتھ گندگی کے ڈھیر پر سوتے تھے۔ہم صبح جلدی اٹھ جاتے اور لکڑیاں اکھٹی کرنے چلے جاتے تا کہ اُن کو بیچ کر روٹی خرید سکیں۔لیکن ہمارا چھوٹا بھائی سلمانی یہ کرنے کو تیار نہ تھا اس لیے وہ کہیں بھاگ گیا۔میں اس کو ڈھونڈ تا رہا اور میرا بھائی ایرک بھی میرے ساتھ نہ تھا۔وہ کہیں اور تھک کر سو گیا تھا جب میں باراز کے پاس گندگی کے ڈھیر پر پہنچا میرے بھائی وہاں بھی نہیں تھے مجھے لوگوں نے بتایا کے پولیس آوارہ بچوں کو ڈھنڈ رہی تھی۔

اور میں بہت پریشان ہو گیا اور خدا سے دُعا کی کے میرے بھائی واپس آ جائیں۔ہم ہمیشہ اکھٹے سوتے تھے لیکن اب چار دن ہو گئے تھے اور اُن کا کوئی پتہ نہ تھا۔میں بہت ڈرا ہوا تھا کہ وہ کسی مصیبت میں نہ ہوں۔خدا کا شکر ہے کہ ایرک تو مجھے مل گیا لیکن سلیمانی کی کوئی خبر نہ ملی۔

بچوں کی مدد کرنے والے

ایک دن میں سڑک کے کنارے جا رہا تھا تو کسی نے مجھے آواز دی ایوارس! ایوارس! یہ سلیمانی تھا وہ ایک کار میں بیٹھا ہوا تھا۔اور اس کے ساتھ کچھ بڑے لوگ تھے میں اُس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔اُن لوگوں نے بتایا کہ ہم FVS سے ہیں اور ہم نے آپ کے بھائی کو جیل سے چھڑایا ہے اور اس کو اپنے ساتھ بچوں کی فلاح کے سنٹر میں لے کر جا رہے ہیں

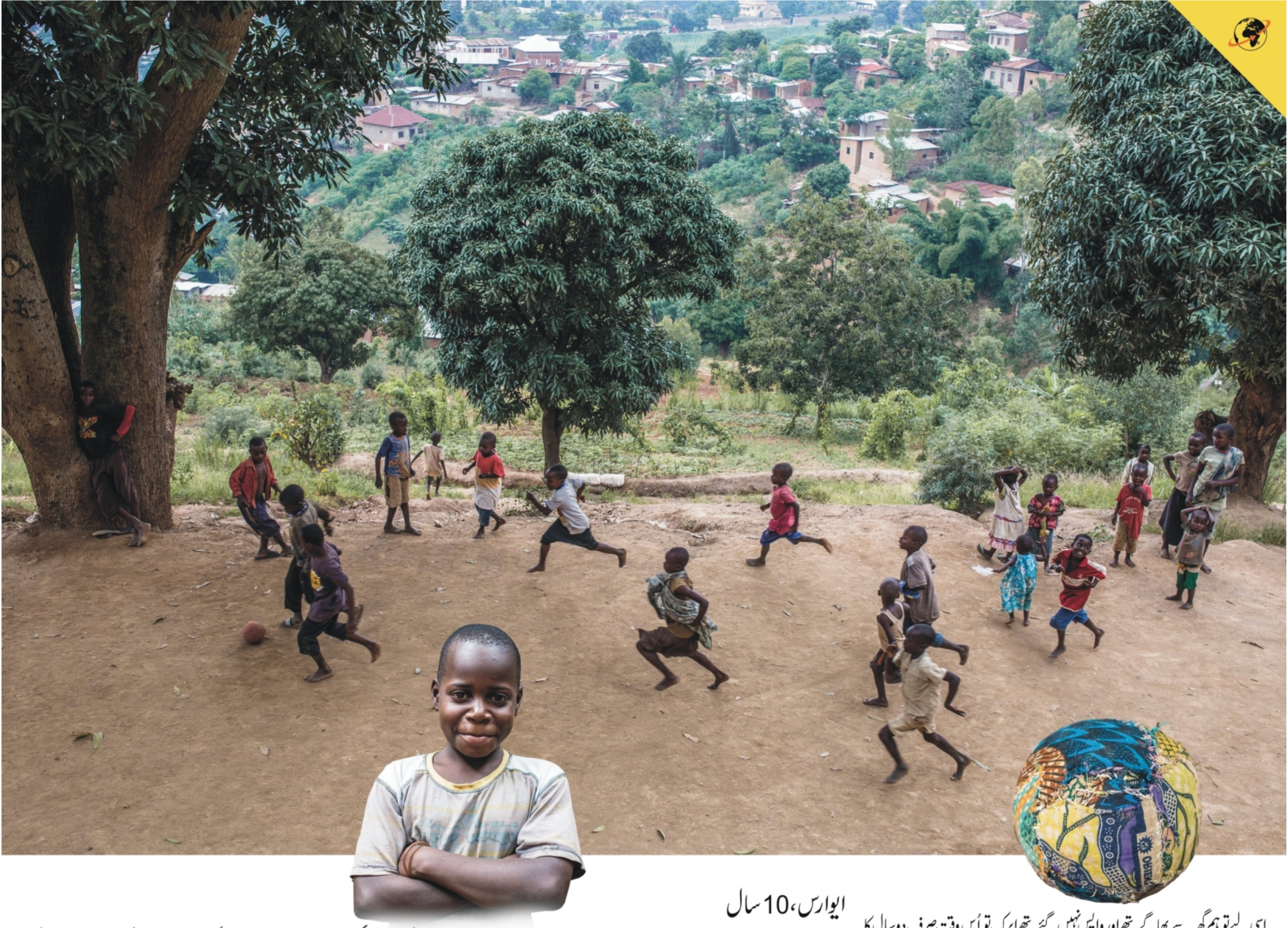

اسی لیے تو ہم گھر سے بھاگے تھے اور واپس نہیں گئے تھے ایرک تو اُس وقت صرف دو سال کا تھا جب وہ گھر سے بھاگ نکلا تھا۔ اب اچھا ہے کہ ہم دادی کے ساتھ رہتے ہیں یہ ہمیں مارتی بھی نہیں ہے۔

سارے بچے گیند کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔

ایوارس، اُس کا بھائی سلیمانی اور دوسرے دوست فٹبال کھیل رہے ہیں۔ یہ گیند کپڑے کے ٹکڑوں اور دھاگوں سے بنایا گیا ہے۔ اس کھیل کے کوئی اصول نہ ہیں۔ ہر بچہ گیند کے پیچھے بھاگ رہا ہے اور اس کو دور سے دور پھینک کر گول کے پاس لے جانا چاہتا ہے۔

ایوارس، 10 سال

بننا چاہتا ہے: پاسٹر

جانا چاہتا ہے: سکول

نہیں چاہتا: گلیوں میں رہنا

پسند کرتا ہے: فٹبال کھیلنا

یاد کرتا ہے: وہ گھر جہاں وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتا تھا۔

پسندیدہ کھلونا: بھالو

کئی دفعہ حکومت کے لوگ یا پولیس ہمیں پکڑ لیتی تھی یہ لوگ خود بہت بُرے ہوتے تھے وہ ہمارے پاس جو کچھ ہوتا تھا چھین لیتے تھے وہ ہمیں پکڑ کر جیل میں بھی ڈال دیتے تھے جب میں نے گلیوں میں رہنا شروع کیا تھا۔ میرے ماں باپ بہت غصہ ہوئے تھے۔ جب میں اوپس آیا تو میرے باپ نے مجھے بوری میں بند کر کے بہت مارا تھا۔ ہماری ماں گھر میں ہم سے بہت سے کام کرواتی تھی اور مارتی بھی

کیا آپ بھی آنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا ہاں اور اس طرح ہم FVS کے سنٹر میں چلے گئے۔ اُنہوں نے ہمیں کپڑے، جوتے اور کھانا دیا۔ کچھ دنوں بعد اُن نے ہمیں بتایا کہ ہم واپس اپنی دادی کے پاس جا سکتے ہیں اور وہاں اس کے ساتھ رہ سکتے ہیں ہم بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ دادی ہمیں پہلے ہی بہت اچھی لگتی تھی۔ اب ہم سکول جاتے ہیں فٹبال کھیلتے ہیں اور گھر کے کاموں میں تھوڑی بہت دادی کی مدد بھی کرتے ہیں"

گلیوں میں زندگی گزارنا بہت مشکل ہے۔

"گلیوں میں رہنا بہت مشکل تھا۔ مجھے چار ہفتے جیل میں رہنا پڑا۔ اصل میں ہم لوگوں کی گھڑیاں اور فون چھین کر بھاگ جاتے تھے اور پولیس ہمیں پکڑ کر جیل میں ڈال دیتی تھی۔ اگر ہمارے پاس پیسے ہوتے تو ہم روٹی خریدتے یا پھر نشہ آور چیزیں جیسے صمد بونڈ خرید کر اُسے کھاتے تھے۔ پولیس ہمیں پکڑ کر جیل میں ڈال دیتی تھی کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہم گلیوں میں رہ کر لوگوں کو پریشان کریں۔

ایوارس اور سلیمانی اپنے بھائی ایرک کو ڈھونڈ رہے ہیں۔

اپنے چھوٹے بھائی کو ڈھونڈتے ہوئے۔

ایوارس کی خواہش ہے کہ اس کا چھوٹا بھائی ایرک مل جائے اور وہ سب اکھٹے دادی کے گھر میں رہیں۔ ایرک اکثر بازار کے ارد گرد پھرتا ہے ایک دفعہ وہ مل گیا تھا۔ لیکن پھر کہیں غائب ہو گیا ہے۔

جب سکول سے چھٹی ہوتی ہے تو ایوارس اور سلیمانی اپنے بھائی ایرک کو ڈھونڈنے کے لیے بجمبورا شہر کی طرف بھی جاتے ہیں، FVS بھی اُن کی مدد کرتا ہے ایوارس اور سلیمانی کو اندازہ ہے کہ ایرک کیسی جگہ پر جا کر سوتا ہے۔ اور اس طرح کے بازاروں میں پھرتا ہے۔

اُن کو یہ بھی پتہ ہے کہ وہ جن آوارہ بچوں کے ساتھ پھرتا تھا۔ اُن کے پاس ایرک کی تصویر تو نہیں ہے لیکن سلیمانی کی شکل بالکل ایرک سے ملتی ہے۔ کئی لوگ تو سلیمانی کو ہی ایرک سمجھ لیتے ہیں۔

ایوارس کا سکول یونیفارم خاکی رنگ کا ہے یہ کپڑے دونوں بھائیوں کو بڑے ہیں لیکن یہ کئی سال چلیں گے ،اس لیے بہتر ہے کہ کچھ بڑے ہیں۔ اس کو جوتے اور سکول کا بیگ بھی ملا ہے۔

جب ایوارس اور سلیمانی مل گئے تو وہ FVS کے سنٹر میں رہے۔ اور پھر اُن کو دادی کے گھر میں چھوڑ دیا گیا اب چار اور بچے بھی وہاں رہ رہے ہیں۔

''اب میں اپنی ماں سے کبھی نہیں ملوں گی وہ چاہتی ہے کہ میں بھیک مانگوں اور پیسے اُس کو دوں۔ اب میں سکول جاؤں گی اور سکول میں ہی رہوں گی''

سالینیا، 12 سال

''میں بہت خوش ہوں کہ اُنھوں نے مجھے جیل سے چھڑایا اور یہاں رہنے کے لیے جگہ دی۔ اب میں سکول جاتا ہوں''

فرانسین، 12 سال

ہم نے گلیوں میں رہنا چھوڑ دیا ہے۔

اور کہتے ہیں ''ابھی تو وہ یہاں کھڑا تھا دیکھو وہ اسی بازار میں ہوگا'' ایک عورت کہتی ہے۔ اور ایک لڑکی کہتی ہے کہ اُس نے ایرک کو کئی دِن سے نہیں دیکھا لیکن دوسرے دو لڑکوں نے ایوارس اور سلیمانی کو پہچان لیا تھا، اُن نے حیران ہو کر پوچھا کہ تم سکول یونیفارم پہن کر یہاں کیا کر رہے ہو؟ ایوارس نے جواب دیا کہ اب ہم اپنی دادی کے ساتھ رہتے ہیں اور سکول جاتے ہیں''

وہ ملا لیکن پھر کھو گیا

کافی دفعہ کئی گھنٹے بازار کے گرد چکر لگاتے رہتے ہیں۔

لیکن بعض دفعہ وہ ایک چکر لگا کر واپس چلے جاتے ہیں ۔FVS والے بہتر نہیں سمجھتے کہ ایوارس اور سلیمانی بار بار پرانے دوستوں سے ملیں جو گلیوں میں ان کے ساتھ رہتے رہے ہیں ۔لیکن کئی دفعہ وہ بچے جوان کے دوست تھے اُن میں سے بھی کوئی FVS کے سنٹر آ جاتا ہے ۔ایک دن ایوارزس اور سلیمانی کو پتہ چلا کہ FVS والوں نے اُن کے بھائی ایرک کو ڈھونڈ لیا ہے ۔اُن نے ایرک کو اس لیے پہچان لیا کیونکہ وہ سلیمانی جیسا دکھتا ہے۔

ایوارس اور سلیمانی پہلے کبھی سکول نہیں گئے اس لیے وہ دونوں ایک ہی جماعت میں ہیں۔ حالانکہ سلیمانی اپنے بھائی سے دو سال چھوٹا ہے۔ یہ دونوں صبح کے وقت سکول جاتے ہیں جبکہ شام کو بڑے بچے سکول جاتے ہیں۔

ایرک FVS سنٹر آ گیا، لیکن وہ صرف پانچ دن رہا وہ اپنے بھائی ایوارس اور سلیمانی سے بھی ملا لیکن پھر کہیں غائب ہو گیا۔ اصل میں وہ نشے کا عادی ہو چکا ہے اور اگر ہم اُس کو دوبارہ ڈھونڈ پائے تو ہمیں اس کا علاج کرانا ہوگا کہ وہ نشے سے بچ جائے۔ اگر اُس کی نشے کی عادت چھوٹ جائے تو ہی وہ بچ سکتا ہے'' یہ FVS کی ایک سماجی کارکن کا خیال ہے۔

دادی ریچل کا گھر پہاڑی کے اوپر ہے۔ اور یہ شہر سے باہر ہے اور ان کا سکول پہاڑی سے نیچے سڑک کنارے پر ہے۔ نیچے آنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا لیکن بارش میں یہاں بڑا پانی اور کیچڑ ہوتا ہے اور اُس سے اکثر پاؤں پھسل جاتے ہیں۔

''اب میں اپنی ماں سے کبھی نہیں ملوں گی وہ چاہتی ہے کہ میں بھیک مانگوں اور پیسے اسکو دوں۔ اب میں سکول جاؤں گی اور سکول میں ہی رہوں گی'' سالینیا، 12 سال

''یہاں ہمیں کھانا ملتا ہے اور ہمیں نہ کام کرنا پڑتا ہے اور نہ بھیک مانگنا پڑتی ہے۔ یہاں سب کچھ بہت اچھا ہے میں ڈیڑھ سال تک گلیوں میں رہتی رہی ہوں اب میں سکول جاتا چاہتی ہوں اور ڈاکٹر بننا چاہتی ہوں'' لاوین، 11 سال

سالسیٹن سکول سے واپس
آ کر اپنے جانوروں کی
دیکھ بھال کرتا ہے۔
اب وہ بیٹھ کر سکول کا
کام کر رہا ہے۔

سالسیٹن کے جانور بہتر مستقبل کا وسیلہ ہیں

سالسیٹن کا باپ اُس کے بارے کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔ سکول کے لڑکے اُس کو بہت مذاق کرتے ہیں لیکن اب اُس کو کسی کی بات کی کوئی پرواہ نہ ہے کیونکہ اُس کی بہتر مستقبل کے لیے خوب محنت اور اُس کی قابلیت نے اُس کی عزت بڑھائی ہے۔ وہ جانوروں کو پال کر پیسے کماتا ہے اس لیے اب سب اُس کی عزت کرتے ہیں۔

جب سالسیٹن آٹھ سال کا تھا اُس نے اپنی ماں سے پوچھا کہ وہ ہر روز اُس کو دوائی کیوں دیتی ہے۔ ماں نے اُس کو بتایا کہ اُس کو ایڈز کی بیماری ہے اگر وہ یہ دوائی نہیں کھائے گا تو وہ مر جائے گا۔ اور اُس کے بتایا کہ اس کو بھی یہ بیماری تھی اور سالسیٹن کے باپ کو بھی ایڈز کی بیماری تھی۔ سالسیٹن کا باپ کہتا تھا کہ اُس کو یہ بیماری اپنی بیوی سے لگی ہے جبکہ اس کی اصل وجہ کچھ اور ہی تھی۔
لیکن سالسیٹن کے باپ نے سالسیٹن کو اور اس کی ماں کو گھر سے نکال دیا تھا۔ کئی سال تک ان دونوں کو کئی گاؤں میں پھرنا پڑا۔ ان کو کوئی رشتہ دار نہیں چاہتے تھے کہ ان کے ساتھ یا اُن کے گھروں میں رہیں لیکن باپ کی جائیداد کا حصہ تو سالسیٹن کا ہے۔

بالکل دوسرے لوگوں کی مانند

ہسپتال میں سالسیٹن اور اسکی ماں ایک آدمی سے ملے جس کا تعلق FVS سے تھا جس نے کہا کہ

سالسیٹن اپنے سکول بیگ سے کتابیں نکال کر دیکھ رہا ہے اس نے کتابوں کی چلا بنائی ہے تا کہ وہ محفوظ رہیں۔

سالسیٹن کا مرغا

وہ FVS سے مدد لے سکتے ہیں۔ اور FVS کے وکیلوں کی مدد سے ان کو اپنے والد کی جائیداد سے ایک گھر مل گیا۔ یہ گھر اُس کی دادی راخل کے گھر پاس ہی ہے۔ FVS نے سالسیٹن کو سکول میں بھی داخل کروایا۔

”میں نے کسیکو نہیں بتایا کہ مجھے HIV ایڈز ہے لیکن میرے باپ کا رشتہ دار اس سکول میں کام کرتا تھا اور اس نے سب کو بتا دیا کہ مجھے ایڈز کی بیماری ہے“ سالسیٹن کہتا ہے۔

اچانک سب بچوں نے اس کے ساتھ کھیلنا چھوڑ دیا اُسے کمرہ جماعت میں بھی اکیلے ہی بیٹھنا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ جماعت میں کوئی بات ہوئی تو ہیڈ ماسٹر نے سالسیٹن اور ایک اور لڑکے کو اپنے دفتر میں بلا لیا۔ اور اس نے کہا کہ سالسیٹن کو سکول چھوڑنا پڑے گا۔ FVS نے ہیڈ ماسٹر کو سمجھایا کہ سالسیٹن کا علاج ہو رہا ہے اور HIV ایڈز بچوں کے ساتھ کھیلنے سے نہیں پھیلتا۔ اس طرح ہیڈ ماسٹر مان گیا کہ یہ سکول میں رہ سکتا ہے ”اس کے بعد کسی نے مجھے تنگ نہیں کیا کیونکہ سب بچوں کو بتایا گیا ہے۔

کہ HIV ایڈز کیا ہے اور کیسے پھیلتا ہے۔ اور یہ کہ میں دوسرے بچوں کی طرح ہی ہوں مجھ سے کسی کو کوئی خطرہ نہ ہے۔

ایک مرغی سے پانچ مرغیاں بن گئیں۔

سالسیٹن کے سارے رشتہ دار بُرے نہیں تھے۔ ایک دِن اُس کی ایک خالہ نے اُسے ایک مُرغی دی اُس مرغی نے دس انڈے دیے۔ سالسیٹن نے پانچ انڈے بیچ دیے اور پانچ انڈے بچا لیے، اِن پانچ انڈوں سے بچے نکلے اور اُس کے پاس پانچ نئے چُوزے بن گئے اس طرح اُس کے پاس اور مرغیاں بن سکتی ہیں۔ سکول میں سالسیٹن کو حساب پسند ہے۔ اُس کی مرغیوں سے اُسے خیال آیا کہ وہ انڈے بیچ کر اور مرغیاں بنا سکتا ہے اور مرغیاں بیچ کر جانور خرید سکتا ہے۔ لیکن اُسکی ایک مُرغی بیمار ہوئی اور مر گئی اور اس کی دوسری مرغیاں بھی مر گئیں۔ لیکن سالسیٹن نے ہمت نہ ہاری۔ اُس نے کچھ رقم بچا رکھی تھی۔ اُس نے اُن مرغیوں کے لیے دانہ خریدا اور اپنی ماں کی مدد کرتا رہا۔

گاؤں کے کسان پریشان ہیں کہ اُن کی فصلیں چوہے کھا جاتے ہیں جو چوہوں کو ختم کر لے وہ فصلوں سے زیادہ پیسے کما سکتا ہے۔ سالسیٹن کے پاس چوہے مارنے کے لیے پنجرا موجود ہے۔ ''میں صبح جلدی اٹھا اور پنجرا کھیتوں میں لگا دیا۔ میں نے ایک دن میں 25 چوہے پکڑ لیے۔ پھر سکول چلا گیا جب میں واپس کھیتوں میں آیا تو اور چوہے پنجرے میں پھنسے ہوئے تھے۔ سالسیٹن نے چوہے مار کر فصل سے زیادہ پیسے کمائے اور اُن پیسوں سے اس نے ایک بھیڑ خریدی۔ اُس نے بھیڑ کو اچھی طر سنبھالا اور بعد میں اُس کو بیچ کر ایک بکری خرید لی۔ پھر اُس نے ایک اور بکری خریدی بھیڑوں اور بکریوں کے فضلے کو وہ کھیتوں میں کھاد کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ اور اس کھاد کو وہ بیچ بھی دیتا تھا۔ کئی دفعہ تو دوسرے کسان یہ کھاد خرید نے اس کے پاس خود آ جاتے تھے۔

زیادہ سے زیادہ جانور

سالسیٹن جو بھی پیسے کماتا وہ اُس سے اور جانور لے آتا تھا۔ اس طرح اس کے جانور بڑھتے گئے۔

اب وہ جانور کا چارا خریدنے کے بعد بھی پیسے بچا لیتا تھا اور اپنی ماں کے لیے کپڑے اور سکول کے لیے کتابیں وغیرہ لے آتا تھا۔ سالسیٹن کی ماں گاؤں کے خیر سگائی گروپ کی ممبر ہے۔ اُس نے گروپ سے قرضہ لیا تھا کہ وہ پھل اور سبزیاں اگا سکے۔ وہ یہ پھل اور سبزیاں بازار میں بیچ دیتی ہے۔ اُس نے ایک گائے بھی خریدی ہے جس کے ساتھ ایک بچھڑا بھی ہے۔ ''سکول جانے سے پہلے میں تمام جانوروں کو چارہ ڈالتا ہوں۔ اور جب میں گھر واپس آتا ہوں پھر جانوروں کی دیکھ بھال کرتا ہوں رات کا اندھیرا ہونے سے پہلے میں سکول کا کام بھی ختم کر لیتا ہوں۔''

سالسیٹن کو سائیکلیں ٹھیک کرنا بہت پسند ہے اور وہ ایک سائیکل ٹھیک کرنے والے شخص کی مدد بھی کرتا ہے۔ اُس کو امید ہے کہ ایک وقت آئے گا جب اُس کی اپنی سائیکل ٹھیک کرنے کی دوکان ہو گی اور وہ سوچتا ہے کہ وہ اپنی موٹر سائیکل خرید لے گا۔

FVS AMADE ایڈز کے مریضوں کی مدد کرتا ہے۔

اگر کسی عورت کو ایڈز ہے اور وہ حاملہ ہو جائے تو یہ بیماری اُس کے بچے کو بھی ہو جاتی ہے۔ اگر ایک عورت یا مرد کو ایڈز ہو اور وہ دوسرے مرد یا عورت سے ہم بستری کرے تو یہ بیماری ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ اب تک HIV ایڈز کا کوئی علاج نہ ہے۔ لیکن اگر کسی کو HIV ہو تو دوائی سے اُسے بڑھ کر ایڈز بننے سے روک سکتی ہے۔ لیکن جب HIV وائرس ایڈز بن جائے تو موت لازم ہو جاتی ہے اور اس کا کوئی علاج نہ ہے۔ HIV کے ساتھ آپ پوری زندگی زندہ رہ سکتے ہیں جب تک آپ اس کی دوائی کھاتے رہیں۔ بروںڈی میں اس وقت 84000 ہزار لوگ HIV کے وائرس کا شکار ہیں اور اِن میں سے اکثریت دوائی کھاتے ہیں اب اس بیماری میں کمی آ رہی ہے کیونکہ اب لوگوں نے احتیاط شروع کر دی ہے۔ FVS نے دو کلینک بنا رکھے ہیں جہاں لوگوں کو HIV کی دوائی مفت دی جاتی ہے۔

بہت اہم دوائی

جو دوائی سالسیٹن ہر دن کھاتا ہے اُس سے اُس کی زندگی ایڈز سے محفوظ ہو رہی ہے۔

سالسیٹن اُس گھر کے سامنے کھڑا ہے جو اس کو وکیل اور FVS کے تعاون سے عدالت کے ذریعے ملا ہے

بچوں کے حقوق کے منتخب ہیرو اشوک دیال چند

صفحات
52 تا 69

Ashok Dyalchand

اشوک کو کیوں منتخب کیا گیا

اشوک دیال چند 40 سال سے انڈیا میں لڑکیوں کے حقوق اور کم عمری میں شادی کے خلاف جدوجہد کر رہا ہے۔ اُس کی ان خدمات کی وجہ سے اُس کو بچوں کے حقوق کے عالمی انعام کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔

انڈیا میں ہر دن میں 15600 بچیوں کی چھوٹی عمر میں شادی کر دی جاتی ہے۔ لڑکیوں کا زبردستی سکول چھڑا دیا جاتا ہے اور وہ اپنے شوہر کے غلام جاتی ہیں۔

عمر کم ہونے کی وجہ سے وہ بچوں کو جنم دینے کے قابل نہیں ہوتی ہیں اس لیے اُن کے حاملہ ہو جانے سے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ وہ بھی جان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ لڑکیوں کی زندگیاں بچانے کے لیے اور بچپن کی شادیوں کو روکنے کے لیے اشوک اور اس کی تنظیم IHMP نے لڑکیوں کے کلب بنائے ہیں اس تنظیم کا قیام 1975 میں وجود میں آیا اور اب تک گاؤں کی 50,000 لڑکیوں نے اپنے حقوق اور زندگی کو بہتر بنانے کے لیے مختلف ہنر سیکھے ہیں۔ علم، خود اعتمادی اور ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کرتے ہوئے لڑکیاں والدین کو قائل کرتی ہیں کہ ان کو بچپن کی شادیوں پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ اُن کو سکول کی تعلیم مکمل کرنے کی اجازت دی جائے۔ اشوک نے لڑکیوں کے کلب بھی بنائے ہیں۔ جن میں اب تک 5000 لڑکے اور نوجوان مرد بچپن کی شادی، لڑکیوں کے حقوق اور صنفی مساوات کے بارے میں سیکھ چکے ہیں۔ جب اشوک نے اپنی تنظیم شروع کی تو اُس وقت گاؤں میں اکثر لڑکیوں کی شادی 14 سال کی عمر میں کر دی جاتی تھی۔ اور اب عمر کی حد 17 مقرر ہو چکی ہے۔ اور کسی بھی شادی شدہ لڑکی کی پہلا بچہ پیدا کرنے کی عمر کی 18 سال مقرر ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اب زچگی کے دوران ماں اور بچہ دونوں کے مرنے کے موقع بہت ہی کم ہو گئے ہیں۔ جن گاؤں میں اشوک کام کر رہا ہے وہاں لڑکیوں اور عورتوں کی قدر و عزت میں اضافہ ہوا ہے۔ IHMP والدین، پولیس، سماجی کارکنوں اور مقامی لوگوں کو بھی آگاہی دیتا ہے آگاہی اور تعلیم کا یہ سلسلہ دوسرے قریبی ممالک تک پھیلایا گیا ہے۔ جو قانون 1994 میں بنا تھا کہ بچوں کو پیدا ہونے سے پہلے ہی اسقاطِ حمل کر کے نہ مارا جائے۔ اکثر لوگ بچے کو پیدا ہونے سے پہلے ہی مار دیتے ہیں کہ لڑکی کیوں ہے۔ اشوک اس قانون کی آگاہی دینے کے لیے جدوجہد کر رہا ہے۔

اشوک دیال چند جو 40 سال سے لڑکیوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کر رہا ہے وہ کہتا ہے کہ ''ایک لڑکی کو ماں کے پیٹ میں ہی استحصال کا نشانہ بنانا شروع کر دیا جاتا ہے، انڈیا میں بہت سے والدین بچے کو ماں کے پیٹ میں ہی مار دینا چاہتے ہیں جب اُنھیں پتہ چلے کہ یہ بیٹی ہے۔ بیشک یہ غیر قانونی کام ہے۔ لیکن اگر ایک لڑکی پیدا ہو جائے تو سب سے بدترین بات یہ ہے کی اُسکی شادی بچپن ہی میں کر دی جاتی ہے انڈیا میں ہر دن میں 15,600 لڑکیوں کی بچپن میں شادیاں کر دی جاتی ہیں۔ میرا کام یہ ہے کہ میں اس عمل کو روکوں''

انڈیا کی تمام لڑکیاں

''حقیقت میں ہم حکومت کے صحت کے پروگرام کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ جہاں ہمیں انڈیا کی تمام لڑکیوں کے لیے کام کرنا چاہیے تھا جن کی بچپن میں شادی ہو یا جن کو اس مشکل کا سامنہ تھا کہ اُن کی بچپن میں شادی نہ ہو جائے۔ یہ پروگرام بچپن کی شادی اور لڑکیوں کے حقوق کے متعلق تھا''

''میں ایک خوبصورت گھر میں پیدا ہوا جس گھر کے گرد بڑا دلکش باغیچہ تھا۔ میری ماں ڈاکٹر تھی اور میرا باپ ایک بڑی تنظیم کی قیادت کرتا تھا۔ میں شہر کے سب سے اچھے سکول میں پڑھا۔ اور میں اپنے فارغ وقت میں بلیرڈ کھیلتا تھا اس کے علاوہ میں ہائی، ٹیبل ٹینس بھی کھیلتا تھا'' میں اپنی ماں جیسا بننا چاہتا تھا اور سب سے اچھے کالج میں پڑھنے کا موقع ملا میں آنکھوں کا ڈاکٹر بننا چاہتا تھا اور میری خواہش تھی کہ میں شہر کے اچھے ہسپتال میں کام کروں۔ بہت سا پیسہ کماؤں اور اچھی زندگی گزاروں۔

گاؤں کے موبائل ہسپتال

جب اپنی تعلیم کے علمی مظاہرے کا وقت آیا تو اشوک نے ایک ایسے گروپ میں شمولیت اختیار کر لی جو پسماندہ علاقوں میں صحت و علاج معالجہ کی سہولت دے رہا تھا۔ یہ گاڑی میں بنایا گیا آنکھوں کا ہسپتال تھا۔
409/B۔ اس اس میں آنکھوں وغیرہ کے آپریشن کا بھی انتظام موجود تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کے اگر ان غریب لوگوں کو اس طرح علاج کی سہولت نہ دی جاتی تو وہ خود سے علاج کروانے کے لیے کہیں نہ جا سکتے تھے۔

''میں یہ اس لیے نہیں کر رہا تھا کہ میں ایک اچھا آدمی بننا چاہتا تھا بلکہ میں یہ اس لیے کر رہا تھا کہ میں سارے گاؤں کو اچھی زندگی دے سکوں اور لوگوں کی زندگی کو بہتر بنایا جا سکے

مجھے یہ بھی احساس تھا کہ جو علمی تجربات میں اس گاڑی میں بنائے گئے ہسپتال میں کر رہا ہوں یہ میرے بہت کام آئیں گے۔

کیونکہ ہم ہر روز 400 مریضوں کو چیک کرتے تھے۔ اور ہر ہفتہ میں 200 لوگوں کی آنکھوں کا آپریشن کر رہے تھے۔''

اشوک نے اس ہسپتال میں تین سال کام کیا اور بہت سارے پہاڑوں، گاؤں اور دیہات میں ایسے لوگوں کے لیے جو بہت ہی غربت میں رہتے تھے اور علاج معالجہ کی سہولت سے کوسوں دور تھے، اور جس طرح کے حالات میں اشوک پروان چڑھا تھا یہ دُنیا اس سے بالکل مختلف تھی۔

''میں ایسے گھر میں پیدا ہوا جہاں ہر سہولت موجود تھی اور مسائل ہم سے دور رہتے تھے۔ گاڑی میں بنائے گئے ہسپتال کے ساتھ کام کرنے سے پہلے میں نے کبھی کسی گاؤں کو نہیں دیکھا تھا'' اب اشوک کے ارد گرد ایسے لوگ تھے جو انتہائی غربت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ بُرے حالات میں پھنسے ہوئے غریب بچے، مسکین محتاج لوگ اور مجبوریوں کے مارے ہوئے خاندان جو بالکل اَن پڑھ اور بے ہنر تھے۔

لڑکیوں کو گندی میں چھوڑ دیا گیا۔

''ہم نے محسوس کیا کے انڈیا میں لڑکیوں کے حالات اس سے بہت زیادہ خراب ہیں جتنا ہم نے اندازا لگایا تھا۔ اور اصل میں تو لڑکیوں کے ساتھ استحصال ان کی ماں کے پیٹ میں ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اگر ماں باپ کو پتہ چل جائے کہ اُن کے ہاں بیٹی پیدا ہونے والی ہے تو کہی لوگ تو فیصلہ کرتے ہے کے حمل ضائع کروادیتے ہیں اور انڈیا میں تو بہت ساری لڑکیاں پیدا ہونے سے پہلے ہی اسقاطِ حمل کے ذریعے گندگی کے ڈھیروں میں دبا دی جاتی ہیں۔ یا پھر لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا ہے'' انڈیا میں قانون کے ماہرین کے مطابق جنسی بنیاد پر ہونے والے اسقاطِ حمل کے خلاف 1994 بنائے گئے قوانین پر علمدار کی اشد ضرورت ہے۔

ایک عورت مر رہی تھی

اشوک نے فیصلہ کیا کے وہ غریب لوگوں کو علاج کی سہولت دے گا۔ اور اس لیے اُس نے 1975 میں پاچود گاؤں میں پانچ بستروں کا ہسپتال قائم کیا۔ یہ گاؤں کئی سالوں سے قطرسائی کا شکار تھا اور اس گاؤں کے لوگوں کے حالات بہت خراب تھے۔ ''میں نے موٹر سائیکل پر جا کر لوگوں سے بات کی اور دیکھا کہ ان کو کس کس چیز کی ضرورت ہے۔ میں ہر دن میں دیہات میں جاتا تھا کیونکہ اس علاقے میں صرف میں ڈاکٹر تھا۔

انڈیا میں لڑکیوں کی زندگی کو بہت سارے خطرات لاحق ہیں

- ☆ 240,000 لڑکیاں پانچ سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی مر جاتی ہیں جس کی وجہ صنفی استحصال، خوراک کی کمی، علاج و معالجہ کی عدم دستیابی اور لڑکیوں کے متعلق لاپرواہی ہے۔
- ☆ 3.7 ملین لڑکیاں سکول نہیں جا پاتی ہیں۔
- ☆ 20 کروڑ سے زیادہ عورتیں لکھنا پڑھنا نہیں جانتی ہیں۔ اِن پڑھ عورتوں اور اِن پڑھ لڑکیوں کی تعداد انڈیا میں تمام ممالک سے زیادہ ہے۔
- ☆ ہر پانچ منٹ میں عورتوں پر تشدد کا ایک کیس پولیس کے پاس آتا ہے۔
- ☆ ہر دن میں 92 عورتوں / لڑکیوں کی عصمت دری کی جاتی ہے (2014)۔
- ☆ 1990 سے 2018 کے دوران تقریباً 2 کروڑ عورتوں کے حمل جبری گرایے گئے۔

تبت کی ایک لڑکی

ایک دن اشوک نے تبت کی ایک مہاجرین لڑکی کی آنکھوں کا معائنہ کیا۔ اُس نے دیکھا کے لڑکی کو ایک ایسی بیماری ہے کہ جس کا جلدی علاج کیا جائے تو وہ ٹھیک ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس کا علاج نہ ہوا تو وہ عمر بھر کے لیے اندھی ہو جائے گی۔

اشوک نے اس کو ہسپتال میں داخل کیا اور بیڈ پر لٹا دیا۔ اشوک کے افسر نے لڑکی کو بیڈ سے اٹھا دیا اور کہا کہ آج صرف اُن کا آپریشن ہوگا جن مریضوں کو آج کا وقت دیا گیا ہے۔

''میں نے ایک ہفتہ کے بعد دیکھا کہ وہ لڑکی ایک بازار میں آئی تو اُس کی ماں نے اس کا بازو پکڑا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ اندھی ہو چکی تھی، یہ دیکھ کر مجھے بڑا افسوس ہوا۔ مجھے بہت شرم محسوس ہوئی کہ میں اُس لڑکی کے لیے اپنے افسر سے لڑ نہیں سکا اور اُس کا مناسب وقت پر آپریشن نہیں کر سکا۔

اشوک اپنے افسر کے پاس گیا اور اس کو غصے سے کہا ''تم نے ایک لڑکی کو اندھا کر دیا'' اور اب میں تمہارے ہسپتال میں ایک منٹ بھی کام نہیں کر سکتا۔'' میں نے اپنے افسر کو خوب سنائی اور پھر کبھی واپس اُس ہسپتال نہیں گیا۔ اب میں نے محسوس کیا کہ میں کبھی بھی کسی اچھے آنکھوں کے ہسپتال میں زیادہ پیسے کمانے کے لیے کام نہیں کروں گا۔ اس لڑکی نے میری زندگی ہمیشہ کے لیے تبدیل کر دی۔

یہ موٹر سائیکل ہے جو اشوک 43 سال پہلے استعمال کرتا تھا۔اس وقت وہ 78 گاؤں میں اکیلا ڈاکٹر تھا

'' میرے پاس 78 گاؤں تھے جن میں مریضوں سے بات کرنا، اُن کا معائنہ کرنا، اُن کے آپریشن کرنا اور اُن کو دوائی دینا صرف میرا کام تھا۔اس کے بعد مختلف گاؤں کے دورے کرنا، میری موٹر سائیکل ہر وقت بھاگتی رہتی تھی! اشوک کو بہت جلد سمجھ آگئی کہ گاؤں والوں کی سب سے بڑی مصیبت کا سامنہ اُس وقت کرنا پڑتا ہے جب حاملہ خواتین کو مناسب خوراک اور صحت کی سہولت نہیں ملتی ہیں اور بہت ساری خواتین اس دوران مرجاتی ہیں۔

'' ہسپتال تک پہنچنے والی تمام سڑکیں خراب تھیں اور ذرائع آمدورفت کے لیے بیل گاڑی کے سوا کچھ نہیں تھا۔میرے ہسپتال میں پہلے ہفتے میں دو خواتین اپنے گھر سے ہسپتال پہنچتے پہنچتے ہی دم توڑ گیئں''

لڑکیاں چھوٹی عمر میں حاملہ ہو جاتی تھیں جبکہ اُن کے جسم ابھی اس قابل نہیں ہوتے تھے کہ بچے پیدا کر سکیں کیونکہ وہ تو خود ابھی بچپن کی عمر میں ہیں۔اس لیے اکثر لڑکیوں اور بچوں کی موت زچگی کے دوران ہو جاتی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس صورت حال کو ختم کرنے کے لیے بچپن کی شادی کو ختم کرنا پڑے گا ورنہ لڑکیوں کی زندگیاں نہیں بچائی جاسکتیں۔

جن لڑکیوں کی بچپن میں شادی ہوتی ہے اُن کے اپنے بھی بچپن کے حقوق کا استحصال ہو رہا ہے''

اشوک کو اندازہ ہو گیا کہ شادی سے پہلے ہی ان لڑکیوں کے ساتھ زیادتی اور ظلم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔شروع دن سے لوگ اپنی بیٹوں سے زیادہ پیار کرتے ہیں اور بیٹیوں کو نظر انداز کرتے ہیں۔

لڑکوں کو شروع ہی سے اچھا دودھ، اچھی خوارک دی جاتی ہے اور اگر لڑکیاں بیمار ہو جائیں تو اُن کا علاج بھی نہیں کروایا جاتا۔لڑکیوں تو ڈاکٹر کے پاس بھی نہیں لے کر جاتے ہیں'' جبکہ لڑکوں کو سکول جانے دیا جاتا ہے اور وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلتے بھی ہیں۔

اشوک نے دیکھا کہ لڑکیاں صرف گھر میں رہ کر ہر وقت گھر کے کام کرتی ہیں اشوک نے سوچا کہ کیوں نہ لڑکیوں کو تیار کیا جائے۔

اشوک کے دماغ میں خیال آیا کہ جو عورتیں روایتی طریقوں سے دائی کے طور پر کام کرتی ہیں ان کو ترتیب دی جائے۔اس طرح وہ حاملہ عورتوں کے مسائل کو اپنے ہی گاؤں میں اچھے طریقے سے حل کر سکتی ہیں۔اور اُن کو پتہ بھی ہو گا کہ ایک حاملہ عورت کو کس وقت ہسپتال لیکر جانا ہے اس کی یہ سوچ بڑی مفید ثابت ہوئی اور بہت جلد پورے انڈیا میں یہ ترکیب کے لیے آسانی پیدا کرنے لگی۔

حاملہ خواتین مناسب وقت پر اشوک کے ہسپتال پہنچنے لگیں جس سے مناسب طریقے سے اُن کا علاج ممکن ہو پایا تھا۔اور ماں اور بچہ دونوں کو بچایا جاتا تھا۔

بچپن کی شادی

'' ہم نے محسوس کیا کہ بہت زیادہ مسائل تو اس لیے ہیں کہ لڑکیوں کی بچپن میں شادی کر دی جاتی ہے اور چھوٹی عمر میں حاملہ ہو جانے کی وجہ سے اُن کے لیے کئی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔

گاؤں کی ہر 10 میں سے 8 لڑکیوں کی شادیاں اُن کے 18 سال پورے ہونے سے پہلے کر دی جاتی ہیں اور ان میں اکثر کی عمر صرف 14 سال ہوتی ہے۔

12 ملین (ایک کروڑ 20 لاکھ) نوعمر دلہنیں

☆ ہر سال ایک کروڑ 20 لاکھ بچیوں کو 18 سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے شادی کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے ۔یعنی پر منٹ میں 23 لڑکیاں۔ یا پھر ہر دو سیکنڈ میں ایک لڑکی۔

☆ دنیا بھر کی پانچ میں سے ایک لڑکی کو 18 سال کی عمر سے پہلے شادی کرنا پڑتی ہے۔

☆ ہر دن میں 15,600 لڑکیوں کی انڈیا میں اوسط 15 سال کی عمر میں شادیاں کر دی جاتی ہیں حالانکہ یہ عمل غیر قانونی ہے۔

☆ دُنیا کی سب سے زیادہ نوعمر دلہنیں انڈیا میں ہیں۔

☆ اقوامِ متحدہ کے حقوق کے کنونشن کے مطابق بچپن کی شادی غیر قانونی ہے لیکن دُنیا میں 93 ممالک ایسے ہیں جہاں لڑکیوں کی شادی ان کی عمر 18 سال ہونے سے پہلے کر دہ جاتی ہے۔

☆ اقوامِ متحدہ 2030 تک کے عالمی اہداف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بچپن کی شادی پر پابندی لگائی جائے۔

☆ اگر ہم نوعمر دلہنوں کی تعداد میں کمی نہ کر پائے تو 2050 تک 1200 کروڑ لڑکیوں کی شادی بچپن میں ہو چکی ہو گی۔

ہم اشوک کے کلب کے ممبر ہیں!

اکوش، 17 سال　انجم، 14 سال　آکاش، 16 سال　انجول، 14 سال　اکوش، 17 سال　انجلی، 14 سال　اجے، 17 سال

50,000 لڑکیوں کی زندگی کو اشوک کی کاوشوں سے بچایا جا چکا ہے۔ ان میں سے نصف اس وقت بچپن کی شادی سے بچ چکی ہیں اور اشوک کے تعلیم اور ہنر سکھانے والے سنٹرز میں پڑھ رہی ہیں۔ اور اب وہ لڑکیوں کے کلب کا حصہ ہیں

یہ کتاب زندگی اور ہنر کے متعلق ہے جو لڑکیوں کے لیے بڑی اہم ہے۔

کہ کسی کی بیوی، بہن یا ماں بننے کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی زندہ مخلوق ہیں اور کوئی ان کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتا۔ اُن کو اپنی زندگی خود گزارنے کا پورا حق ہے ''ہم لڑکیوں کی آواز اور اُن کے محافظ بن گئے'' 1985 میں اشوک اور اس کے سات دوستوں سے IHMP بنائی جس میں ماں اور بچے کی صحت، کے حفظانِ صحت کے اصول اور بچپن کی شادی کے خلاف جدوجہد کو مقصد بنایا گیا۔ اس تنظیم کے لوگوں نے خود کو لڑکیوں کے حقوق کا محافظ بنا لیا۔

ِگرلا غلام بن گئی

اس سے زیادہ لڑکیوں کا استحصال کیا ہو سکتا ہے اس کہ بچپن میں شادی کر دی جائے۔ اس کا سکول جاتا بند کر کے اس کو شوہر کا غلام بنا دیا جاتا ہے۔

اس کو بچوں کو جنم دینا پڑتا ہے اور گھر کے تمام کام کرنے پڑتے ہیں یہ ایسا ہی ہے کے اس کو اس کے خاندان سے چوری کر کیا گیا ہے۔ اور اس کی سہیلیاں، آزادی اور خواب اس سے جدا کر دیے گئے ہیں لڑکی اپنے گھر میں ایک قیدی کی طرح زندگی گزارنے لگتی ہے۔ میں پریشان ہو جاتا ہو کہ کیا اس لڑکی کا خاندان یہ ہی چاہتا تھا کہ یہ لڑکی کسی کے گھر جا کر غلام بن جائے اور ان کے علاوہ بچپن کی شادی قانوناً جرم ہے۔ اشوک نے یہ باتیں بے شمار لوگوں کو بتائیں ہیں اور اس کو بھی بڑی باتوں کا پتہ چلا ہے جیسا کہ بہت سارے خاندان اا پنی بیٹی کی شادی چھوٹی عمر میں نہیں کرنا چاہتے مگر پرانی روایات لوگوں کا دباؤ اور غربت کی وجہ سے وہ محسوس کرتے ہیں کہ اُن کے پاس اور چارہ نہ ہے۔

اگر کوئی خاندان لڑکی کی جلدی جلدی شادی نہیں کرتا تو پڑوسی باتیں کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ گاؤں کی رویات پر عمل کیوں نہیں کر رہے اور ادھر اُدھر کی بدگمانیاں شروع ہو جائیں گی کہ لڑکی کو کوئی خاص مسئلہ ہے یا کوئی بیماری ہے یا پھر ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی کے خاندان کے ساتھ کوئی مسئلہ ہو؟

انڈیا میں شادی کرتے وقت لڑکی کے والدین کو جائیداد بھی دینا پڑتی ہے۔ حالانکہ یہ بھی انڈیا کے قانون کے خلاف ہے۔ جائیداد میں دولت، زمین، زیورات کاریں، موٹر سائیکل، جانور یا پھر رقم وغیرہ بھی ہو سکتی ہے۔ لڑکی عمر جتنی زیادہ ہو گی اس کے خاندان کو اتنا ہی زیادہ جہیز دینا پڑتا ہے۔ یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے کہ غریب لوگ چھوٹی عمر میں لڑکیوں کی شادی کو ترجیح دیتے ہیں اس طرح لوگ اس کو بہتر سمجھتے ہیں کہ لڑکی کی شادی کرو، ان کے خیال میں سکول جاتا یا تعلیم حاصل کرنا اہم نہیں ہوتا بلکہ اہم ہوتا ہے کہ جلدی سے جلدی شادی کرنا۔ تعلیم پر پیسہ خرچ کرنے کو فضول خرچی یا پیسے کا ضیاء تصور کیا جاتا ہے۔ اور جب اگلے گھر میں جا کر لڑکی نے گھر کے کام ہی کرنا ہیں تو اس کو تعلیم کیوں دی جائے لوگوں کو یہ ڈر بھی ہوتا ہے کہ اگر لڑکی گھر سے باہر نکلے گی تو کوئی اُن کی عزت کو داغ نہ کر دے۔ اور اکثر سکول جاتے یا واپس گھر آتے لڑکیوں کے ساتھ ایسا ہوتا بھی ہے۔ اگر کچھ ایسا ہو جائے تو یہ لڑکی کے لیے اور خاندان کے لیے شرم کی بات سمجھی جاتی ہے۔

گنگا ساگر، 12 سال

کرن، 15 سال

بھیسالی، 14 سال

چیتن، 16 سال

آشا، 13 سال

بھمراؤ، 17 سال

آشوانی، 14 سال

آنند، 17 سال

اس میں لڑکیوں کے حقوق، اُن کی صحت اور بنکوں کے کام کے طریقے کار کے بارے میں کورس شامل تھے۔اس میں لڑکیوں کے لیے چھوٹے کار بار، اور بڑے ہوکر زندگی کیسے گزارنی ہے اور اپنی حفاظت اور ذمہ داری کیسے پوری کرنی ہے۔اہم کورس بھی شامل تھے اشوک کا خیال تھا کہ اس علم، ان معلومات اور ہنر کی وجہ سے لڑکیوں اور عورتوں کی معاشرے میں قدر اور عزت بڑھے گی۔اور وہ اپنی تحفظ کو بھی یقینی بنا سکیں گئیں

لڑکیوں کے کلب

’’ہمیں بڑے دھیان سے اور سوچ سمجھ کے ساتھ ایسے اقدامات اٹھانا ہوں گے کہ لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے اور ہنر سیکھنے کی اجازت مل سکے کیونکہ اس سے پہلے گاؤں کی لڑکیوں کو سکول جانے اور گھروں میں کام کرنے کے سوا کچھ اور کرنے کی اجازت نہ تھی۔یہاں دو چیزیں بڑی اہم تھیں: ایسی محفوظ جگہ کا انتخاب کیا جائے جہاں لڑکیاں اکٹھی ہوسکیں اور سیکھ سکیں۔گاؤں کے لوگوں میں سے ہی کچھ نے ہمیں محفوظ جگہ بتائی جہاں لڑکیوں کو ہنر سکھائے جا سکتے تھے گاؤں والوں نے ہمیں کہا کہ گاؤں کے ہال کو پسند کریں یا پھر مندر یا سکول کی جگہ کو دیکھ لیں‘‘

اور پھر اس طرح کے واقعات کے بعد اس لڑکی کی شادی کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔

لڑکیوں کے لیے زندگی کی مہارت کی تعلیم

’’ہمیں احساس تھا کہ لڑکیوں کے حقوق کا بری طرح استحصال ہو رہا ہے کیونکہ معاشرہ اُن کو برابری کے حقوق اور یکساں حیثیت دینے کے لیے تیار نہیں۔ان کو اپنی ہی زندگیوں کے فیصلے خود کرنے کی اجازت نہ تھی اور اُن کو تعلیم حاصل کرنے سے روکا جا رہا تھا۔

ہم یہ بھی سمجھ رہے تھے کہ بہت سے خاندان اس صورتِ حال پر خوش نہیں ہیں۔اور وہ چاہتے تھے کہ بچیوں کی چھوٹی عمر میں شادی نہ کی جائے۔وہ تعلیم حاصل کریں اور خوشی سے زندگی گزاریں‘‘

اشوک نے گاؤں والوں کے ساتھ مل کر یہ فیصلہ کیا کہ لڑکیوں کے کلب بنائے جائیں جہاں وہ ایک دوسرے کی مدد کرسکیں اور زندگی گزارنے کے لیے اہم معلومات سیکھیں لڑکیوں نے مل کر ایک کتاب لکھی جس کا عنوان تھا لڑکیوں کے لیے زندگی کی مہارت کی تعلیم جو لڑکیوں کے لیے مددگار ثابت ہو۔اور ایسے ہنر لڑکیوں کے لیے چنے گئے جن کی بڑی ضرورت تھی۔

لڑکیاں کلب میں مندرجہ ذیل معلومات سیکھتی ہیں

☆ بچوں کے حقوق
☆ لڑکیوں کے حقوق
☆ بچپن کی شادی
☆ حیض کے ایام، صحت اور متحد ہو کر رہنا
☆ عورتوں کے طلاق کے حقوق
☆ خواتین پر تشدد یا گھریلو استحصال
☆ اگر لڑکیوں کے ساتھ زیادتی ہو تو کیس کہاں کرنا ہے
☆ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا استعمال
☆ سلائی کڑھائی اور سوئی ٹانکے کا ہنر
☆ معاشرتی نظام کیسے چلتا ہے مثلاً پولیس، بنک۔یا گاؤں کی کونسل کیسے کام کرتی ہے

’’ہم لڑکیوں کے کلبوں کا دورا کرنے جاتے ہیں اس سے پہلے صرف مرد معاشرتی معاملات کو چلا رہے تھے عورتوں کو صرف مردوں پر انحصار کرتا پڑتا تھا اور اُن کی کوئی آواز نہ تھی۔ہم نے علم حاصل کیا ہے اور اب ہم اپنی زندگی کے معاملات کو خود حل کر سکتے ہیں‘‘ سالیا کہتی ہے کہ اس کی عمر 15 سال ہے اور وہ ان 25000 ہزار لڑکیوں میں سے ایک ہے جس نے اشوک کے سنٹر سے ہنر حاصل کیا ہے۔

لڑکیاں کلب کی طرف جا رہی ہیں

ساحل، 16 سال — مارجیکا، 16 سال — ساگر، 16 سال — مینشا، 12 سال — رُوشی کیش، 16 سال — کومل، 13 سال — راوی، 16 سال — کاوری، 13 سال — رمدے، 16 سال

جن لڑکیوں نے ہنر کا کورس مکمل کرلیا وہ پھر بی کلب میں آتی رہتی ہیں اُن کو بڑی کامیابی ملی ہے کہ بچپن کی شادی پر پابندی لگ گئی ہے۔اور اب وہ اپنی بڑھائی مکمل کرسکتی ہیں لڑکیوں نے علم حاصل کیا ہے اور اُن کا حوصلہ بڑھا ہے اُن نے ماں باپ کو سمجھا لیا ہے کہ اُن کی بچپن کی شادی کے منصوبے نہ بنائیں

لڑکیوں کے کلب کی میٹنگ

لڑکے مہینے میں ایک بار میٹنگ کرتے ہیں وہ لڑکیوں کے حقوق، بچپن کی شادی اور مساوی حقوق پر بات چیت کرتے ہیں۔

اس وقت تک گاؤں کی دائیوں پر لوگوں کو اعتبار تھا اس لیے اشوک نے اُن کو ہی استاد بنادیا۔ان خواتین کو پہلے ہی IHMP کی طرف سے ترتیب دی تھی کہ لڑکیوں کو زندگی کے لیے مفید ہنر سکھائے جائیں اور 1999 میں پہلا کلب قائم ہوگیا اس کے بعد 25 کلب قائم کیئے گئے جن میں 11 سے 19 سال کی غیر شادہ شدہ لڑکیوں کو داخل کرلیا گیا۔یہ لڑکیاں ہفتے میں تین دن اور چھ مہینے تک کورس سیکھتی رہتی تھیں۔'' جیسے جیسے لڑکیوں نے علم حاصل کیا ان کا خود پر اعتماد بڑھتا گیا۔چونکہ اُن کو گھر سے باہر نکلنے کا موقع ملا تھا جس سے ان کو خود اعتمادی کو بڑھانا شروع کیا اور ایک دوسرے سے بات کرنے سے اُن میں بات کرنے کی ہمت پیدا ہوئی۔اس سے اُن کو یہ بھی احساس ہوا کہ اُن کی رائے کی کوئی اہمیت ہے۔لڑکیوں نے جو اپنے حقوق کے بارے میں سیکھا تھا اپنے والدین اور دوستوں کو بتانا شروع کیا اشوک نے دوسرے گاؤں میں بھی لڑکیوں کے کلب بنانا شروع کیے جب لڑکیوں کا کورس ختم ہوجاتا تو وہ سب ملکر اس طرح کی ترتیب کے دوسرے کورس کا انتظام کرلیتں۔لڑکیوں کے کلب بنانے سے لڑکیوں اور عورتوں کے کلب بنانے سے لڑکیوں اور عورتوں کو اپنے حقوق اور اپنی طاقت کے بارے میں بھی اندازہ ہونے لگا کہ کس طرح وہ اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھاسکتی ہیں۔

باہم اکٹھے ہونے سے وہ ایک دوسرے کو اپنے مسائل بتائے جن سے مشترکہ جدوجہد کا احساس پیدا ہوتا تھا۔

کچھ عرصہ کے بعد گاؤں میں حالات تبدیل ہونے لگے چھوٹی عمر میں لڑکیوں کی شادیاں ہونا بند ہوگئیں ''جن لڑکیوں نے ہنر سیکھنے کا کورس مکمل کر لیا اور لڑکیوں کے کلب میں جانا جاری رکھا ان کا چھوٹی عمر کی شادی کا خطرہ بالکل ٹل گیا۔

اصل میں لڑکیوں نے علم حاصل کیا اور علم نے اُن کو حوصلہ دیا اور وہ اپنے والدین کو یہ بات سمجھانے میں کامیاب ہوگئیں کہ چھوٹی عمر میں شادی کرنا نقصان دہ ہے۔

ایک ایسا گروپ جس کی کوئی آواز اور کوکہیں نظر نہیں آتا تھا۔اچانک اس میں ہمت آگئی اور وہ اس قابل ہوگئیں کہ اپنے والدین کو اپنے حقوق اور اپنی اہمیت بتا کر اُن سے سکول جانے کی اجازت لے لی۔اور ہنر سیکھنے کی بھی اجازت لے لی!''

اشوک کہتا ہے کے سب ٹھیک ہو رہا تھا

لیکن اس کی رفتار بہت کم تھی کیونکہ اب بھی کئی لڑکیوں کو جبری شادی پر مجبور کیا کا رہا تھا۔اور بہت ساری بچیوں کو پیدا ہوتے ہی مارا جا رہا تھا۔''ہم نے نئے شادی شدہ جوڑوں کے ساتھ بات کرنا شروع کی ایسے خاندان جو بچے پیدا کرنے والے تھے اور دلہن کی عمر ابھی 18 سال سے کم تھی۔ہم نے دلہن لڑکی کو بتا کہ

اشوک اور IHMP کیسے کام کرتے ہیں

اشوک اور اس کی تنظیم بچپن کی شادی اور لڑکیوں کے حقوق کے لیے کام کرتے ہیں:

☆ لڑکیوں کے کلب بنائے جاتے ہیں جہاں لڑکیوں ہنر سیکھتی ہیں۔یہ کلب لڑکیوں کے لیے محفوظ جگہ ہیں جہاں وہ اپنی مرضی کی بات اپنی دوست لڑکیوں سے کرسکتی ہیں۔

☆ لڑکیوں کے کلب بنائے جاتے ہیں۔جہاں وہ لڑکیوں کے حقوق بچپن کی شادی اور سب کی مساوی حیثیت کی تعلیم سیکھتے ہیں۔

☆ نئے شادی شدہ جوڑوں کو تربیت دی جاتی ہے خاص کر جہاں لڑکی کی عمر ابھی 18 سال نیں ہوتی۔ اس کو لڑکیوں کے حقوق، 18 سال سے کم عمر میں بچہ پیدا کرنے کے نقصانات بتائے جاتے ہیں۔

☆ والدین کو تربیت دی جاتی ہے۔پولیس کو ترتیب دی جاتی ہے۔گاؤں کے لوگوں اور سماجی کارکنوں کو ترتیب دی جاتی ہے کہ لڑکیوں کے حقوق اور سب کی یکساں حیثیت پر یقین کریں اور عمل کریں

اُرمیلا، 14 سال — ونود، 12 سال — سیما، 14 سال — وِیناد، 17 سال — سانیہ، 13 سال — شہاش، 15 سال — رُوپالی، 12 سال — پلوی، 14 سال — سندِیپ، 17 سال

بیشالی اور آرتی کا بڑا بھائی اشوک کے کلب کا ممبر ہے۔ اس نے گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا ہے اس لیے اب اُس کی بہنوں کے پاس کھیلنے اور سکول کا ہوم ورک کرنے کا وقت بچ جاتا ہے۔

IHMP اس وقت 173 گاؤں میں کام کر رہا ہے اور 120 لوگ اس کے ساتھ کام کر رہے ہیں ان لوگوں میں نرسیں، ڈاکٹر اور سماجی کارکن شامل ہیں۔ ’’جب ہم نے پاجوڑ میں اپنا کام شروع کیا تھا تو اُس وقت زیادہ تر لڑکیوں کی شادی 14 سال کی عمر میں کر دی جاتی تھی جبکہ اب اس کی حد 17 سال ہے اب پہلے سے بہتر ہے۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ جب تک کوئی 18 سال کی عمر تک نہیں پہنچ جاتی تو اُس کی شادی نہیں ہونی چاہیے‘‘ جن گاؤں میں اشوک کام کرتا ہے۔ وہاں ایک بڑی خاص تبدیلی ہوئی ہے کہ لڑکیوں کی اہمیت میں اضافہ ہوا ہے۔ اور اس کے کام کی خبریں ہر طرف پہنچ گئی ہیں۔ اشوک نے پاچوڑ گاؤں میں ٹرینگ کورسز کا آغاز کیا نوجوان لوگ مختلف ممالک سے یہاں ٹرینگ کرنے کے لیے آنے لگے۔ جیسا کہ افغانستان، بنگلہ دیش، نیپال، سری لنکا، تھائی لینڈ، ایتھوپیا، کینسیا، صومالیہ اور سوڈان

’’ہمارا مقصد ہے کہ ایک ایسے معاشرے کا قیام عمل میں لایا جائے جہاں جنسی استحصال نہ ہو، غیر مساوی سلوک نہ ہو، ابھی منزل بہت دور ہے۔ لیکن جب میں لڑکیوں سے کلب میں ملتا ہوں اور اُن کے عزائم دیکھتا ہوں تو مجھے بڑی ہمت ملتی ہے اور میرا دل خوش ہو جاتا ہے اور میں اس مشن کو جاری رکھنے کے عزم کو پھر سے تازہ کر لیتا ہوں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچپن کی شادی کی روک تھام کے لیے لڑکوں کی اس اچھے کام میں شمولیت بہت ضروری ہے۔ کیونکہ جو مرد چھوٹی لڑکیوں سے شادی کرتے ہیں۔ ان کو روکنے کے لیے لڑکوں کو اپنے ساتھ لیا جائے اور اگر وہ اس بات کو سمجھ لیں تو بڑے ہو کر وہ ایسا ہرگز نہ کریں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ لڑکوں کو بھی سیکھایا جائے اُن کو لڑکیوں کے حقوق، بچوں کے حقوق اور مساوی حقوق سیکھنا بہت ضروری ہے۔ 2014 میں اشوک نے لڑکوں کے کلب بنانا بھی شروع کیے۔ اب لڑکے بھی کلبوں میں اکٹھے ہوتے ہیں، بچوں کے حقوق اور لڑکیوں کے حقوق سیکھتے ہیں۔

بڑی کامیابی

اشوک کے کام سے 50,000 لڑکیوں کو ہمت و طاقت اور بہتر زندگی ملی ہے۔ ان میں نصف تعداد ایسی لڑکیوں کی ہے جو غیر شادی شدہ ہیں اور ہنر سیکھے ہیں یہ 500 گاؤں کی لڑکیاں ہیں، اسی طرح لڑکوں کے کلب بنا کر بہت سارے لڑکوں کو تعلیم دی گئی ہے۔ گاؤں میں لڑکیوں کو پہلا بچہ کرنے کی حد 18 سال مقرر ہوئی ہے۔ اور اب دوران زچگی ماں اور بچہ دونوں کی زندگی محفوظ ہوتی ہیں۔

چھوٹی عمر میں بچہ پیدا کرنے میں بڑے نقصان کا خطرہ ہے اور ہم نے پوری کوشش کی کہ اِن لڑکیوں کو بتایا جائے کہ وہ 18 سال عمر سے پہلے بچہ پیدا نہ کریں۔ ہم نے محکمہ صحت کے ساتھ مل کر کام شروع کیا کہ لڑکیوں کو سکھایا جائے کہ بچہ پیدا کرنے کی عمر 18 سال اور اس کے بعد ہے۔ ہم نے لڑکیوں کو چھوٹی عمر میں بچہ پیدا نہ کرنے کے فوائد سے آگاہ کیا اور اُن کو لڑکیوں کے حقوق بھی بتائے۔ ہم نے لڑکیوں کو باقاعدہ چیک اپ کرنے کی بھی ہدایت کی، اس سے لڑکیوں کی زندگی بچانے میں بڑی مدد ملی ’’

لڑکوں کو کیا کہا جائے؟

اشوک کو یہ کام کرتے ہوئے چالیس سال گزر چکے ہیں۔ اس کی کبھی زیادہ مخالفت نہیں ہوئی کیونکہ گاؤں کے اکثر لوگ تو خود بھی چاہتے تھے کہ ان کی بچیوں کے لیے کچھ بہتر ہو۔ لیکن جو لوگ اور چھوٹی عمر کے لڑکے کئی دفعہ ان کو بہت تنگ کرتے تھے۔ اور چیخ کر کہتے تھے کہ ’’تم لڑکیوں کو ہمارے سر پر بٹھانا چاہتے ہو‘‘ اگر تم دوبارہ ہمارے گاؤں میں آئے تو ہم پتھر ماریں گے۔ اشوک نے محسوس کیا کہ لڑکے اس لیے غصہ ہیں کہ اُن کے لیے کچھ نہیں ہو رہا۔ اور اس پر اشوک کو احساس ہوا کہ لڑکوں کے لیے کام نہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

اتفاق میں برکت

’’میں اکیلا یہ سب کام نہیں کر سکتا تھا، میرے ساتھی اور دوست جو لڑکیوں کے حقوق کے لیے کام کرتے ہیں اُن کا ساتھ بہت ضروری تھا۔ اگر وہ میرا ساتھ نہ دیتے تو یہ کام کرنا ناممکن تھا۔ ہم ایک گروپ ہیں‘‘ اشوک کہتا ہے کہ منیشا وہ عورت ہے جو شروع کے دن سے میرا ساتھ ہے۔

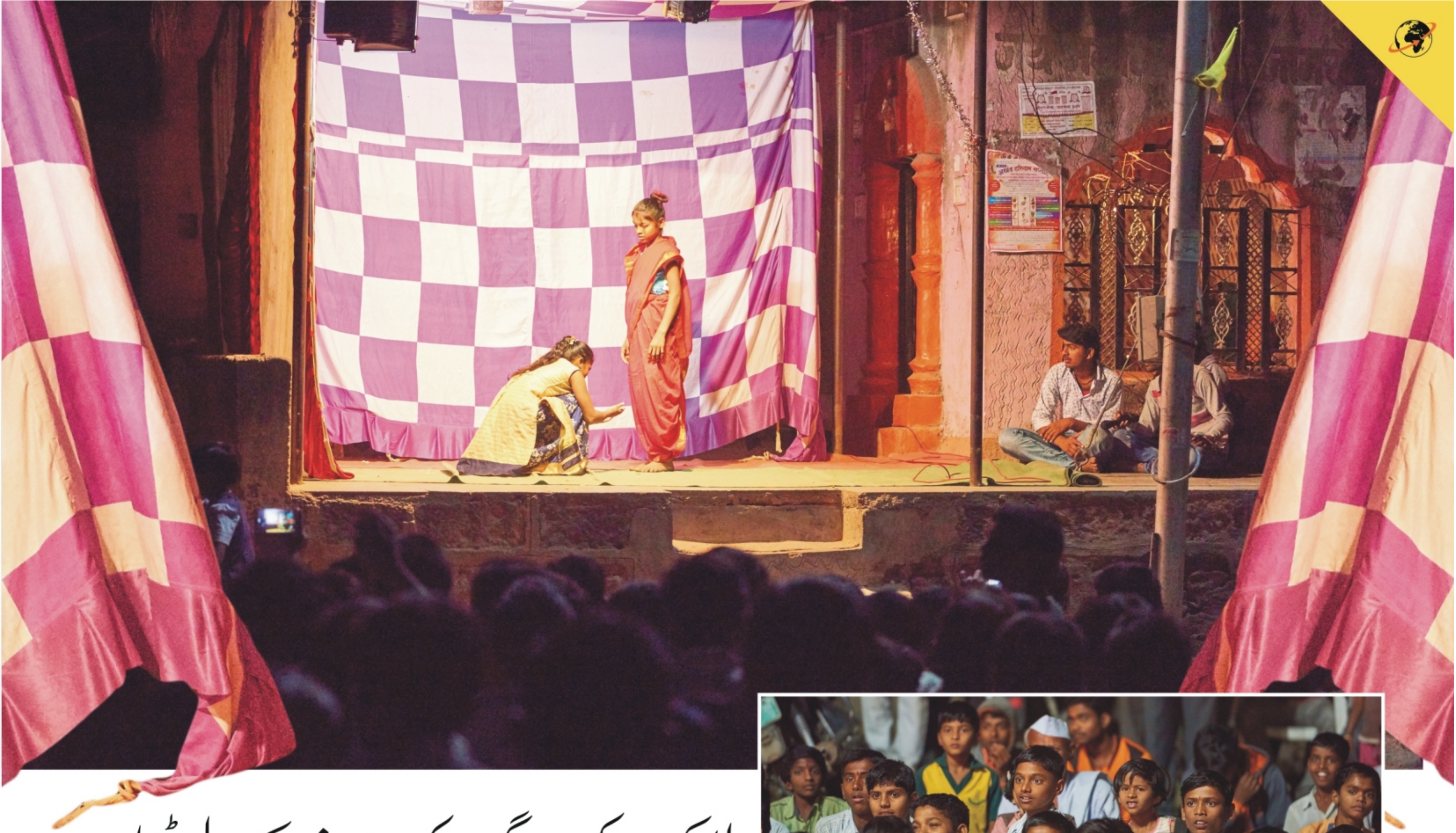

لڑکیوں کی زندگیوں کو بچانے کے لیے ٹیبلو

جانکھر گاؤں میں شام ہوچکی ہے۔ گاؤں کے مندر کے ساتھ چوک پر اشوک کے کلب کی لڑکیاں ایک تھیٹر ٹیبلو پیش کر رہی ہیں جو لڑکیوں کے حقوق کے متعلق ہے۔ خیال جس کی عمر 14 سال ہے اور دیپالی جس کی عمر 13 سال ہے دونوں لوگوں کے دلوں میں گھر کر جانے والا ڈانس کر رہی ہیں۔ دیکھنے والوں میں لڑکے، لڑکیاں، عورتیں اور مرد سب اکٹھے ہوئے ہیں۔ خیال کہتی ہے کہ ''گلی محلوں میں ٹیبلو پیش کرنے کا طریقہ اس لیے بہترین ہے کہ اس سے لوگ بہت جلد اہم چیزیں سیکھ لیتے ہیں''

بلکہ ہمیں سکول جانے کا موقع دو تا کہ ہم اچھی زندگی گزار سکیں انڈیا میں لڑکیوں کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اسقاطِ حمل کر کے مار دیا جاتا ہے۔

دیپالی بڑی پریشان ہو کر کہتی ہے ''ٹیبلو میں جس گیتپر ہم نے ڈانس کیا اُس کا پیغام یہ ہے کہ ہم لڑکیوں کو مارو نہیں

اور اگر لڑکا پیدا ہو جائے تو اکثر اُس کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا ہے'' خیال بھاری آواز میں کہتی ہے ''لڑکی کا خاندان اس کی شادی کے وقت جہیز دیتا ہے اور ساری بارات کو کھانا بھی کھلانا پڑتا ہے۔ رقم اشیاء پڑتی ہے۔ گھریلو استعمال کی بہت سی اشیاء دینا پڑتی ہیں۔ اگر خاندان زمیندار ہے تو گائیں، بھینسیں دینا پڑتی ہیں اور یہاں تک کہ کاریں اور موٹرئیکل تک دینا پڑتے ہیں۔ اور جہیز غریب خاندانوں کے لیے بہت بڑی مصیبت ہے۔ اور یہی وجوہات ہیں کہ غریب لوگ بیٹوں سے جان چھڑانے میں ہی خریت دیکھتے ہیں اور بچیوں کو پیدا ہونے سے پہلے یا پیدا ہونے کے فوراً بعد قتل کر دیتے ہیں۔ اگر بیٹا ہو تو اس کی شادی کے لیے جہیز نہیں چاہیے بلکہ وہ تو گھر میں جہیز لانے کی وجہ بن جاتا ہے۔ اس لیے لوگ بیٹے پیدا کرنا پسند کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ بیٹا پیدا ہونے سے گھر میں دولت آتی ہے اور بیٹی پیدا ہونے سے گھر کی دولت دوسرے گھر میں جاتی ہے''۔ وہ کہتی ہے ''جب میں اس کے بارے میں سوچتی ہوں تو مجھے بہت غصہ آتا ہے، یہ بہت غلط ہے۔ اس لیے گلی محلوں میں ٹیبلو کرتے ہیں۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ لوگوں کا لڑکیوں کے بارے میں سوچنے کا انداز تبدیل ہو۔ کیونکہ لڑکیوں کی بھی ویسی حیثیت ہے جیسے کہ لڑکوں کی'' لڑکیوں کا کلب معاشرے کے دوسرے مسائل پر بھی ٹیبلو کرتا ہے۔ اور ٹیبلو بہت زیادہ لوگوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ لڑکیاں ایک لمحہ کے لیے بھی ہچکچاتی نہیں ہیں۔ ''جب ہم ٹیبلو کرتے ہیں ہم بالکل پریشان نہیں ہوتے یہ تو بہت دلچسپ ہوتا ہے۔ ہم تو یہ ٹیبلو تب تک کرتے رہیں گے جب تک ہم اُسے کر سکتے ہیں!''

جہیز بند کیا جائے!

خیال کہتی ہے ''جہیز بہت بُری چیز ہے۔ اور اس سے لڑکیوں کے لیے بڑے بڑے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ غیر قانونی ہے پھر بھی لوگ جہیز لیتے ہیں'' خیال ڈاکٹر بننا چاہتی ہے اور دیپالی پولیس میں بھرتی ہونا چاہتی ہے۔

سالیہ، 15 سال

رہتی ہے: بھراہمان گاؤں میں

پیار کرتی ہے: اپنے چھوٹے بھائی سے!

نفرت کرتی ہے: ہم لڑکیوں کی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دیتا

اُس کے ساتھ سب سے اچھا ہوا: جب اُس کی کوشش سے اُس کی بچپن میں شادی رک گئی

بننا چاہتی ہے: اشوک کی تنظیم میں استانی یا سماجی کارکن

پسندیدہ شخصیت: اس کا دادا جو اُس کا احترام کرتا ہے اور اُس کی ہر بات مان لیتا ہے۔ اور اشوک اور اس کی تنظیم کے سب لوگ جو لڑکیوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔

سالیا نے بچپن کی شادی کے خلاف بھوک ہڑتال کر دی

’’اگر اشوک نے لڑکیوں کے کلب نہ بنائے ہوتے تو میری زندگی اس سے بہت مختلف ہوتی۔ میری شادی ہو چکی ہوتی اور زبردستی میرا سکول جانا بند کروا دیا جاتا اور اب تک میں بچے کی ماں بن چکی ہوتی جبکہ میں خود بھی بچی ہی ہوتی۔ اگر میں پیدا ہوتے بچ بھی گئی تھی تو دوسری بار بچپن کی شادی مجھے مار دیتی‘‘ سالیا کا رنگ سانولہ ہے اور اس کی عمر اس وقت 15 سال ہے۔

انڈیا میں ہر سال 15,600 لڑکیوں کی زبردستی بچپن میں شادی کر دی جاتی ہے اور وہ بھی اِن میں سے ایک ہو سکتی تھی۔

دو سال پہلے میں اور میری ماں چولہے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم کھانا بنا رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ وہ سبزی پکا رہی تھی اور میں روٹیاں بنا رہی تھی۔ ایک عورت جو ہماری جاننے والی تھی آ کر میری ماں کے پاس بیٹھ گئی۔ یہ کوئی عجیب بات نہ تھی۔ کیونکہ گاؤں میں دوست، محلّہ دار یا رشتہ دار اکثر ملنے آ جاتے ہیں۔

سب نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا، ہم باتیں کرتے رہے اور یہ بڑا اچھا تھا۔ لیکن بعد میں اس نے ایسی بات کر دی کہ میرے دماغ میں آگ لگ گئی۔ اس نے میری ماں سے کہا کہ وہ چاہتی ہے کہ سالیا اُس کے بیٹے کی بیوی بن جائے۔

’’مجھے بڑا دھچکا لگا اور میں نے اونچی آواز میں چیخنا شروع کر دیا۔ میں بالکل شادی نہیں کرنا چاہتی میں ابھی سکول جاتی ہوں اور مجھے تعلیم سے بڑا پیار ہے اور ابھی میری عمر صرف 13 سال ہے۔ اور اس عورت کے بیٹے کی عمر مجھ سے 10 سال زیادہ ہے۔ میں نے کہا وہ تو بالغ آدمی ہے اور یہ شادی کیسے ہو سکتی ہے؟‘‘

میری گھر والوں سے لڑائی ہو گئی

’’میں اشوک کے لڑکیوں کے کلب کی ممبر تھی۔ اور میں پہلے ہی سیکھ چکی تھی کہ بچپن کی شادی لڑکیوں کے لیے خطرناک ہے، مجھے معلوم تھا کہ میرا سکول جانا بند کر دیا جائے گا۔ اور بہت بڑا خطرہ یہ ہوگا کہ کہیں میں حاملہ ہو کر بچہ پیدا کرنے کے چکر میں مر نہ جاؤں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بچپن کی شادی غیر قانونی ہے‘‘

’’میں پریشان بھی تھی اور غصے میں بھی تھی مجھے بڑا دکھ ہوا کہ میری ماں اور میرا خاندان یہ بات کرنے پر تیار تھا کہ میری شادی کر دی جائے میں روتی رہی اور پوری رات سو نہ پائی اُن کی باتیں میرے دماغ کے گرد گھوم رہی تھیں۔ وہ عورت رات کو ہمارے گھر ہی رہی۔ اگلی صبح میں نے اُس سے کوئی بات نہ کی اور سکول چلی گئی‘‘

بہتر زندگی کے لیے تعلیم

’’لڑکیوں کے لیے تعلیم حاصل کرنا بہت ضروری ہے! اگر ایک لڑکی کے پاس تعلیم نہیں ہے اور اس کو 12 یا 13 سال کی عمر میں شادی کے لیے مجبور کیا جائے اور اگر اس کی شادی ایک مرد سے کر دی جائے تو اس چھوٹی لڑکی کو اپنی جائیداد ہی سمجھے گا۔ وہ اس کو دبائے کے نیچے اور خوف کے نیچے رکھے گا اور اس پر اپنی مرضی مسلط کرے گا۔ لیکن اگر لڑکی تعلیم یافتہ ہوگی تو مرد کے لیے ایسا کرنا آسان نہ ہو گا۔ اس طرح لڑکی اپنی تعلیم، علم اور اعتماد سے اپنا تحفظ کر سکے گی اور اُس کی زندگی نسبتاً بہتر ہو گی‘‘۔

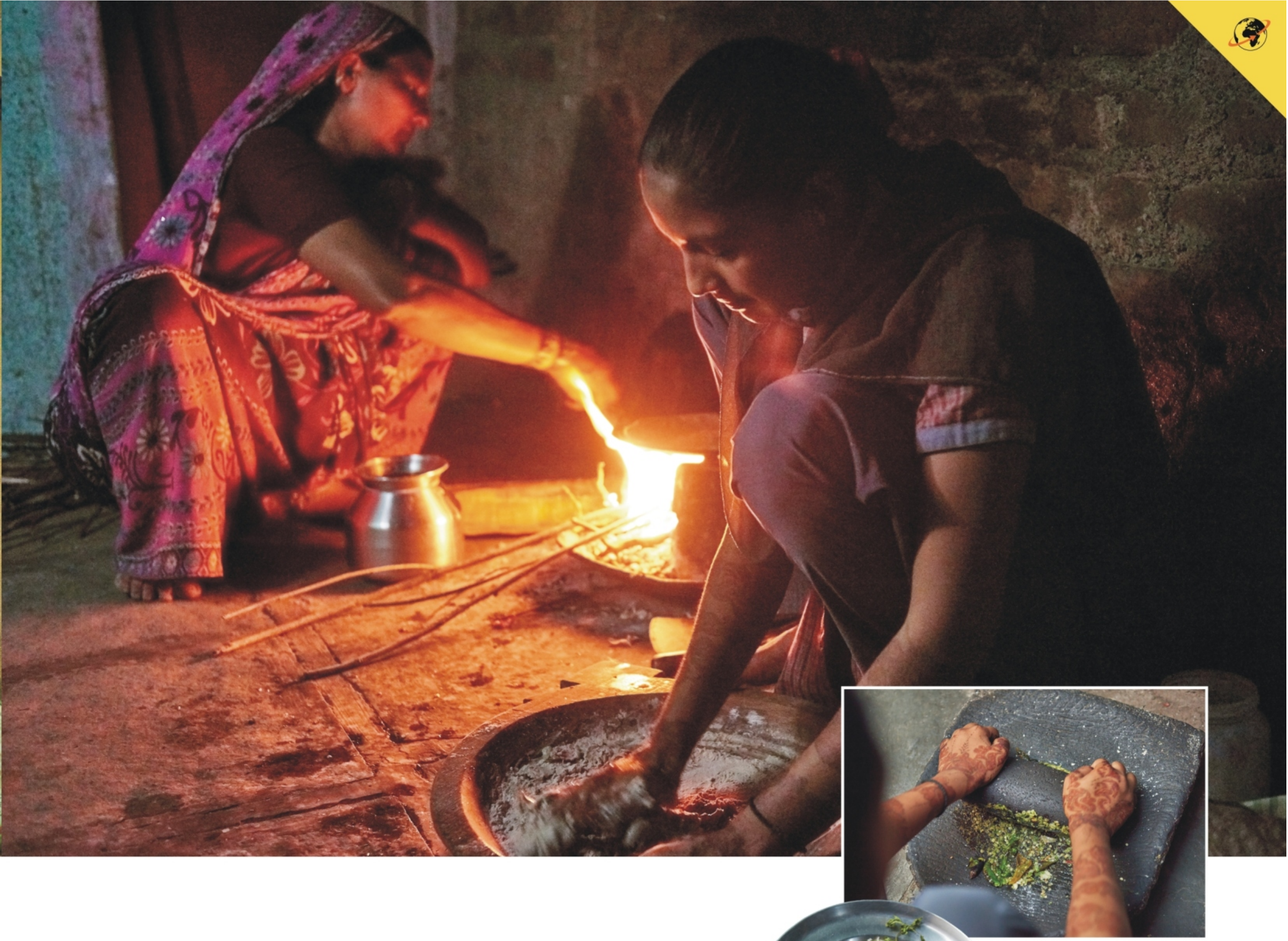

سالیا مرچ پیستی ہے اور اپنی
ماں کے ساتھ روٹیاں بناتی ہے۔

میری زندگی کی بہترین چیزیں میرے سکول کی چیزیں ہیں
۔میری کتابیں، میری قلم اور میرا اسکول بیگ''
تصویر میں سالیا اپنے چھوٹے بھائی کے پاس بیٹھی ہے اور
سکول کا کام کر رہی ہے۔

مجھے ایسا لگا کہ وہ عورت میری زندگی برباد کرنا چاہتی ہے
جب میں سکول سے واپس گھر آئی تو میرا دل و دماغ
گھوم رہے تھے۔ میں بڑے صدمے میں تھی۔''میں بہت
پریشان تھی اور میں نے فیصلہ کیا کہ اپنی دوست روجیا اور
صائمہ سے بات کرتی ہوں اور ان سے کہتی ہوں کہ میری
مدد کریں۔ وہ دونوں بھی لڑکیوں کے کلب کی ممبر تھیں۔ ہم
سب نے فیصلہ کیا کہ اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائی جائے
مجھے یہ سب بُرا لگ رہا تھا۔لیکن خوشی اس بات کی تھی کہ
میں اکیلی نہیں ہوں''

تین نسلیں

سالیا کی ماں ساجدہ اور اس کی دادی جیتین دونوں کی شادی
اُس وقت ہوگئی تھی جب اُن کی عمر 12 سال تھی۔ سالیا کی
دادی کہتی ہے''جب میں جوان تھی اس وقت لڑکیوں کو سکول
جانے کی اجازت نہ ہوا کرتی تھی۔ کوئی ہم لڑکیوں کے بارے
میں نہ سوچتا تھا۔ میں کہتی ہوں کہ بہت اچھا ہوا کہ سالیا کی شادی
ابھی تک نہیں ہوئی۔ اور اُس کے پاس موقع ہے کہ اپنی
پرھائی مکمل کر لے تاکہ اُس کا مستقبل اچھا گزرے''۔

میرا دادا اور میرا باپ بہت اچھے ہیں

''ہمارے خاندان کے تمام فیصلے میری ماں اور میرا باپ ہی کرتے ہیں لیکن اصل
میں طاقت میرے باپ کے پاس ہی ہے اور شادی یا کوئی اور فیصلہ اس میں
میرے باپ نے ہی کرنا ہوتا ہے۔ میں اپنے والدین سے بہت پیاد کرتی ہوں
کیونکہ اُس نے فیصلہ کیا کہ میری شادی ابھی نہیں کرنی ہے! میرے دادا جلال
نے بھی اپنا ذہن بدل لیا ہے۔ پہلے ان کا خیال تھا کہ یہ شادی کر دینی چاہیے
لیکن اب وہ اس بات کے لیے بالکل تیار نہیں ہیں کہ میری شادی اس چھوٹی عمر
میں ہو۔ وہ بہت خوش ہیں کہ میں لڑکیوں کے گروپ کی ممبر ہوں اور وہ اس بات
پر بھی راضی ہیں کہ میں بچوں کے حقوق کی ٹرئینگ کے لیے پاچوڑ گاؤں جاؤں
وہ رستے میں میرے ساتھ باتیں کرتے ہیں یہ مجھے بڑا اچھا لگتا ہے!

جو بورڈ سالیا، روجینا اور سائمہ دوسری لڑکیوں کو دکھا رہی ہیں اس پر لکھا ہے:
سیکھیں
بچپن کی شادی کیا ہے؟
بچپن کی شادی کے نقصانات کیا ہیں؟
ایک لڑکی یا لڑکے کی شادی کرنے کی قانونی عمر کیا ہے؟

ظاہر ہے بہت سارے مرد ہماری اس کوشش سے خوش نہیں تھے۔ اور کچھ لڑکے ہم پر ہنس رہے تھے۔ لیکن ہمیں کسی کی پرواہ نہ تھی۔ کیونکہ جو ہم کر رہے تھے اپنے حقوق کے لیے کر رہے تھے۔

بھوک ہڑتال

''روجینا سکول سے واپس آئی تو وہ میرے ساتھ ہمارے گھر آ گئی۔ اُس نے میرے والدین کو اُس لڑکی کے بارے میں بتایا جس کی زبردستی بچپن میں ہی شادی ہونے والی تھی۔ لڑکی بہت پریشان تھی اور وہ خود گاؤں کے کنویں میں چھلانگ لگا کر خودکشی کرنے کو تیار تھی۔'' میری ماں یہ بات سن کر بہت پریشان ہوئی۔ اور اُس نے یہ سب کچھ میرے باپ کو بتایا۔ مجھے اندازہ تھا کہ میرا باپ میری طرف داری کرے گا لیکن میں پریشان تھی کہ کس طرح میرا باپ اُس لڑکی کے بارے میں اُس کے گھر والوں سے بات کرے گا''

جب ہم گھر میں اپنی ماں اور دوسرے خاندان کے ساتھ بیٹھے تھے اور اُن کو لڑکیوں کے حقوق کے بارے میں بتا رہے تھے میں نے بھوک ہڑتال کر دی اور کہا کہ جب تک آپ سب اس لڑکی کے گھر والوں سے بات کر کے اس کی شادی نہیں رکواؤ گے میں کوئی چیز نہیں کھاؤں گی۔ کیونکہ وہ لڑکی سکول جانا چاہتی تھی اور شادی نہیں کرنا چاہتی تھی! آخر کار بہت اچھا ہوا کہ میرے خاندان کی کوشش سے وہ شادی رک گئی۔

میں اس بات پر بہت خوش ہوئی!

اشوک کے لڑکیوں کے کلب

اشوک کے لڑکیوں کے کلب کا شکریہ کہ میں نے لڑکیوں کے حقوق کا علم سیکھا۔

اپنے خاندان اور دوسرے لوگوں کے سامنے بات کرنے کا حوصلہ سیکھا۔ اور بچیوں کی چھوٹی عمر میں شادی کے خلاف آواز اٹھانے کے قابل بنی، اشوک نے میری زندگی بھی بچائی ہے اس لیے میں اس کی شکر گزار ہوں!'' میں نے 13 سال کی عمر میں اپنے گاؤں میں قائم لڑکیوں کے کلب میں حصہ لیا اور اب میں لڑکیوں کے کلب کی رہنما ہوں۔ ہم ہفتے میں دوبارہ ملتے ہیں اور میری دوست روجینا اور صائمہ بھی آتے ہیں۔ ہم بیس لڑکیاں ہیں جو جمعرات اور ہفتے کے دن اکٹھے ہوتے ہیں۔ مجھے یہ بہت پسند ہے۔ یہ میٹنگ 2 گھنٹے کے لیے ہوتی ہے۔ ہم سب اکٹھے وقت گزارتے ہیں اور یہ بڑا دلچسپ ہوتا ہے۔ لیکن ہماری اصل بات لڑکیوں کے حقوق کے متعلق ہوتی ہے''

یہاں لڑکیوں کے ساتھ کئی ظلم ہوتے ہیں ہم لڑکیوں کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ ہم اپنی مرضی سے سکول جا سکیں۔

ہم اپنی شادی میں اپنی مرضی شامل نہیں کر سکتے۔ لڑکیوں کو گھر کے سارے کام کرنا پڑتے ہیں کیونکہ ہمارے خاندان ہمیں تیار کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم نے دوسرے گھر جا کر ساری عمر یہی کام کرنے ہیں۔ وہ ہمیں اپنے خاوند اور بچوں کو سنبھالنے کی ترتیب دے رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے ہم پانی بھر کر لاتے ہیں، برتن صاف کرتے ہیں۔ صفائی کرتے ہیں اور کپڑے دھوتے ہیں اور ان سب کے ساتھ ساتھ سکول جانے کا وقت بھی نکالنا ہوتا ہے۔ سکول تو ہم لڑکیاں خوش قسمتی سے ہی جا پاتی ہیں! بعض اوقات لڑکے اپنے والد کے کھیتوں میں جا کر کام میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر لڑکوں کو تعلیم حاصل کرنے اور کھیلنے کے بعد کوئی کام نہیں کرنا پڑتا۔ یہ ٹھیک نہیں ہے!''

جو ہم سیکھ رہے ہیں یہ ہمارے حقوق ہیں

''لڑکیوں کا کلب ہمیں علم سکھاتا ہے اور اگر ہم لڑکیاں متحد ہوں تو ہم مضبوط ہیں متحد ہونا ہمیں بہادر بناتا ہے اور اس طرح ہم اپنی آواز اٹھا سکتے ہیں۔ اور اب ہم جو کہتے ہیں اُس کو سنا جاتا ہے!''

''ہم گاؤں کی میٹنگ میں بچوں اور بزرگوں کو بھی بلاتے ہیں، مردوں اور عورتوں کو بلاتے ہیں اور سب سے لڑکیوں کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے ہم نے گاؤں میں مظاہرہ کیا تھا اور پورے گاؤں میں مارچ کیا تھا تو شروع میں ہم صرف چالیس لڑکیاں تھیں لیکن بعد میں بہت سی اور لڑکیاں بھی اس میں شامل ہو گئیں! ہم نے بینرز اٹھا رکھے تھے اور نعرے لگا رہے تھے کہ بچپن کی شادی کو بند کیا جائے اور لڑکیوں کے حقوق کا احترام کیا جائے۔

لڑکیوں کو بچپن میں شادی پر مجبور کیوں کیا جاتا ہے؟

سالیا سمجھتی ہے کہ لڑکیوں کی بچپن میں شادی کرنے کی تین بڑی وجوہات ہیں۔

روپیہ پیسہ:

اگر ایک خاندان غریب ہے تو لڑکی کی شادی کرنے سے کم از کم ایک کھانے والے کی کمی ہوگی۔

تحفظ:

جب ایک لڑکی بلوغت کو پہنچتی ہے تو والدین پریشان ہو جاتے ہیں کہ کوئی اس کی عزت نہ لوٹ لے، اس لیئے وہ خیال کرتے ہیں کہ شادی کر دی جائے تاکہ یہ خاوند کے گھر میں جا کر محفوظ ہو جائے۔

عزت:

اگر آپ کی بیٹی سے کسی نے زیادتی نہیں کی اگر آپ کی بیٹی کا کوئی مرد دوست نہیں ہے تو اس سے خاندان کی عزت محفوظ رہتی ہے۔

مجھے لڑکیوں کے حقوق کی رہنما ہونے پر فخر ہے

’’میری دوست لڑکیاں جو گاؤں میں ہمارے ساتھ رہتی ہیں۔ وہ مجھے بڑا پسند کرتی ہیں کیونکہ میں نے ہنر سیکھے ہیں اور وہ مجھے اپنا رہنما تسلیم کرتی ہیں۔ یہ میرے لیے بڑے فخر کی بات ہے۔ دوسرے گاؤں کی لڑکیوں کے ساتھ میں اشوک کی تنظیم میں جاتی ہوں اور ہم لڑکیوں کے حقوق اور بہت ساری دوسری مفید معلومات سیکھتے ہیں۔

لڑکیوں کا کلب ہماری آزادی ہے

سالیا کہتی ہے۔

’’لڑکیوں کا کلب ہی ایسی جگہ ہے جہاں ہم خود کو آزاد محسوس کرتے ہیں۔ وہاں ہم اپنی زندگی کے متعلق اہم معلومات سیکھ سکتے ہیں ۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت، ہنسی مذاق اور اپنے مسائل پر بات کر سکتے ہیں۔ اس طرح کی جگہ اور اس طرح کے مواقع عام طور پر لڑکیوں کو میسر نہیں ہوتے گاؤں میں رہنے والی لڑکیوں کو اپنی بات کرنے کا موقعہ نہیں دیا جاتا ہے اور نہ کوئی اس کی پرواہ کرتا ہے۔ اگر اشوک ہمارے لیے کام نہ کرتا تو ہم اپنے حقوق اور اپنی آزادی کو کبھی حاصل نہ کر پاتے‘‘

’’میں چاہتی ہوں کہ یہ ہمت دوسری لڑکیوں میں بھی ہو کہ وہ بچپن کی شادی کے خلاف آواز اٹھائیں۔ اور میری طرح ہر لڑکی کو اُس کے حقوق کا پتہ ہونا چاہیے۔ اس طرح ہم اپنے حقوق کا تحفظ کر سکتی ہیں‘‘

خوش آمدید!

’’آج ہم لڑکیوں کی بچپن کی شادی اور لڑکیوں کے حقوق کی بات کرنے والے ہیں‘‘ سالیا کلب کی تمام لڑکیوں کو خوش آمدید کہتی ہے۔

علم بہت بڑا تحفہ ہے۔

''اشوک کی تنظیم نے مجھے تعلیم اور ہنر دیا ہے اور اس سے میں نے علم حاصل کیا ہے جس سے میرے اندر خود اعتمادی آئی ہے۔ پہلے میرا باپ میری تعلیم کے لیے بالکل فکرمند نہ تھا لیکن اب وہ تعلیم کی اہمیت کو سمجھ چکا ہے اور اب وہ میرے مستقبل کے بارے میں سوچنے لگا ہے''

روجینا جس کی عمر 15 سال ہے اور وہ استاد بننا چاہتی ہے۔ روجینا پہلے ہی دوسروں کو سکھاتی ہے کیونکہ وہ لڑکیوں کے کلب میں رہنا ہے اب اس نے فیصلہ کیا ہے کہ لڑکیوں کے کلب کو ساوتری بھائی پھوُلے کے نام سے منسوب کر دیا جائے۔

''انیسویں صدی میں ساوتری بھائی پھوُلے زندہ تھی۔ وہ انڈیا کی پہلی عورت استانی تھی۔ اُس نے لڑکیوں کے لیے سکول کھولا تھا اور وہ لڑکیوں اور عورتوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی تھی۔ ساوتری بھائی نے ہم عورتوں کے لیے رستہ بنایا کہ ہم اپنے حقوق کی بات کر سکیں اور وہ میرے لیے بہترین نمونہ ہے اگر اُس نے لڑکیوں اور عورتوں کے حقوق کے لیے راہ نہ بنائی ہوتی تو آج ہم سب لڑکیوں اور عورتیں آزادی اور حقوق کے نام سے بھی واقف نہ ہوتیں۔ اور اپنے ہی گھروں میں قید اور غلامی کی زندگی گزار رہی ہوتیں۔'' میں اپنے گاؤں کی لڑکیوں کے کلب کی رہنما ہوں اور بعض اوقات جب ہم سکول میں لڑکیوں کے حقوق کے بارے میں سکھا رہے ہوتے ہیں۔ تو میں ساوتری بھائی پھوُلے کے کردار کو پیش کرتی ہوں۔

''میرا خیال ہے کہ اُس نے جو پیغام عورتوں اور لڑکیوں کے حقوق کے لیے دیا وہ آج بھی بہت اہم ہے جیسا کہ یہ اُس وقت اہم تھا جب وہ زندہ تھی۔ بہت سارے خاندان اب بھی اپنی بیٹیوں کو سکول نہیں جانے دیتے اُن کا خیال ہے کہ لڑکیوں کو سکول بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس نے تو شادی کے بعد دوسرے گھر چلے جانا ہے''

لڑکیاں پورے گاؤں کو بہتر بنا سکتی ہیں

میرے خیال میں لڑکیوں کو سکول نہ بھیجنا غلط ہے۔ اگر ایک لڑکی تعلیم حاصل کر لے تو اس سے صرف لڑکی کی زندگی تبدیل نہیں ہوگی بلکہ اس سے اُس کے پورے خاندان کی زندگی بدل جائے گی۔ اور اس سے اُس کے گاؤں اور پورے معاشرے میں تبدیلی آئے گی جس سے مستقبل بہتر ہوگا۔

روجینا سکول میں

روجینا استانی

اور روجینا ساوتری بھائی پھوُلے

انڈیا میں لڑکیوں کو ہراساں کیا جاتا ہے اور اُن کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ لڑکیوں پر گھریلو تشدد کے واقعات بھی معمول کا حصہ ہیں۔ لیکن اب زیادہ سے زیادہ لڑکیاں سکول کی ممبر بن کر لڑکیوں اور عورتوں کے حقوق کے بارے میں سیکھ رہی ہیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اب حالات تبدیل ہو جائیں گے

''جو علم اور تعلیم میں نے اشوک کے سنٹر سے حاصل کی ہے اس سے میں خود اعتماد ہوئی لڑکیوں کے کلب کی لیڈر ہونے سے میں اپنا علم دوسری لڑکیوں کو سکھا سکتی ہوں۔ اور اس طرح حقوق کے بارے میں بچوں، لڑکیوں، عورتوں اور مردوں تک بھی معلومات جاتی ہیں۔

اور علم دنیا کا سب سے بڑا تحفہ ہے جو آپ کسی دوسرے کو دے سکتے ہیں۔ جب میں دوسروں کو سکھاتی ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں ساوتری بھائی پھوُلے ہی ہوں اور اس سے میں بڑا فخر محسوس کرتی ہوں۔

یہاں روجینا اپنے سکول میں لڑکیوں کو پڑھا رہی ہے۔ جس کا نام اُس نے سواراج ماہیامِک وِدھیا سکول، رکھا ہے اور وہ اس میں ساوتری بھائی بن کر پڑھاتی ہے۔

’’میں بڑی ہو کر استانی بنوں گی تب میں لڑکیوں کو اُن کے حقوق کے بارے میں سکھاؤں گی اور سب کو صنفی مساوات سکھاؤں گی، میں گاؤں کی کونسل میں شامل ہو کر کام کرنا چاہتی ہوں‘‘، روجینا کہتی ہے۔

صائمہ لڑکیوں کو ہمت دیتی ہے

صائمہ کی عمر صرف 16 سال ہے۔ کچھ سال پہلے اُس کی شادی ہونے والی تھی اور اُس کا سکول جانا بند ہونے والا تھا۔ لیکن وہ اب بھی پڑھ رہی ہے اور لڑکیوں کے حقوق کے لیے کام کر رہی ہے۔ تا کہ لڑکیوں کو آزادی ملے اور اُن کے حقوق کا احترام ہو سکے۔

میری عمر صرف 13 سال تھی جب میرے والد کو کسی نے کہا کہ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے اور اس کے بعد اور بھی بہت سارے لوگوں نے میرے گھر والوں سے میری شادی کی بات کی۔ لیکن میرے باپ نے سب کو جواب ناں میں دیا۔ اُس نے سب کو کہا کہ "جب تک میں سکول جا رہی ہوں اور میری عمر 15 سال تک سکول کی تعلیم میں نہ گزر جائے یا جب تک میری تعلیم مکمل نہ ہو جائے۔ شادی کے بارے میں سوچنا بھی نہیں۔" اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے بھی لڑکیوں کے حقوق کے بارے میں پڑھا ہے میں اپنے والد کو سکھاتی ہوں۔ میرے والد کو اب لڑکیوں کے حقوق کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔ اس لیے وہ چھوٹی عمر میں شادی کرنے کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ اس لیے مجھے اپنے والد پر بڑا فخر ہے

سب آزاد ہیں اور سب برابر ہیں۔

یہ معلومات سے باخبر رکھتا ہے

صائمہ اپنے سکول میں لڑکیوں کو ٹیبلٹ پر انٹرنیٹ استعمال کرنے کا طریقہ بتاتی ہے۔

TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: JOHAN BJERKE

صائمہ کا واش روم

جوعلم اور اعتماد میں نے اشوک کے سنٹر میں سیکھا ہے۔اسی وجہ سے میرا ڈاکٹر بننے کا خواب پورا ہوگا۔

آزادلڑکیاں

''اب میں اپنے گاؤں کے لڑکیوں کے کلب کی رہنما ہوں۔اہم رہنما ہونے کی وجہ سے IHMP نے مجھے موقع دیا ہے کہ کچھ کورس سیکھ لوں جیسا کہ کمپیوٹر چلانے کا کورس اور اب میں دوسری لڑکیوں کو بھی یہ سب سکھا رہی ہوں۔ میں دوسری لڑکیوں کو انٹرنیٹ پر مفید معلومات سیکھنے کے طریقے بتاتی ہوں۔کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے استعمال سے ہم لڑکیوں کو حالات حاضرہ کی معلومات حاصل ہوتی ہیں اور یہ بھی پتہ کرنا ہے کہ ہمارے معاشرے اور ملک میں کیا ہو رہا ہے اور بین الاقوامی دُنیا میں کیا ہو رہا ہے''

''جب ہم کمپیوٹر یا ٹیبلیٹ چلانے کے قابل ہو جاتے ہیں تو اس سے ہمارے اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے اور معاشرے میں ہمیں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

اب گاؤں کے لوگ ہماری بات کو غور سے سنتے بھی ہیں اور ہماری بات کو اہمیت بھی دیتے ہیں لیکن پہلے ایسا نہیں تھا۔

پہلے صرف مردوں اور لڑکوں کو ہی معلومات اور نئے نئے علوم سیکھنے کی اجازت تھی۔اور لڑکیوں کو تو معلومات اور سے دور ہی رکھا جاتا تھا۔اس لیے مردوں کے لیے آسان تھا کہ وہ عورتوں کو معاشرے میں کمتر درجہ دیتے اور اُن سے علاموں جیسا سلوک کرتے عورتوں اور لڑکیوں کو تو مردوں کی جائیداد تصور کیا جاتا تھا۔اس لیے وہ جو چاہیں لڑکیوں اور عورتوں کے ساتھ کر سکتے تھے۔علم کے حصول نے ہمیں ہمت بھی دی ہے اور اعتماد بھی دیا ہے اس لیے اب ہم اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں اور اپنی بات منوا بھی سکتے ہیں جبکہ پہلے ایسا نہیں تھا۔

اب معاشرے میں عورتوں اور لڑکیوں کی عزت بھی بڑھی ہے اور وہ آزادی سے اپنی زندگی گزار سکتی ہیں۔

پیسے کمانا

''اشوک کی تنظیم نے میرے لیے کورس کا اہتمام کیا اور میں نے کپڑے سلائی کرنا سیکھے، جب میرا کورس مکمل ہوگیا تو مجھے سند بھی دی گئی۔ مجھے کپڑے سلائی کرنے کا شوق بھی ہے اس لیے میں اس کورس میں زیادہ دلچسپی لے رہی تھی اور میں سمجھتی ہوں کہ سلائی سیکھنا ایک لڑکی کے لیے بہت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ہنر لڑکیوں کو خود پیسے کمانے کے قابل بناتا ہے۔

اپنے معاوضے سے سکول کی فیس اور گاڑی کا کرایہ دینا

صائمہ کہتی ہے کہ''ایک سوٹ کی سلائی 100 یا 200 روپے ہے۔اگر سلائی پر ڈیزائن بناؤں تو سلائی کے پیسے زیادہ لیتی ہوں''

جس سے ہم لڑکیاں اور عورتیں زیادہ بہتر طریقے سے خود کو آزاد بنا سکتی ہیں۔اور مردوں کے برابر مقام پا سکتی ہیں'' اب میں لوگوں کے کپڑے سلائی کرتی ہوں۔لوگ کپڑا خود لیکر آتے ہیں اور میں اُن کے کپڑے سلائی کر دیتی ہوں۔میں ایک سوٹ سلائی کرنے کے 100 روپے سے 200 روپے تک لیتی ہوں۔اِن پیسوں سے میں اپنے سکول کی فیس ادا کرتی ہوں اور گاڑی کا کرایہ دیتی ہوں۔میں ہر مہینے کچھ پیسے اپنے خاندان کی مدد کرنا پسند کرتی ہوں

لڑکوں کولڑکیوں کی عزت کرنا چاہیے

’’ میں نے خود سے عہد کیا ہے کہ ُجب تک میں 21 سال کا نہیں ہو جاتا میں شادی نہیں کروں گا اور میں 18 سال سے کم عمر کی لڑکی سے شادی نہیں کرونگا!‘ کیونکہ بیس سال کی عمر میں لڑکے پختہ عقل ہو جاتے ہیں اور اپنے قول واقرار پر پورے اترنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ جو لڑکے بیس سال یا اس سے زیادہ عمر کے ہوں وہ گاؤں کے کلب میں بھی اپنی ذمہ داریوں کو اچھے طریقے سے نبھاتے ہیں‘‘

ساگر کی عمر 15 سال ہے اور وہ روہل گادھ گاؤں کے اُن 5000 لڑکیوں اور مردوں میں سے ایک ہے جن تک اشوک کے کلب کا پیغام پہنچا ہے کہ لڑکیوں اور لڑکوں کی حیثیت برابر ہے۔

لڑکوں کے کلب کے ممبر مہینے میں دو بار ملتے ہیں اور بچپن کی شادی ،لڑکیوں پر تشدد، گھریلو لڑائی وغیرہ جیسے مسائل پر بات کرتے ہیں وہ یہ بھی بات کرتے ہیں کہ مرد ہونے کا مطلب کیا ہے اگر ہم صنفی مساوات پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔ یہ میٹنگ 2 گھنٹے تک جاری رہتی ہے اور ہمارا استاد راویندرا جو کہ اشوک کی تنظیم کا سماجی کارکن بھی ہے وہ کہتا ہے کہ ’’ یہ بہت اہم ہے کہ ہم لڑکیوں کے مسائل پر بات کریں کیونکہ ہمارے معاشرے میں لڑکیوں کی زندگی بہت مشکل ہے جیسا کہ بچپن میں شادی کرنے کی رسم ابھی تک پوری طرح ختم نہیں ہوئی ہے‘‘

ہم نے کلب میں سیکھا ہے کہ اگر کسی لڑکی کو 18 سال سے کم عمر میں شادی کرنے پر مجبور کیا جائے تو یہ غیر قانونی ہے۔لیکن اس کے باوجود کئی خاندان ابھی بھی یہ کام کرنے سے بعض نہیں آتے۔ جب ایک لڑکی کی چھوٹی عمر میں شادی ہو جائے تو سب سے پہلے تو اس کا سکول جانا بند ہو جاتا ہے۔ اور اس کو اپنے شوہر کی تابعداری کرنا پڑتی ہے۔اس طرح بالکل نہیں ہونا چاہیے ہر بچے کے لیے اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے بھر پور مواقع ہونا چاہیے اور اُن کو مزے سے اپنی تعلیم مکمل کرتے ہوئے جوان ہونا چاہیے کیونکہ اگر کوئی اپنے خوابوں کو سچ کرنا چاہتا ہے تو اُس کو تعلیم حاصل کرنا ہوگی۔‘‘

’’اور یہ بھی بہت اہم ہے کہ چھوٹی لڑکیاں بچے پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتیں۔

ہم تبدیلی چاہتے ہیں

’’لڑکیوں کا استحصال اچھا نہیں ہے میں نے علم حاصل کرنے کے لیے لڑکیوں کے کلب میں آنا شروع کیا ہے اس سے میں دوسرے لوگوں کے ساتھ ملکر اُن کے ساتھ بات چیت کر سکتا ہوں اور اُن کی سوچ بدل سکتا ہوں اوپر تصویر میں راویندرا لڑکوں کو لڑکیوں کے حقوق کے بارے میں بتا رہا ہے۔ بچپن میں حاملہ ہونے والی لڑکی اور نیا پیدا ہونے والا بچہ دونوں کی

ساگر پانی لانے اور کپڑے دھونے میں اپنی بہنوں کی مدد کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے اب اُس کی بہنیں بھشالی جس کی عمر 13 سال اور آراتی جس کی عمر 12 سال ہے۔ دونوں کو کھیلنے کا وقت مل جاتا ہے۔

ساگر کی لسٹ کہ لڑکے کس طرح لڑکیوں کا استحصال کرتے ہیں

- ☆ لڑکے اور مرد لڑکیوں اور عورتوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ گھر کے سارے کام کریں
- ☆ لڑکیاں سکول جا رہی ہوتی ہیں اور راستے میں لڑکے اُن کو تنگ کرتے ہیں۔ اُن کو آوازیں دیتے ہیں اور اشارے کرتے ہیں۔
- ☆ مرد اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو بچپن کی شادی کرنے کے لیے مجبور کرتے ہیں جس کا صاف مطلب ہے کہ لڑکیوں کو سکول چھوڑنا پڑے گا۔
- ☆ لڑکیوں کو گھروں میں اُن کے بھائی اور باپ ہراساں کرتے ہیں یا پھر اُن کے خاوند ڈراتے ہیں، مارتے ہیں اور مختلف طریقوں سے استحصال کرتے ہیں۔
- ☆ لڑکے لڑکیوں کے ساتھ جنسی زیادتی کرتے ہیں۔

جان کو خطرہ ہوتا ہے اور پیدائش کے وقت دونوں میں سے کسی کی یا دونوں کی موت ہو سکتی ہے۔ اگر دونوں بچ بھی جائیں تو لڑکی اس قابل نہیں ہوتی کہ بچے کی حفاظت کر سکے۔ بچپن کی شادی کو روکنے کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ لڑکیوں کی زندگیوں کو محفوظ بنایا جائے

ایک بہادر انسان

''میں سمجھتا تھا کہ بہادر انسان وہ ہوتا ہے جو اپنی بیوی کو ڈرا کے، اُسے مارے پیٹے اور اونچی آواز میں بات نہ کرنے دے کیونکہ وہ بیوی کا 'آقا' ہوتا ہے۔ اس لیے بیوی کو اُس کی بات ماننا چاہیے

اشوک کے لڑکوں کے کلب میں ہم نے سیکھا کہ اصل میں بہادر انسان وہ ہوتا ہے جو لڑکیوں اور عورتوں کی عزت کرے۔ اُن سے اچھا سلوک کرے اور عورتوں کو اپنے برابر سمجھے۔

ایک اچھا انسان اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو برابری کی سطح پر پیار کرتا ہے اور اُن کو سکول جانے اور اچھی زندگی گزارنے کے برابر مواقع فراہم کرتا ہے۔ وہ اپنے گاؤں میں سب کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور سب کی مدد کرنے کے لیے تیار رہتا ہے''

میں بڑا ہو کر ایسا ہی ایک انسان بننا چاہتا ہوں۔ لیکن میں اب بھی اچھے کام کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں اب گھر میں پانی لانے اور کپڑے دھونے میں اپنی بہنوں کی مدد کرتا ہوں۔ مجھے بالکل پسند نہیں کہ میں بیٹھ کر اپنی بہنوں پر حکم چلاؤں

اب کچھ بہتری آئی ہے کہ لڑکوں نے گھر کے کاموں میں مدد کرنا شروع کر دی ہے۔ پہلے لڑکیوں سے ہر وقت گھر کے کام لیے جاتے تھے لیکن اشوک کے کلب کی وجہ سے اب لڑکوں کی سوچ تبدیل ہو رہی ہے'

اشوک ایک اعلیٰ شخص ساگر کہتا ہے۔

''اشوک لڑکیوں کی بہتری کے لیے سوچتا ہے اور اُن سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ وہ عورتوں اور لڑکیوں کا بہت احترام کرتا ہے وہ بہت اعلیٰ شخص ہے اور ہمارے گاؤں میں لوگ اُسے بہت پسند کرتے ہیں۔ میں بڑا ہو کر اُس جیسا بننا چاہتا ہوں''

لڑکے اپنی سوچ کو بدلیں

''ہم لڑکوں کو لڑکیوں کے حقوق اور برابری کے حقوق کے بارے میں جاننا چاہیے۔ اس طرح لڑکیوں کی سوچ تبدیل نہیں ہوتی تو لڑکیوں کے کلب بنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ لڑکوں کو تربیت ملے گی تو وہ لڑکیوں کے حقوق کا احترام کرنا شروع کریں گے''

''اگر اشوک لڑکوں کے کلب نہ بناتا تو یہاں لڑکیوں کی بچپن کی شادی اسی طرح چل رہی ہوتی جیسے پہلے چلتی ہے۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس میں بڑی واضح کمی آئی ہے۔ لڑکیاں اب سکول جاتی ہیں اور سب اُن کا احترام کرتے ہیں۔ اب مجھے ایسا لگتا ہے کہ آنے والا وقت سب کے لیے بہتر ہوگا''

بچوں کو حقوق کی منتخب گُو لاند میسا دیو

Guylande Mésadieu

صفحات
70 تا 87

گُو لاند کو کیوں منتخب کیا گیا ہے؟

گُو لاند میسا دیو ہیٹی کے غریب بچوں، لوگوں کے گھروں میں غلام بچوں جیلوں میں قید بچوں اور گلیوں میں رہنے والے بچوں کی فلاح و بہبود کے مسلسل کام کی وجہ سے بچوں کے حقوق کے پروگرام کے انعام کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔تقریباً 225,000 سے 300,000 بچے دوسرے لوگوں کے گھروں میں رہ رہے ہیں جہاں اُن سے تمام گھریلو کام کروائے جاتے ہیں اور غلاموں جیسا سلوک کیا جاتا ہے اِن میں سے شاذ ہی کوئی سکول جاتا ہو، ان پر تشدد ہوتا ہے اور اِن کو جسمانی زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔جب گُو لاند نے یہ صورتِ حال دیکھی کہ بچے کس طرح گلیوں میں اور دوسرے لوگوں کے گھروں میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں تو اُس نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر ایک تنظیم بنائی جس کا نام بچوں کے دوست ،رکھا تب سے لیکر اب تک گُو لاند ان بچوں کے لیے کام کر رہی ہے۔بچوں کی فلاح و بہبود کا یہ کام 20 سال سے جاری و ساری ہے۔سب سے پہلے گلیوں میں اور لوگوں کے گھروں میں رہنے والے بچوں کی نشاندہی کی جاتی ہے اور جیلوں میں قید بچوں کے بارے میں معلومات لی جاتی ہیں پھر ان کے پیدائش سرٹیفکیٹ بنائے جاتے ہیں اور ان کے لیے تعلیم کا انتظام کیا جاتا ہے۔بچوں کے غریب والدین کو چھوٹے چھوٹے قرضے دے جاتے ہیں تا کہ وہ اپنا کاروبار شروع کر سکیں۔اور وہ خود پیسے کمانے کے قابل ہو جائیں تو اپنے بچوں کو دوسروں کے گھروں میں غلام بننے کے لیے اور جن خاندانوں کے پاس کوئی شے نہ بچی تو انہوں نے غربت کی وجہ سے اپنے بچے دوسرے لوگوں کے گھروں میں بھیج دیے۔یہ بچے دوسرے گھروں میں جا کر غلام بن گئے۔بچوں کے دوست اب ان بچوں کی مدد کر رہے ہیں۔ہیٹی کے سیاستدانوں کو بھی اس بات پر اکسایا جا رہا ہے کہ وہ ان بچوں کے لیے بہتری کے اقدامات اٹھائیں۔اس سے بچوں کے متعلق اچھے قوانین بننا شروع ہوئے ہیں۔اور ملک کے صدر نے گُو ند کو ایک کمیٹی کا چیرمین بنا دیا ہے جو بچوں کے لیے بہتر قوانین کی سفارشات کرتی ہے۔

گُو لاند کو چھوٹی عمر میں گھر چھوڑنا پڑا اور اُس نے وکالت کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔اُس نے دیکھا کہ غریب بچوں کو سکول جانے کی اجازت نہیں ہے بلکہ وہ لوگوں کے گھروں میں کام کرتے ہیں

جب گُو لاند میسا دیو ہائی سکول کی پڑھائی شروع کرنے والی تھی تو اُس کے باپ نے بتایا کہ وہ اب اس کو شہر کے سکول میں بھیجا جا رہا ہے۔اور یہ سکول ملک ہیٹی کے دارالخلافہ ''پورٹ اَو پرنس'' میں ہے۔گُو لاند کو نئی کتابیں، کپڑوں کا بیگ اور دوسرا سامان دے دیا گیا تا کہ وہ تیاری کرے۔

گُو لاند نے پوچھا کہ میں رہونگی کہاں؟ تو اس کے باپ نے بتایا کہ اُس نے کوئی انتظام کیا ہے۔

گولاند پہلے سے ہی اپنے والدین کے کیے ہوئے فیصلوں پر عمل کرتی آئی تھی اور اُس نے چپ چاپ یہ بات بھی مان لی۔

جب اُس کے والدین نے بتایا کہ اب گھر کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانے کا وقت ہے تو گولاند نے اپنا سامان اٹھایا اور جانے کو تیار ہو گئی۔وہ اپنے گاؤں سے چلی اور شہر کے ایک مضافاتی علاقے میں پہنچ گئی۔اس شہر میں بہت غریب لوگ بھی تھے جیسا کہ اُس نے اپنے گاؤں میں دیکھا تھا لیکن یہاں اُس نے ایسے لوگ بھی دیکھے جن کے پاس کرنے کو کوئی کام نہ تھا۔اور بچے سکول نہیں جا رہے تھے بلکہ وہ گلیوں میں بھیک مانگ رہے تھے اور گلیوں میں ہی رہتے اور یہی سوتے تھے۔یہ بچے چوریاں کرتے ،آپس میں لڑتے اور جرائم کرتے تھے ،بہت سارے بچے دوسرے لوگوں کے ساتھ رہتے تھے جہاں ان کو سخت کام کرنا پڑتے تھے۔جیسا کہ کپڑے دھونا ، کھانا پکانا ، بازار سے اشیاء لانا اور دوسروں کے بچوں کو سکول لے کر جانا۔

میں بچوں کی مدد کرنا چاہتی تھی

ہائی سکول کی تعلیم ختم کرنے کے بعد گُو لاند نے یونیورسٹی میں قانون کی پڑھائی شروع کر دی۔اس نے اپنے دوستوں سے ملاقات کی اور اُن سے بات کی کہ وہ یہاں بچوں کی مدد کیسے کر سکتے ہیں اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ ان بچوں کو اکٹھا کیا جائے جو سکول نہیں جاتے اور اُن سے پوچھا جائے کہ وہ سکول کیوں نہیں جاتے زیادہ تر بچوں نے جواب دیا کہ وہ دوسرے خاندانوں کے ساتھ رہتے ہیں کیونکہ اُن کے اپنے خاندان غریب ہیں اور بچوں کے کھانے پینے کے لیے راشن نہ دے سکتے ہیں۔اس لیے دوسرے خاندانوں میں کام کر کے وہ روٹی کما سکتے ہیں۔اور یہ خاندان کام کرنے والے بچوں کو سکول جانے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔

گُولاند نے تجویز دی کہ ان بچوں کو اپنے گھر پر بلایا جائے اور بچوں سے پوچھا جائے کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اور 2001 میں پہلی دفعہ 50 بچے آئے وہ سب بڑے کمرے میں اکٹھے ہوئے۔

جو اصل میں سونے کا کمرا تھا۔ بچے چارپائیوں پر بیٹھ گئے۔ گُولاند نے اُن سے پوچھا کہ آپ اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کیا کرنا چاہتے ہیں؟

بچوں نے جواب دیا کہ ''ہم سکول جانا چاہتے ہیں اور کھیلنا چاہتے ہیں''

ہر بچے نے وعدہ کیا کہ کل وہ اپنے ساتھ اپنے دوستوں کو بھی لیکر آئے گا۔ دوسرے دن اتنے بچے آئے کہ گھر میں جگہ کم پڑ گئی اور ان کو چھت پر بیٹھنا پڑا۔ گلی میں ایک آدمی نے آواز دی کہ تم چھت پر کیا کر رہے ہو؟ گُولاند نے اس کو بھی اوپر بلا لیا۔ وہ آدمی وہاں کے سکول میں استاد تھا۔ گُولاند نے اُس کو بتایا کہ بچے پڑھنا چاہتے ہیں اور یہ بچے کپڑے سلائی کرنا سیکھنا چاہتے ہیں۔ اس آدمی نے گولاند کو سکول کی چابی دے دی اور کہا کہ آپ اِن بچوں کو سکول میں پڑھا سکتی ہیں اُس نے کہا کہ ہم تو صرف صبح کو پڑھاتے ہیں اور دوپہر کے بعد سکول خالی ہوتا ہے۔ بچوں کے دوست سکول میں بہت سارے پہلے گھریلو غلام رہ چکے ہیں اور ان کے حقوق کا استحصال ہوا ہے۔

اور بچے آتے گئے

گولانداور اس کے دوستوں نے تعلیم کا کام جاری رکھا اور گھریلو غلام بچوں اور گلیوں میں رہنے والے بچوں کو پڑھاتے رہے یہ خبر ہر طرف پھیل گئی۔ سکولوں کے بچوں نے بھی اپنے سکول کا کام کرنے کے لیے یہاں آنا شروع کر دیا۔ گولاند کی طرح اس سکول میں آنے والے زیادہ تر بچوں کی تعداد کا تعلق گاؤں سے تھا۔

اس تصویر میں گولاند پالت کے ساتھ کھڑی ہے جس کو اس نے جیل سے رہا کروایا تھا۔ اس وقت پالت کی عمر صرف آٹھ سال تھی اور وہ بالکل معصوم بچی تھی۔

گُولانداوراس کی تنظیم کے لوگ ایسے بچوں کوتلاش کرتے ہیں جن کودوسروں کے گھروں میں غلام بنایا گیا ہو۔ایسے بچے جوگلیوں میں رہ رہے ہوں یا جوجیلوں میں قید ہوں۔ یہ اُن بچوں کی مدد کرتے ہیں کہ اُن کو پیدائشی سٹرٹیفکیٹ مل جائیں اوروہ سکول داخل ہوسکیں

اور اِن کے خاندانوں نے بچوں کوکام کرنے کے لیے شہر بھیجا تھا۔ کیونکہ اُن کے گھروں میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ بچوں کوگھروں سے دور بھیجنے کے کام کوروکنے کے لیے گولانداوراس کے دوستوں نے فیصلہ کیا کہ قریب کے دونوں گاؤں میں کام شروع کردیا جائے۔انہوں نے گاؤں کے لوگوں کواُن کے بچوں کے حقوق اور ہیٹی کے قوانین کے متعلق بتایا۔کہ ہر بچے کے پاس پیدائشی سٹرٹیفکیٹ ہونا چاہیے اوراس کوسکول میں داخل ہونا چاہیے۔جیسے جیسے لوگوں کواس کام کا پتہ چلا وہ رضا کارانہ اس میں شامل ہوتے گئے لوگوں نے مختلف طریقوں سے اس کام میں مدد دینا شروع کردی اور زیادہ سے زیادہ بچوں نے آنا شروع کردیا۔ پھر ایک وقت آیا کہ یہ دوپہر کے بعد کا سکول بند کرنا پڑا اور فیصلہ کیا گیا کہ اب اپنا سکول بنایا جائے۔

بچوں کے دوست تنظیم کا قیام

جو بچے شام کے سکولوں میں آتے ہیں اُن میں سے اکثریت نے سکول جانے کا پہلا سال ضائع کر دیا ہے ہیٹی کے قانون کے مطابق ایک بچہ سال میں ایک جماعت پاس کرسکتا ہے۔لیکن 2007 میں گُولاند نے تمام سیاستدانوں کو قائل کیا کہ اس کے سکولوں میں بچے ایک سال میں دو جماعتیں پاس کررہے ہیں۔لیکن اُن کی اس تنظیم کا کوئی نام نہ ہے انہوں نے تمام رضا کاروں اور بچوں کوایک جگہ اکھٹا کیا اور گُولاند نے کہا کہ ہماری تنظیم کوکوئی نام چاہیے تو ایک بچہ بولا کہ اس تنظیم کا نام بچوں کے دوست ہونا چاہیے سب کو یہ نام بہت پسند آیا اور انہوں نے یہی نام رکھ لیا۔

بچوں کے دوست نام کورجسٹرڈ کرلیا گیا اوراس کے قوانین و ضوابط بنائے گئے اوراس تنظیم کا ایک بورڈ بنالیا گیا۔اوراس طرح بہت سارے لوگوں نے اس تنظیم کے کام کو پسند کرنا اوراس کی مدد کرنا شروع کردی گُولانداوراس کے دوستوں نے اس تنظیم کے بارے میں تمام معلومات کولکھا اور ایک کتابچہ بنا کرلوگوں میں تقسیم کرنا شروع کیا۔یہ تفصیل سے درج کیا گیا کہ بچوں کے دوست غریب وپسماندہ بچوں اور جیلوں میں قید بچوں کے لیے کام کرے گی۔

زلزلے کی وجہ سے زیادہ بچے غلام بن گئے

12 جنوری 2010 دوپہر کے بعد ہیٹی میں شدید زلزلہ آیا۔

گولانداور بچوں کے دوست:

☆ ایسے بچوں کی نشاندہی کرنا جولے پالک ہیں ،دوسروں کے گھروں میں غلام ہیں یا جیلوں میں ہیں۔جوگلیوں میں رہ رہے ہیں یا بہت غریب اور پسماندہ ہیں ۔یہ بچوں کو جیلوں سے رہائی دلاتے ہیں۔

☆ یہ بچوں کی مختلف ضروریات کو پورا کرتے ہیں اور اُن کو پیدائشی سٹرٹیفکیٹ بنوا کر دیتے ہیں۔

☆ یہ بچوں کواپنی تنظیم کے سکولوں میں داخل کرتے ہیں اور بچوں کو اُن کے خاندانوں سے ملانے کی کوشش کرتے ہیں۔بچوں کے دوست تنظیم کے سکولوں میں بچے ایک سال میں دوجماعتیں پڑھا سکتے ہیں ۔ کیونکہ یہ سکول میں داخل ہی بہت دیر سے ہوتے ہیں

☆ بچوں کے دوست تنظیم غریب لوگوں کو چھوٹے چھوٹے قرضے دیتی ہے تاکہ کما سکیں ۔اس طرح اُنھیں اپنے بچوں کو دوسروں کے گھروں میں نہیں بھیجنا پڑے گا اور بچے غلام بننے سے بچ سکیں گے۔

☆ سیاستدانوں کو مائل کیا جاتا ہے کہ وہ بچوں کے حقوق کے متعلق قوانین کو فعال بنائیں تاکہ بچوں کے حقوق کا احترام کیا جائے

گُو لاند کے دائیں طرف بیٹھی گرولین جو کسی گھر میں کام کرتی ہے لیکن اب وہ سکول بھی جاتی ہے۔

TEXT: ERIK HALKJAER PHOTOS: JESPER KLEMEDSSON

جس کا مرکز پورٹ او پرنس شہر سے صرف 25 کلومیٹر دور تھا۔اس زلزلہ نے بہت تباہی مچادی ہزاروں لوگ مر گئے ، لاکھوں کی تعداد میں لوگ زخمی ہوئے اور بے شمار لوگ بے گھر ہو گئے ۔اس زلزلہ نے لاکھوں بچوں کو یتیم بنا دیا اور گھروں کو مسمار کر دیا۔اب صورتحال یہ تھی کہ اِن بے سہارا بچوں کو یا تو گلیوں میں رہنا پڑا یا پھر دوسرے لوگوں کے گھروں میں غلام بن کر کام کرنا پڑا۔

جن خاندانوں کا سب کچھ تباہ ہو گیا تھا انہوں نے غربت اور لاچاری کی وجہ سے اپنے بچے دوسرے لوگوں کے گھروں میں بھیج دیے جہاں کام کے بدلے اُن کو کھانا مل جاتا تھا۔جب بین الاقوامی اداروں نے ہیٹی کی مدد شروع کی تو زیادہ اداروں نے اِن بچوں کی مدد کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔بچوں کے دوست تنظیم کو ہزاروں ڈالر کی امداد ملی اور وہ کئی سال تک ان بچوں کی مدد کے لیے کافی تھی ۔جس سے انہوں نے کمانا شروع کیا اور اس سے ادارے کو بھی منافع شروع ہوا۔اس رقم سے مزید بچوں کی مدد شروع کردہ گئی۔

سیاستدانوں سے بھی رابطے اور مشاورت شروع کی گئی جس سے ہیٹی نے اقوام متحدہ کے کنویشن کو تسلیم کر لیا جس سے بچوں کی سمگلنگ ، جبری غلامی اور جنسی استحصال اور عورتوں کے خلاف تشدد وغیرہ کو خلافِ قانون قرار دیا گیا۔اس کے چار سال بعد ہیٹی میں بچوں کے حقوق اور انسانی سمگلنگ کے خلاف قوانین بنائے گئے اسی دوران اس تنظیم نے اپنا دفتر بھی قائم کر لیا۔گُو لاند کو اس تنظیم کا ڈائریکٹر بنا دیا گیا۔

اور ایک پہلا موقع تھا کہ اس کو کچھ رقم تنخواہ کے طور پر ملنا شروع ہوئی ۔اب اس کے پاس موقع تھا کہ وہ اُن لوگوں کو نوکری دے سکتی جو نو سال سے اس کے ساتھ رضا کارانہ کام کر رہے تھے اس نے دوسرے سماجی کارکنوں اور نفسیات کے ماہرین کو بھی اپنے ساتھ کام پر لگایا اس طرح بچوں اور اُن کے والدین کی مدد شروع ہوئی۔

جو بچے بڑے تھے اُن کو چھوٹے چھوٹے کاروبار کرنے کے لیے مدد دی گئی۔

جب گُو لاند اور اس کے دوست ایک نام رکھنے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔تو ایک بچی نے مشورہ دیا کہ اس تنظیم کا نام ''بچوں کے دوست'' ہونا چاہیے

اور صدر نے ایک خاص کمیٹی بنا دی جو یہ دیکھے کہ ان قوانین پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے گولاند کی اچھی کارکردگی کو دیکھتے ہوئے اس کو اس کمیٹی کا چیئرمین بنا دیا گیا!۔

ہر سال میں دو جماعتیں

ہیٹی میں بہت سارے بچے ایسے ہیں جو کبھی سکول نہیں گئے وہ گلیوں میں رہتے ہیں یا اُن کا کام کرنے کے لیے مجبور کیا جاتا ہے۔ اگر وہ بڑے ہو کر سکول جانے کی کوشش کریں تو اُن کو سکولوں میں داخلہ ہی نہیں دیا جاتا۔

بچوں کے دوست نے چار سکول بنا رکھے ہیں جہاں بچے ایک سال میں دو جماعتیں پڑھ سکتے ہیں بچوں کے دوست کی کوشش ہوتی ہے کہ سکول کے اساتذہ اور رہنما بچوں کے بارے میں سب کچھ سمجھ سکیں۔ بے شک اُن کی عمر تھوڑی زیادہ ہے لیکن تعلیم کا حصول اُن کا حق ہے۔ اگر ایک طالب علم دوسرے سے تھوڑا بڑا ہے تو اس سے کوئی بڑا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ بچوں کے دوست کا ایک سکول سیٹے سولیل میں بنایا گیا ہے یہ دنیا کی سب سے بڑی اور خطرناک کچی بستی ہے۔ اس سکول میں عما نوایل عمر 14 سال اور جین نوایل عمر 14 پڑھتے ہیں۔

گینگ سے سکول تک

’’پہلے میرا باپ میری دیکھ بھال نہیں کرتا تھا۔ میری ماں مر چکی تھی۔ سکول جانے کے بجائے میں گلیوں میں پھرتا رہتا تھا یہاں لڑکوں کا ایک گینگ تھا جو اچھے بُرے کام کرنے کے لیے ایک دوسرے کی مدد کرتا تھا کبھی ہم کاریں دھویا کرتے تھے ایک دن ایک لڑکا میرے پیسے لے کر بھاگ گیا

میرا باپ سکریپ اکٹھا کرتا ہے اور اس کو بیچ کر پیسے کما لیتا ہے میں بچوں کے دوست کا شکر گزار ہوں کہ اس کی وجہ سے میں نے سکول جانا شروع کیا۔ سکول میں سیکھنے کے لیے بہت کچھ ہے میں بڑا ہو کر موٹر سائیکل چلانا اور کار چلانا سیکھوں گا۔

اب میں آوارہ لڑکوں کے ساتھ نہیں پھرتا ہوں۔ اب میں نے سکول میں نئے دوست بنائے ہیں‘‘

جین نوایل، 14 سال

میں چاہتا تھا کہ مجھے سکول کا یونیفارم ملے

میں چھوٹا سا تھا جب میں نے سکول جانا شروع کیا لیکن میری ماں سکول کا یونیفارم خریدنے کے قابل نہ تھی۔ اور کئی دوسری سکول کی اشیا خریدنا بھی ہمارے لیے ممکن نہ تھا۔ ماں کی مدد کرنے کے لیے میں لوگوں کی کاریں دھویا کرتا تھا۔ کئی بار تو میں ایک دن میں 15 کاریں دھو لیتا تھا۔ لیکن اکثر ڈرائیور مجھے پیسے نہیں دیا کرتے تھے۔ گلیوں میں لڑکوں کا گینگ پھرتا رہتا تھا۔ اور کئی دفعہ وہ لڑکے میرے پیسے چھین لیتے تھے یہ لڑکے بڑے خطرناک تھے اور میں کبھی ان کا ساتھی نہیں بننا چاہتا تھا۔ اگر کسی کے پاس پیسے ہوں تو یہ گینگ اُس کو مار پیٹ کر پیسے چھین لیتا تھا۔ کئی دفعہ تو یہ لڑکے دوسروں کو چھری یا خنجر سے مار دیتے تھے۔ میں ان سب سے بچ کر رہتا تھا لیکن ایک دفعہ توانہوں نے مجھے چاقو سے زخمی کر دیا تھا تب میں نے بچوں کے دوست تنظیم سے رابطہ کیا اور ان کے سکول میں داخل ہو گیا۔ یہاں مجھے سکول کا یونیفارم اور جوتے بھی ملے۔

مجھے یاد ہے کہ جب میں کاریں دھویا کرتا تھا اور میرے قریب سے جب کوئی سکول کا بچہ گزرتا تھا تو میرا بھی دل کرتا تھا کہ میں سکول جاؤں گلیوں میں رہنا بہت مشکل تھا سکول جانا بہت اچھا ہے۔ سکول میں ہمیں میز پر کھانا ملتا ہے یہاں ہمیں کپڑے اور جوتے بھی ملتے ہیں۔ بچوں کے دوست نے میری ماں کی بھی مدد کی ہے پہلے اُس نے آم بیچنے کا چھوٹا سا کاروبار شروع کیا۔ اب وہ پلاسٹک اکٹھا کر کے بیچ دیتی ہے پہلے ہمیں پتہ نہ تھا کہ پلاسٹک کو بیچ کر بھی پیسے کمائے جا سکتے ہیں

عما نوایل، 14 سال

فارغ وقت میں کچرے کے بارے سیکھنا

ہیٹی میں سکول کے بعد بچے گھر جا کر کھیل کود سکتے ہیں۔ اپنا سکول کا کام کر سکتے ہیں یا گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹا سکتے ہیں۔ یہاں بچوں کے پاس دلچسپ سرگرمیاں کرنے کے مواقع نہیں ہوتے اس لیے بچوں کے دوست نے سکول کے بعد بچوں کے کلب قائم کیے ہیں چھٹی کے دنوں میں بچے یہاں آتے ہیں جہاں رضا کار اساتذہ اِن کو دلچسپ اور مفید سرگرمیوں میں شامل کرتے ہیں کلب میں بچوں کو کھانا بھی دیا جاتا ہے۔ اس کلب میں بچے کھیل سکتے ہیں اور بڑی مفید معلومات اور علوم سیکھتے ہیں۔ مثلاً کچرے کو اکٹھا کرنے کچرے سے نئی اشیاء بنانے اور آلودگی کو روکنے کے کئی اور طریقے سکھائے جاتے ہیں اس وقت ہیٹی میں آلودگی بہت بڑا مسئلہ ہے۔

ہیٹی کی جیلوں میں بہت سارے بچوں کے کیس عدالت نے سنے ہی نہیں ہیں ۔بچوں کے دوست نے اِن بچوں کے کیس کی پیروی شروع کر کے ان کو عدالتوں سے رہائی دلائی ہے۔اِن بچوں کو رہا ہو کر اپنے خاندانوں میں رہنے کا موقع ملا ہے اور اب یہ بچے سکول جاتے ہیں۔

پالتے کو جیل میں ایک ڈراونا خواب آیا۔

پالتے کا خاندان ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتا تھا۔کوئی دو ہفتوں سے اُسکی ماں کسی دوسری جگہ پر کام کر رہی تھی اُس کا باپ اور چھوٹے بہن بھائی کسی زمیندار کے کھیتوں پر کام کر رہے تھے پولیس نے پالتے کو کہا کہ اُن کے ساتھ چلے۔تو اس نے کہا کہ یہ چھوٹی بچی کہاں جائے گی جس کی میں حفاظت کر رہی ہوں؟ تو پولیس نے کہا کہ یہ خود اپنے گھر چلی جائے گی۔ پالتے کو قریبی گاؤں کے پولیس تھانے لے جایا گیا۔ پالتے کو کچھ اندازہ نہ تھا کہ اُس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے وہ بہت خوف زدہ تھی اور کچھ بول نہ پا رہی تھی۔

پالتے کی ماں بہت پریشان ہوگئی

جب پالتے کی ماں کریماں گھر آئی تو اُس نے پوچھا کہ پالتے کہاں ہے تو کسی کو پتہ نہ تھا۔سب کو صرف اتنی خبر تھی کہ وہ گُم ہوگئی ہے۔کسی نے بتایا کہ اُس کو پولیس لے گئی ہے۔ یہ بڑی عجیب سی بات تھی۔ پالتے کی ماں نے ٹیکسی کرایہ پر لی اور قریبی گاؤں کے پولیس تھانے چلی گئی ایک پولیس والے نے بتایا کہ

پالتے کی زندگی کے بُرے دن تب شروع ہوئے جب اُسکی عمر 8 سال تھی ۔اُس کو پولیس نے گرفتار کرلیا۔الزام یہ تھا کہ اس نے ایک بچے کو قتل کر دیا ہے اصل بات یہ ہے کہ بچہ بیماری سے مرا تھا۔لیکن پالتے کو اس جرم کی سزا ملی اور وہ جیل میں چلی گئی کئی ہفتے اور کئی مہینے گزر گئے اور بے چاری پالتے کو پورے آٹھ سال جیل میں رہنا پڑا۔۔۔پالتے نے کہا تھا کہ وہ اس کا خیال رکھے گی۔

خاتون بڑی صدی تھی اُس نے پالتے کی طرف اشارہ کر کے کہا ''اسی نے دودھ میں زہر ملایا اور میرا بچہ مرگیا'' پولیس نے پالتے سے پوچھا کہ کیا اُس نے کچھ اور بچوں کو بھی دودھ پلایا ہے۔تو اس نے جواب دیا کہ میرے ایک چچازاد نے دودھ پیا ہے اور میں نے خود بھی یہی دودھ پیا ہے اس وقت پالتے کی عمر آٹھ سال تھی وہ زمین پر بیٹھ کر کپڑے دھو رہی تھی۔اور پڑوسیوں کی ایک بچی بھی اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی

اب پالتے اپنے گھر واپس آچکی ہے وہ خاندان میں سے پہلی ہے جو سکول جاتی ہے۔

پولیس کے لوگ سب کے ساتھ بہت بُرا سلوک کرتے تھے وہ لڑکیوں کی عمر کا بھی لحاظ نہ کرتے تھے۔

پالتے کے ساتھ والی لڑکی نے ایک بریڈ لیا اور اُس کو اپنے تکیہ کے نیچے چھپا دیا۔ اگلے دن بریڈ وہاں نہیں تھا ،اس نے سوچا کہ شاہد پالتے نے بریڈ کھالی ہے۔ اس نے کہا ''یہ تم نے کیا کیا تم کو پتہ تھا کہ یہ بریڈ میری تھی'' پالتے نے اس کو بتایا کہ اس نے بریڈ نہیں کھائی۔ اصل میں وہ لڑکی تو لڑنے لگی کہ پالتے نے ہی بریڈ کھائی ہے شور سن کر پولیس والے آگئے اور دوسری لڑکیوں نے ساری بات پولیس کو بتائی۔ پولیس والے نے دوسری لڑکی کو اکیلئے کمرے میں بند کر دیا۔

اُس نے تو صرف بچوں کو دودھ پلایا تھا بچوں کو دودھ پلانے میں برائی ہے؟ پالتے کو جیل کے چھوٹے سے کمرے میں سلاخوں کے پیچھے تیرہ دوسری لڑکیوں کے ساتھ بند کر دیا گیا

جیل میں

پورٹ او پرنس شہر میں پولیس کی کار بڑی جیل کے دروازے پر روکی اور پالتے کو جیل کے اندر لے گئی یہاں بڑی دیواریں تھیں اور اُن کے اوپر خاردار تاریں لگی ہوئی تھیں دیواروں کے اوپر پولیس کی چوکیاں بنی ہوئی تھیں جہاں پولیس والے بندوقیں تان کر کھڑے ہوئے تھے۔ اور سارے کونوں میں کیمرے نصب تھے جو ہر چیز کو دیکھ رہے تھے پولیس والے نے پالتے کو کہا ''اب تم یہی رہو گی'' پالتے نے رونا شروع کر دیا وہ اپنی ماں سے ملنا چاہتی تھی ۔اس نے کسی کو قتل نہ کیا تھا۔

اُس کو پولیس والے دوسرے شہر لے گئے ہیں

اب اُسکی ماں پریشان ہوگئی کہ وہ اپنی بیٹی کو کیسے ڈھونڈے گی جبکہ شہر تو بہت بڑا ہے؟ اس کو لگا کہ شاہد اب وہ اپنی بیٹی سے کبھی نہ مل سکے گی

کریما نے پولیس والے سے پوچھا کہ ایک آٹھ سال کی بچی وہاں تھانے میں کیا کرے گی؟ پولیس والے نے جواب دیا کہ اس نے ایک بچہ قتل کیا ہے اور اب اس کو جیل میں ہی رہنا پڑے گا۔ کریما کو اس پر یقین نہ آیا لیکن وہ کر بھی کیا سکتی تھی؟ وہ کسی سے بات کرے؟ وہ کبھی سکول نہیں گئی اور بالکل ان پڑھ ہے ۔کوئی اُس کی مدد کرنے والا بھی نہیں اور اسکے بچے ابھی چھوٹے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے

پالتے اپنے خاندان کے چھوٹے سے کھیت میں

وہ لڑکیوں سے بہت سے سوال پوچھتے کہ وہ کہاں سے ہیں اور اُن کے نام کیا ہیں اور اُن کے والدین کہاں رہتے ہیں۔ وہ جیل میں کیوں تھیں اور کیا ان کے پاس وکیل تھا۔ پالتے نے اپنے بارے میں اُن کو سب کچھ بتایا تو انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اس کی مدد کریں گے۔

ہفتے بن گئے سال وقت گزر گیا۔ دن ہفتوں میں بدل گئے اور ہفتے مہینے بن گئے اور مہینے سال بننے رہے وہ صرف آٹھ سال کی تھی جب اُس کو جیل میں بند کیا گیا اور وہ 14 سال کی تھی جب وہ جیل سے باہر آئی اور اُس کے کیس کو عدالت نے سنا ہی نہیں تھا۔

جب گولاند پالتے کو ملنے جیل میں گئی تو پتہ چلا کہ وہ دونوں ایک ہی گاؤں سے ہیں۔

اُس کمرے میں بالکل اندھرا تھا اور اس لڑکی کو وہاں چار دن رہنا پڑا ایک دفعہ لڑکیاں جیل میں کپڑے دھو رہی تھیں سب نے کپڑے دھو لیے اور پالتے ابھی دھو رہی تھی ایک پولیس والا آیا اور اس کو کہا کہ تمھارا وقت ختم ہو چکا ہے تو اس نے پالتے کو بھی اکیلئے کمرے میں اندھیرے کمرے میں رہنا پڑا اور وہ رات کو ٹھنڈے فرش پر سوتی رہی پالتے کو آٹھ سال جیل میں رہنا پڑا۔ حالانکہ وہ بالکل معصوم تھی، اس کو اندھیر کوٹھڑی میں بھی رہنا پڑا۔

یہاں بہت ساری لڑکیاں تھیں جن کے پاس وکیل نہ تھے یا جو اپنا دفاع نہ کر سکیں وہ پولیس تھانے سے سیدھا جیل میں بھیج دی گئیں۔

ہر ہفتے ایک گروپ جیل میں آتا اور لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے جاتا

Poulette, 16

پسند کرتی ہے: کروشیا

ناپسند کرتی ہے: صفائی کرنا

فارغ وقت میں کرتی ہے: رسا کودنا اور فٹبال کھیلنا

بننا چاہتی ہے: درجی اور دوکاندار

لینا چاہتی ہے: ایک ریڈیو

پسندیدہ شخصیت: صوفیا سینٹ رلمیے مارٹلے

(گزشتہ صدر مائیکل مارٹلے کی بیوی جو ایڈز کے مریضوں کے لیے کام کرتی ہے)

اب گولاند نے سب کو بتایا کہ اصل میں آٹھ سال قتل کیا ہوا تھا۔ دونوں عورتیں جن نے پالتے پر قتل کا الزام لگایا تھا وہ پاگل تھیں جو بچہ مرا تھا وہ تو پہلے ہی بہت بیمار تھا بچہ دودھ کی وجہ سے نہیں بلکہ بیماری کی وجہ سے مرا تھا بچے کی ماں نے سمجھا کہ بچہ دودھ پینے سے مرا ہے یہ بڑی غلطی تھی اور پولیس بھی اس میں شامل ہوگئی اس کیس کی کوئی تفشیش نہیں کی گئی تھی اور بلا وجہ پالتے کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیا گیا تھا۔ اور یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اکثر بچوں کے ساتھ اس طرح کے واقعات ہوجاتے ہیں۔ بچوں کے دوست تنظیم نے پالتے کو اس کے گھر پہنچا دیا۔

ان پہاڑوں سے گزرتے ہوئے ٹوٹی ہوئی سڑک پر چلتے ہوئے، سبز پہاڑیوں کے درمیان میں سے گزرتی سڑک اور کھجور کے درخت پالتے کو بہت اچھے لگ رہے تھے۔ پالتے کی ماں اور خاندان کے دوسرے لوگ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ جب پالتے کی ماں نے اس کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اُس کو یقین نہ آ رہا تھا کہ وہ اتنی دیر بعد اپنی بیٹی سے مل رہی تھی۔ پالتے کی ماں کہہ رہی تھی کہ میری بیٹی کا واپس آنا خدا کی بہت بڑی رحمت ہے۔ گولاند کی تنظیم کی وجہ سے پالتے اپنے خاندان کو دوبارہ مل پائی۔ اب پالتے کو سکول جانے کی اجازت مل گئی۔ وہ اپنے خاندان میں سے پہلی لڑکی ہے جو پڑھ رہی ہے

بچوں کے دوست تنظیم کے لوگوں نے پالتے کے گاؤں میں جا کر اس کے خاندان، آس پاس کے لوگوں اور اُس عورت سے بھی بات کی جس نے جھوٹا الزام لگا کر پالتے کو جیل میں بھیجا تھا سب سے بات کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ لڑکی واقعی معصوم تھی۔ مارٹلے کی بیوی جو ایڈز کے مریضوں کے لیے کام کرتی ہے)

آخر کار آزادی مل گئی

تقریباً ایک سال کے عرصہ میں بچوں کے دوست تنظیم نے کیس کو عدالت میں پیش کیا جج نے کیس کو سنا اور فیصلہ کیا کہ پالتے کو اب جیل میں نہیں رہنا چاہیے اور اس طرح اُس کو آزاد کر دیا گیا۔ یہ بہت اچھا دن تھا پالتے 16 سال کی ہونے والی تھی۔ وہ آٹھ سال جیل میں رہ چکی تھی۔ لیکن اب وہ اپنے گھر جا سکے گی

گولاند نے اس کو بتایا کہ اُسے کافی عرصہ پہلے یہ خبر ملی تھی کہ گاؤں سے کوئی بچی گم ہوگئی ہے۔ ''جب میری دوست نے بتایا کہ جیل میں ایک لڑکی ہے جو میرے ہی گاؤں سے ہے تو میں نے خود آ کر اس لڑکی سے ملاقات کرنا بہتر محسوس کیا''، کچھ دیر بات چیت کرنے کے بعد پالتے کو اندازہ ہوا کہ وہ دونوں بہت سے لوگوں کو جانتے ہیں جو ان کے گاؤں کے ہیں اور ان دونوں کے واقف ہیں حتیٰ کہ گولاند پالتے کی ماں سے بھی مل چکی تھی۔ چھ سالوں میں پہلی بار پالتے اپنے گاؤں اور اپنے خاندان کے بارے میں سن رہی تھی اس کو بہت خوشی ہوئی کہ اس کا گاؤں اور اس کا خاندان خیر و عافیت سے ہیں۔ گولاند نے اُس کو کہا کہ میں آپ کو یہاں سے آزاد کروا کر گاؤں لے جاؤں گی اور کوشش کروں گی کہ آئندہ کوئی بچہ بغیر عدالتی کاروائی جیل میں نہ جائے۔

پالتے پر الزام تھا کہ اُس نے ایک بچے کو زہر والا دودھ پلایا ہے جبکہ بچہ تو بیماری کی وجہ سے مرا تھا اس تصویر میں پالتے ایک بچی کو پانی پلا رہی ہے۔

پالتے اپنی ماں کریما کے ساتھ بازار میں، جب پالتے جیل سے واپس آئی تو ماں بیٹی دونوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

جیل میں پالتے کپڑے سینے اور کروشیاء کرنے میں بہت اچھی تھی۔ وہ دوپٹے بنا لیتی تھی۔ اور تھوڑے سے وقت میں ٹوپی یا بیگ بنا لیتی تھی۔ جو چیزیں وہ بناتی تھی اُن کو بیچ دیتی تھی وہ مستقبل میں اپنی دوکان بنانا چاہتی ہے اور اس کام کو مزید بڑھانا چاہتی ہے وہ پلاسٹک کے جوتے اور چنگریں بھی بنا لیتی ہے۔

''ان نے مجھ پر الزام لگایا کہ میں نے سولر پینل چوری کیا ہے۔لیکن میرے مقدمے کو عدالت میں سنا ہی نہیں مجھے جیل بھیج دیا گیا۔میں نے ساتویں جماعت پاس کر لی ہے میرا خیال تھا کہ میں بڑا ہو کر کارمستری بنوں گا۔اب میرا کیا بنے گا مجھے کچھ پتہ نہیں'' دانی ایل سن 14 سال

''میرے دوست نے موٹر سائیکل کسی سے کچھ دن کے لیے مانگی، اس نے مجھے بھی موٹر سائیکل پر بیٹھایا اُس نے موٹر سائیکل اپنے گھر پر کھڑی کی وہ، موٹر سائیکل رات کو چوری ہو گئی پولیس نے میرے دوست کو اور مجھے پکڑ لیا اور ہمیں چوری کے الزام میں سزا ہو گئی جبکہ ہم نے چوری نہ کی تھی۔مجھے ایک سال جیل میں رہنا پڑا'' میرلیند، 17 سال

''ان نے میرلیند اور مجھے موٹر سائیکل چرانے کے الزام میں پکڑ لیا۔جن نے اصل میں موٹر سائیکل چرائی تھی وہ تو پولیس سے بچ گئے اور ہم ناجائز پھس گئے۔میں وکیل بننا چاہتا ہوں لیکن اب میں پڑھائی کیسے جاری رکھوں؟'' رچلتو، 17 سال

چپ رہنے کی وجہ سے تین سال قید میں گزارنا پڑے

پولیس نے کہا کے اگر لوئیس جس کی عمر 16 سال ہے صرف بتا دے کہ اُس کا دوست کہاں ہے تو وہ اُسے چھوڑ دیں گے لیکن لوئیس نے چوری نہ کی تھی۔اُس کو تین سال جیل میں رہنا پڑا اب وہ جج بننا چاہتا ہے

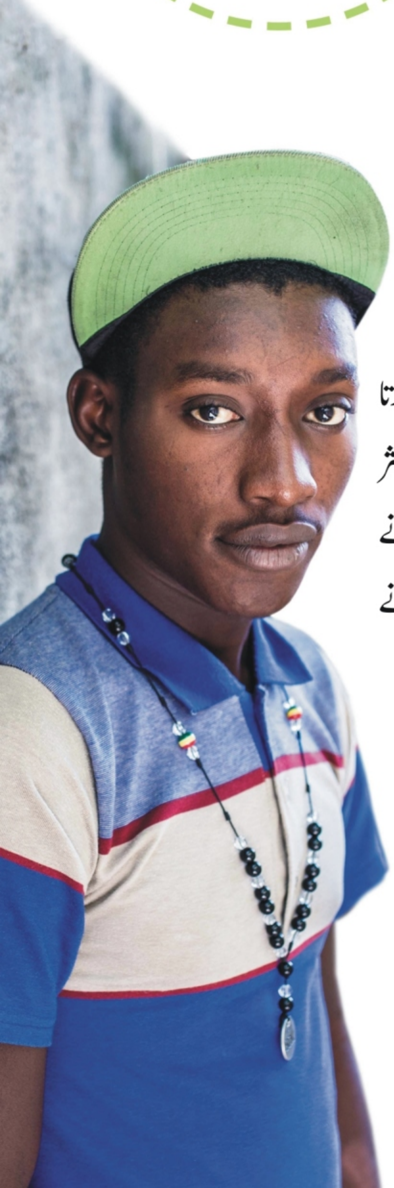

''میں اپنے ایک دوست کے ساتھ گھوما کرتا تھا، اُس کے پاس ایک بندوق تھی۔ہم اکٹھے پھرتے تھے۔لیکن ایک دن اس نے کچھ خاص کرنے کے لیے مجھے ساتھ جانے کے لیے کہا تو میں نے انکار کر دیا

اگلے دن پولیس میرے گھر آ گئی اُن نے مجھے چوری کرنے میں ساتھ دینے کے الزام میں گرفتار کر لیا اوت جیل میں ڈال دیا۔پولیس نے مجھ سے پوچھا کہ میرا دوست کہاں ہے۔کیونکہ اُس نے پچھلی رات چوری کی ہے۔میں نے کہا کہ میں چور نہیں ہوں اور مجھے کچھ پتی نہیں کہ وہ کہاں ہے۔میری تفشیش نہیں ہوئی اور مجھے سیدھا جیل بھیج دیا گیا۔میرے دوست نے پہلے ہی مجھے جیل کے بارے میں بتایا تھا کیونکہ وہ پہلے جیل میں رہ چکا تھا۔جیل کے ایک کمرے میں ہم بیس لڑکے تھے ہم دیواروں کے ساتھ بنے بستروں پر سوتے تھے۔دوسرے لڑکے بڑا شور کرتے تھے۔آپس میں لڑتے تھے اور میں بڑا خوف زدہ تھا۔میرے والدین جیل میں مجھے ملنے آئے وہ میرے ساتھ ناراض نہیں تھے۔کیونکہ اُن کو پتہ تھا کہ میں نے چوری نہیں کی ہے۔

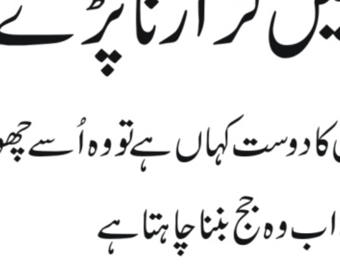

ایک دن ایک پولیس والے نے مجھے بتایا کہ میری ماں اور باپ دونوں کسی بیماری کی وجہ سے مر گئے ہیں۔میں بہت پریشان ہوا اور میرا دل کرتا تھا کہ کیں بھی مر جاؤں۔میں نے خودکشی کرنے کی کوشش کی لیکن پولیس والوں نے دیکھ لیا اور مجھے مرنے سے بچا لیا۔اس کے تین سال بعد بچوں کے دوست نے مجھے جیل سے باہر نکالا۔اب میں اپنی بہنوں کے پاس رہتا ہوں اُن نے بچوں کے دوست سے قرضہ لیا ہے اور گلیوں میں ٹافیاں بیچنے کا کام شروع کیا ہے اب بچوں کے دوست نے میری تعلیم کے لیے بھی مدد کرنا شروع کر دی ہے۔

TEXT: ERIK HALKJAER PHOTOS: JESPER KLEMEDSSON

گُرلین، 14 سال

بننا چاہتی ہے: نرس

فارغ وقت میں پسند کرتی ہے: ڈرائنگ بنانا

سکول کا پسندیدہ مضمون ہے: حساب

پسند کرتی ہے: سکول

ناپسند کرتی ہے: لوگ غصے سے اُس کو دیکھیں

گھریلو غلام گرلین کو امید ملتی ہے

گُرلین کی عمر صرف پانچ سال تھی جب اُسے کسی گھر میں گھریلو غلام بنایا گیا۔ اُس سے گھر کے سارے کام کروائے جاتے اور رات کو وہ فرش پر سوتی تھی۔ لیکن ایک دن ایک آدمی اُس گھر میں آیا اور اُس نے کہا کہ سکول جاتا گُرلین کا حق ہے۔۔۔

جب گُرلین کی عمر پانچ سال ہوئی تو اُس کو ایک عورت کے گھر رہنے کے لیے دوسرے گاؤں میں بھیج دیا گیا۔

اس کی ماں کا کہنا تھا کہ کسی دوسرے کے گھر میں رہنا اُس کے لیے بہتر ہے کیونکہ ہمارے گھر میں بہت غربت ہے اور اُس کو تو کھانے کو روٹی بھی ہم نہیں دے سکتے۔ بھوک سے مرنے سے بہتر ہے کہ وہ کسی اور جگہ چلی جائے۔ نئی جگہ پر نئے گھر میں گُرلین کو کھانے کے لیے روٹی مل جاتی ہے۔ لیکن اُس کو اُس گھر کے کام کرنا پڑتے ہیں

وہ پانی بھر کر لاتی ہے۔ لکڑیاں اکھٹی کرتی ہے اور کھانا پکاتی ہے گُرلین رات کو فرش پر سوتی ہے۔ اگر گھر کے سارے کام ختم ہو جائیں تو وہ تھوڑا بہت کھیل بھی سکتی ہے

دوسری بار غلامی کی زندگی

جب گُرلین سات سال کی ہوئی اُس کی ماں اسے لینے آگئی اور کہا کہ

''اب تم اس گھر میں نہیں بلکہ ایک دوسری عورت کے گھر میں رہوگی'' یہ گھر گُرلین کے گھر سے اور بھی دور تھا۔ گُرلین کی ماں نے بتایا ''میں نے اس عورت کے ساتھ بات کی ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہاں تم کام کرنے کے بعد پڑھ بھی سکو، لیکن سکول جانے سے پہلے اور واپس آ کر تمھیں گھر کے کام کرنا ہونگے۔ جیسا کہ تم اس گھر میں کرتی رہی ہو۔

⊠ TEXT: ERIK HALKJAER PHOTOS: JESPER KLEMEDSSON

گھریلو غلام گُرلین کے کام

اَسے پانی بھرنا ہوتا ہے۔ کھانا پکانا ہوتا ہے۔ کپڑے اور برتن دھونا ہوتے ہیں۔ کپڑوں کو خشک کرنا ہوتا ہے
۔اس سارے گھر کی صفائی کرنا ہوتی ہے کمروں میں بیڈ صاف کرنا ہوتے ہیں اور ڈسٹنگ کرنا ہوتی ہے۔

اگلے دن وہ عورت آ گئی۔ اُس کا نام مگالی ہے اور وہ گُرلین کو اپنے ساتھ لے گئی۔ جب وہ گھر میں پہنچے تو مگالی نے اس کو گھر دکھایا اور سارے کام بتائے وہاں ایک اور عورت بھی اپنے بچوں سمیت رہ رہی تھی۔ وہ بچے گُرلین سے بڑے تھے اور سکول جاتے تھے مگالی نے گُرلین کو بتایا ''یہ کمرہ ہے جہاں تم سویا کرو گی'' تم ایک کونے میں فرش پر سویا کرو گی۔ دوسرے بچوں کے سونے کے لیے بیڈ تھا لیکن گُرلین کو ایک گدا دے دیا گیا کہ تم اس گدے پر فرش پر سویا کرو گی۔

پیدائشی سٹرٹیفکیٹ نہیں ہے

گُرلین صبح سویرے اٹھ جاتی ہے۔ وہ سب کے لیے کھانا بناتی ہے۔ جب گُرلین کے پاس فارغ وقت ہوتا ہے وہ ڈرائنگ کرتی ہے۔ اکثر جب گھر میں کوئی نہیں ہوتا تو وہ ڈرائنگ کرتی رہتی ہے جولڑکی دائیں طرف لیٹی ہوئی ہے وہ اس گھر کی مالک کی بیٹی ہے۔ وہ کبھی بھی گھر کے کاموں کو ہاتھ تک نہیں لگاتی گرلین صفائی کرتی ہے۔ کپڑے دھوتی ہے۔ وہ دوکاندار سے سبزی خریدنے جاتی ہے اور برتن بھی صاف کرتی ہے۔ جب وہ گھر میں اکیلی ہوتی ہے۔ تو اُن بچوں کو دیکھتی رہتی ہے جو سکول کا یونیفارم پہن کر جا رہے ہوتے ہیں۔ وہ دیکھتی ہے۔ اور جب وہ سکول کے قریب سے گزرتی ہے اور بچوں کو گراونڈ میں کھیلتے ہوئے دیکھتی ہے تو اُس کو بہت اچھا لگتا ہے گُرلین کا کوئی بچہ دوست نہیں ہے۔ دوسرے بچے ہر روز سکول کا کام ختم کرنے کے بعد کھیلتے ہیں لیکن گُرلین کو کھیلنے کا وقت بہت کم ملتا ہے۔ جب گُرلین کی عمر دس سال ہوئی ہے تو اُس نے سوچا کہ اسے بھی پڑھنا چاہیے۔

گُرلین باورچی خانے کے فرش پہ سوتی ہے۔

اُس کو سکول یونیفارم بھی تو چاہیے۔ وہ چاہتی ہے کہ جیسے دوسرے بچے سکول جاتے ہیں اور کتابیں پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھے۔ وہ مگالی سے پوچھتی ہے کہ وہ کب سکول جا سکے گی؟'' اور جواب ملتا ہے کہ تمہارے پاس سکول جانے کے لیے کوئی وقت نہیں ہے اور ہمارے پاس اتنے پیسے بھی نہیں ہیں کہ تمہیں سکول بھیج سکیں اور اب تو تم ویسے بھی دس سال کی ہو گئی ہو، تمھیں تو سکول اُس وقت جانا چاہیے تھا جب تمہاری عمر چھے سال تھی۔ ایک اور مسئلہ ہے کہ گُرلین کے پاس پیدائشی سٹرٹیفکیٹ بھی نہیں ہے۔ اور اس کے بغیر وہ سکول داخل نہیں ہو سکتی۔ ہیٹی میں کوئی بھی اپنے کاغذات کے بغیر سکول میں داخلہ نہیں لے سکتا۔

گُرلین کے حقوق

ایک دن مگالی کے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی، باہر ایک آدمی کھڑا تھا جو بچوں کے دوست تنظیم سے آیا تھا۔ اس نے پوچھا کہ گُرلین سکول کیوں نہیں جاتی ہے؟ سکول جانا اس کا حق ہے اور ہمارا سکول اس کے بالکل قریب ہی ہے۔ مگالی نے اُس کو جواب دیا کہ ہمارے پاس پیدائشی سٹرٹیفکیٹ بنانے کے لیے رقم نہیں ہے۔ اس آدمی نے جواب دیا'' ہمارے سکول میں نہ پیدائشی سٹرٹیفکیٹ چاہیے اور نہ رقم'' ہمارے سکول میں بہت سارے بچے ایسے ہی ہیں جو دوسروں کے گھروں میں رہتے ہیں۔

گُرلین چاہتی ہے کہ وہ ہر روز سکول جائے اُس کا سکول کا پہلا دن اُس کی زندگی کا سب سے اچھا دن تھا

وہ شخص اس کو سکول میں لے جاتا ہے وہ ہیڈ ماسٹر کے کمرے میں جا کر اپنا نام داخل کرواتی ہے مگالی سکول آ کر اپنے دستخط کرتی ہے۔سکول میں پہلا دن تھوڑا مشکل ہے گُرلین کو شرم محسوس ہو رہی ہے لیکن یہ دن اُس کی زندگی کا سب سے زیادہ خوشی والا دن ہے۔اُس کا خواب پورا ہو گیا لیکن گُرلین کو اب بھی صبح جلدی اٹھنا پڑتا ہے۔اور گھر کے سارے کام کرنا پڑتے ہیں۔

گُرلین کو اپنا خاندان اور گاؤں بہت یاد آتے ہیں۔وہ اپنے بہن بھائیوں اور ماں باپ کو بہت یاد کرتی ہے۔وہ اپنے گھر میں رہ کہ سکول کیوں نہیں جا سکتی؟ جب اُس کو سکول میں دو سال ہو گئے تو بچوں کے دوست نے اس کی مدد کی کہ وہ اپنے خاندان سے مل آئے

مگالی کو بچوں کے حقوق اور ہیٹی کے قانون کے بارے میں بتایا گیا قانون کے مطابق سب بچوں کو سکول جانا چاہیے۔مگالی چاہتی تھی کہ گُرلین صرف گھر میں رہے اور سارے کام کرے

لیکن اُسے بتایا گیا کہ اُسے ہر صورت میں گُرلین کو 4 گھنٹے سکول بھیجنا ہو گا اور پھر اُس کے پاس گھر میں سکول کا کام کرنیکا بھی وقت ہونا چاہیے اس کے بعد وہ گھریلو کاموں میں مدد کر سکتی ہے"

وہ گھر کو یاد کرتی ہے

گُرلین کو اپنا گھر بہت یاد آتا ہے۔اُسے یقین نہیں ہوتا کہ وہ کیا سن رہی ہے اُس کو ایک سکول یونیفارم ملا ہے۔جوتے ملے ہیں اور قلم اور پنسلیں ملی ہیں۔

گھریلو غلام گُرلین کے پاس اپنی چند چیزیں ہیں:۔

سکول بیگ، کتابیں، قلم، یونیفارم، جوتے، اور رنگ کرنے کی پنسلیں۔

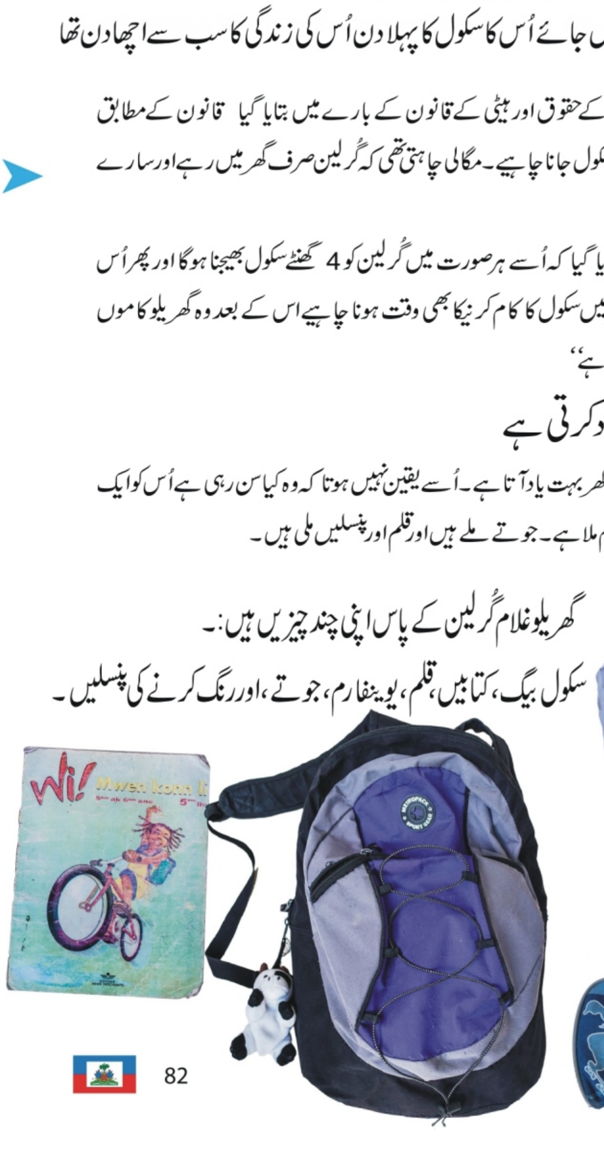

18 سال کی ہو جائے گی بچوں کے دوست تنظیم اُس کی مدد کرے گی کہ وہ اپنا کاروبار شروع کر سکے گی وپ اپنے پیسے بچارہی ہے کیونکہ وہ پڑھ کر نرس بننا چاہتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ جب میں فرش صاف کر رہی ہوتی ہوں میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتی ہوں

اور ایسا اُن بچوں کے ساتھ ہوتا ہے جو دوسروں کے گھروں میں غلام ہوتے ہیں، سکول کے اساتذہ کو بھی اس کے متعلق پتہ ہے ۔سکول کے اساتذہ بچوں کو لیٹ آنے پر سزا دیتے یا ڈھانٹنے کی بجائے اُن سے پوچھتے ہیں کہ وہ ٹھیک ہیں اور خیر وعافیت سے ہیں کئی دفعہ بچے آکر بتاتے ہیں کہ اُن کے گھر کے مالکوں نے مارا ہے اور کئی دفعہ وہ لوگ بچوں کو گالیاں بھی دیتے ہیں، کئی دفعہ بچے جب سکول آتے ہیں تو اُن کے جسم پر مار کے نشان ہوتے ہیں ۔ گُرلین پورے گھر کو خود دیکھتی ہے اور سارے کام خود کرتی ہے اسے بہت دکھ ہوتا ہے جب کوئی اُس کی پرواہ نہیں کرتا۔ لیکن جب وہ جب گُرلین سکول میں ہوتی ہے ۔تو اُس کے پاس وقت ہوتا ہے کہ اپنے دوستوں سے ملے اور ان کے ساتھ وقت گزارے

گُرلین اب 12 سال کی ہے اور وہ 7 سال سے اپنے گھر نہیں گئی تھی اُس کا خاندان اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ گُرلین اُن کو بڑے فخر سے بتاتی ہے کہ اُس نے سکول جانا شروع کیا ہے۔ وہ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ کھیلتی ہے ۔لیکن اِن سب کو کھیتوں میں کام بھی کرنا ہے کیونکہ اگر سب کام نہیں کریں گے تو گھر میں کھانا کہاں سے آئے گا۔ اس کی ماں کہتی ہے کہ تمھیں بھی ہماری مدد کرنا ہوگئی۔

بہت جلد گُرلین اس قابل ہونے والی ہے کہ وہ پیسے کما کر خاندان کی مدد کر سکے گی۔ جب چھٹیوں کے بعد وہ دوبارہ اپنے سکول جائے گی تو وہ دوبارہ گھر جلدی آئے گی۔

وہ خوب محنت کرے گی اور تعلیم حاصل کر کے اپنے مستقبل کو بہتر بنائے گی

بہتر مستقبل کی امید

جب سکول دوبارہ شروع ہوا تو گُرلین نے اپنی دوست نتھالی کو اپنے گھر کے حالات کے بارے بتایا کہ اُس کے گھر کے حالات کتنے خراب ہیں وہ رونے لگی اور اُس کی بات سن کر نتھالی بھی رونے لگی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو حوصلہ دیا۔ ہر دن گُرلین بڑی خوشی سے سکول آتی ہے، کیونکہ سکول میں اُس کو گھر کا کام نہیں کرنا پڑتا۔ اور وہ اپنے دوستوں سے بھی ملتی ہے۔ گُرلین جس گھر میں رہتی ہے وہ سکول کے بالکل قریب ہے جبکہ دوسروں کے گھر دور ہیں، کئی بچے بسوں پر بیٹھ کر سکول آتے ہیں کیونکہ اُن کے گھر سکول سے بہت دور ہیں۔ دوسرے بچے اکثر سکول دیر سے آتے ہیں جب بچوں سے گھریلو کام کروائے جاتے ہیں تو اُن کے پاس پڑھائی کرنے کا وقت نہیں بچتا۔

میں زلزلے میں بچ گیا

وِلٹن جس کی عمر 14 سال ہے۔ وہ 6 سال کا تھا اور ایک گھر میں غلام تھا جب ہیٹی میں زلزلہ آیا یہ سال 2010 تھا۔ وہ اپنی کہانی بتاتا ہے:

’’میں گھر کا کچرا اکٹھا کر رہا تھا اور اچانک زمین ہلنے لگی۔ میں نے ایک بُرجی پر ہاتھ رکھ لیا اور کھڑا ہو گیا جب تک کہ زمین ہلنا بند نہ ہو گئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ جس گھر میں میں رہتا تھا وہ زمین پر گر چکا ہے اور جس خاندان کے ساتھ میں رہتا تھا وہ کسی اور جگہ چلے گئے۔ میرے پاس اب رہنے کے لیے کوئی جگہ نہ تھی میں نے گلیوں میں بھٹکنا شروع کر دیا۔ مجھے بچوں کی دوست تنظیم کا ایک کارکن ملا اور اُس نے کہا کہ بچوں کے سنٹر چلے جاؤں میں سنٹر میں چلا گیا اور اُن کو بتایا کہ میرے خاندان نے مجھے کام کرنے کے لیے کسی دوسرے خاندان کے پاس بھیج دیا تھا اور زلزلہ کے بعد وہ خاندان کہیں چلا گیا اور اب میں اکیلا رہ گیا ہوں بچوں کی دوست کی مدد سے مجھے میرا اپنا خاندان مل گیا میں بہت خوش تھا لیکن جب میں سات سال کا ہوا تو میرے خاندان نے پھر سے مجھے کسی اور گھر میں کام کرنے کے لیے بھیج دیا۔ یہاں مجھے سکول جانے کی اجازت نہ تھی۔ مجھے سارا دن کام کرنا پڑتا تھا۔ مجھ سے زبردستی گھر کے سارے کام کروائے جاتے تھے اور کھانا بھی بنانا پڑتا تھا۔ گھر کے سارے برتن دھونا بھی میرا ہی کام تھا۔ مجھے اس گھر کے بچوں کو بھی سنبھالنا پڑتا تھا۔ میں ان کے بچوں کو سکول بھی لے کر جاتا تھا۔ حالانکہ مجھے خود سکول جانے کی اجازت نہ تھی۔ مجھے رات کو فرش پر سونا پڑتا تھا۔ وہ لوگ مجھے گالیاں بھی دیتے تھے اور مارتے بھی تھے۔ مجھے اپنا گھر بہت یاد آتا تھا اور سکول جانے کے دن بھی بہت یاد آتے تھے، بچوں کے دوست نے سکول جانے میں میری مدد کی۔ انہوں نے مجھے جوتے اور سکول یونیفارم خرید کر دیا اور کتابیں بھی دیں، میرے خاندان کو قرضہ دیا گیا تھا تاکہ وہ ایک دوکان بنا سکیں کبھی کبھی میں اپنی دوکان میں کام کیا کرتا تھا، میں فٹبال بھی کھیلا کرتا تھا‘‘

وِلٹن اور اُس کے خاندان کو بچوں کے دوست سے امداد ملی۔
خاندان کو قرضہ کی رقم ملی تاکہ وہ دوکان بنا سکیں۔

بہت سارے بچے گھروں میں غلام ہیں

تقریباً 225000 سے 300,000 بچے ہیٹی میں دوسرے لوگوں کے گھروں میں رہتے ہیں جہاں اُن کو گھر کے سارے کام کرنا پڑتے ہیں۔ مقامی زبان میں اِن بچوں کو لے پالک کہا جاتا ہے۔ یہ بچے غریب خاندان کے ہوتے ہیں۔ ان بچوں کے والدین کہتے ہیں کہ وہ ان بچوں کو سنبھال نہیں سکتے اور اس لیے اِن بچوں کو دوسرے لوگوں کے گھروں میں بھیج دیا جاتا ہے۔ جن گھروں میں یہ بچے رہتے ہیں وہاں ان کو کھانا تو دیا جاتا ہے لیکن اس کے بدلے ان بچوں کو سارا سارا دن کام کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کام کے عوض ان کو کچھ معاوضہ نہیں دیا جاتا۔ ان بچوں کو سکول بھی نہیں بھیجا جاتا بلکہ ان کے ساتھ بدسلوکی، مار پیٹ اور کئی دفعہ جنسی زیادتی بھی کی جاتی ہے۔ ہیٹی میں بچوں کے کام کرنے پر پابندی ہے اقوامِ متحدہ کا مطالبہ ہے کہ ہیٹی میں بچوں کو گھریلو غلام بننے سے روکا جائے کیونکہ یہ بچے ظلم و تشدد کا شکار ہوتے ہیں۔ اور ان کو تعلیم بھی نہیں دی جاتی۔

آپ سکول دیر سے کیوں آتے ہو؟

’’مجھے گھریلو کام اور کھانا پکانا ہوتا ہے۔ میں اکثر سکول سے لیٹ ہو جاتا ہوں کبھی کبھی تو ایک گھنٹہ لیٹ ہو جاتی ہوں۔ مجھے سکول دیر سے آنا پسند نہیں ہے لیکن میں اپنے والدین کے ساتھ نہیں رہتی ہوں میں اپنے والدین کو بہت یاد کرتی ہوں۔ میں اُن کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔

آپ اپنے سکول کا کام کب کرتے ہو؟

’’جب میں گھر میں ہوتا ہوں تو سکول کا کام کرنے کے لیے وقت ہی نہیں بچتا۔ میں پھر سکول کا کام سکول ہی میں کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں اکثر سکول دیر سے آتا ہوں۔ دیر سے آنا اچھی بات نہیں ہے۔ جوزف 16 سال، گھریلو غلام

تمھارے جسم پر زخموں کے نشان کیوں ہیں؟

’’جس عورت کے گھر میں رہتی ہوں وہ اکثر مجھے مارتی ہے۔ اُس کی بیٹی نے کہا کہ میرے جوتے لاؤ، پھر اُس نے کہا کہ میری کتاب لاؤ۔ میں جوتے اور کتاب دونوں لے گیا لیکن وہ چاہتی تھی کہ پہلے میں کتاب لاؤں۔ اس لیے اُس نے مجھے مارنا شروع کر دیا۔ ایسا اکثر ہوتا ہے۔ یہ اچھا نہیں ہے اور ایسا نہیں ہونا چاہیے‘‘ ووڈ، 13 سال (گھریلو غلام)

سکول جانا اچھا کیوں ہے؟

’’مجھے سکول جانا بہت پسند ہے کیونکہ سکول میں مَیں علم حاصل کرتی ہوں جس سے میری شخصیت میں بہتری پیدا ہوتی ہے۔ جس گھر میں میں رہتی ہوں یہاں مجھے ہر وقت کام کرنا پڑتا ہے جو بالکل خوشی کی بات نہیں ہے مجھے سکول جانا بہت پسند ہے‘‘ جولی کو یئز، 11 سال (گھریلو غلام)

آپ کی کیا مدد کی جاتی ہے؟

’’بچوں کی دوست تنظیم کی مدد سے میں نے سکول جانا شروع کیا ہے۔ اس سے پہلے مجھے سکول جانے کی اجازت نہ تھی۔ اب بھی میرے پاس سکول کا کام کرنے اور مطالعہ کرنے کے لیے وقت نہیں بچتا‘‘

جین پیئر، 14 سال (گھریلو غلام)

زبردستی ہیٹی واپس بھیج دیا گیا

ملک ہیٹی کے بہت سارے لوگوں کی طرح گُرلین اور اس کا خاندان بھی دوسرے ملک ڈومینکن ریپبلک چلے گئے۔ گُرلین نے وہاں سکول جانا شروع کر دیا اور اس کے والدین نے وہاں کام کرنا شروع کر دیا لیکن ان کے پاس کام کرنے کا اجازت نامہ نہ تھا۔اور ایک دن وہاں کے صدر نے خطاب کیا اور کہا کہ جتنے بھی لوگ ہیٹی سے بغیر اجازت کے ہمارے ملک میں آئے ہیں اُنھیں فوراً نکال دیا جائے۔۔۔

گُرلین نے ریڈیو پر سنا کہ ڈومینکن ریپنلک کا صدر نہیں چاہتا کہ ہمسائے ملک ہیٹی کے لوگ اُن کے ملک میں رہیں گُرلین نے اپنے بھائی سے کہا ''ہاں، ہاں، لیکن کوئی بھی اس صدر کی بات نہیں سننے والا۔ یہ ایسے ہی بولے جا رہا ہے'' اس کی ماں اور باپ دونوں ہیٹی سے ہیں لیکن اُن کی ملاقات یہی ہوئی کیونکہ دونوں کام کرنے یہاں آئے تھے۔

گُرلین کی ماں کسی کے گھر کام کرتی تھی اور اس نے مقامی زبان بھی سیکھ لی تھی ان دونوں ملکوں کی سرحدیں ملتی ہیں اور ان کے سمندری جزیرے بھی اکٹھے ہیں۔ دونوں ملکوں کے درمیان سڑکوں کے ذریعے بھی رابطے ہیں لیکن یہ سڑکیں بہت خراب اور ٹوٹی پھوٹی ہوئی ہیں۔ بہت سے ہیٹی کے لوگ ہر سال کام کرنے دوسرے ملک میں آتے ہیں کچھ کے پاس تو کام کرنے کی اجازت ہوتی ہے لیکن بہت سے لوگوں کے پاس تو کام کرنے کا اجازت نامہ بھی نہیں ہوتا۔ یہ لوگ مختلف طرح کے کام کر کے پیسہ کماتے ہیں۔

یہ لوگ گھروں میں بھی کام کرتے ہیں لیکن کچھ سیاستدانوں کا خیال تھا کہ صدر ان لوگوں کو فوراً واپس ہیٹی بھیج دے۔ لیکن اس دفعہ لگتا ہے کہ وہ پکے ارادے سے ایسا کرنا چاہتے ہیں

پولیس نے ملک سے نکال دیا

یہ جمعہ کا دن تھا۔ گُرلین اپنے دوست کے گھر جا رہی تھی۔ اُس نے دیکھا کہ اس کے گھر کے باہر پولیس آئی ہے پولیس والوں نے اُن کے گھر میں آ کر کہا کہ باہر آؤ:

''تم کہاں سے ہو؟'' گُرلین نے جواب دیا کہ ''میں یہاں سے ہی ہوں''

پولیس نے پھر پوچھا کہ ''کیا تم اس ملک میں پیدا ہوئی ہو؟''

گُرلین نے جواب دیا ''ہاں میں یہاں پیدا ہوئی ہوں لیکن میرے ماں باپ ہیٹی سے ہیں''

پولیس نے پوچھا کہ وہ کہا کام کرتے ہیں؟ اور کیا وہ اس وقت گھر پر ہیں گُرلین نے کہا کہ ہاں وہ گھر پر ہیں.

پولیس نے گُرلین کی ماں کو بلایا اور اُس سے پوچھا کہ کیا اس کے پاس کام کرنے کا اجازت نامہ ہے تو اس نے جواب دیا کہ نہیں ہے۔ پھر پولیس نے کہا کے معذرت کے ساتھ ہمیں آپ کو یہاں سے نکالنا ہوگا اور ابھی آپکو اپنے ملک جانا ہوگا۔ ہمیں ابھی آپ کو کار میں بٹھانا ہوگا اور بارڈر پر جا کر چھوڑنا ہوگا

واپس ہیٹی میں

تھوڑی دیر پہلے گُرلین کے بہن بھائی کھیلنے کے لیے کسی دوسرے گھر میں گئے تھے پولیس نے اُن کا انتظار بھی نہیں کیا اور گُرلین اور اس کی ماں کو گاڑی میں بٹھایا اور سرحد پر لے گئے پولیس نے دونوں کو کالے گیٹ سے گزارا اور ہیٹی بھیج دیا۔ وہاں اقوامِ متحدہ کے کارکنان اور رضا کار اُن سے ملے اور اُن سے پوچھا کہ وہ اُن کی کیا مدد کت سکتے ہیں

06.00
Good morning!

06:00 بجے صبح بخیر!

15:00 بجے
گُرلین گھر کو صاف کرتی ہے

سکول کی پڑھائی

اگلے دن اس عورت نے میری خالہ کے گھر آ کر دستک دی۔ اور بتایا کہ گُرلین کے لیے بہترین یہ ہے کہ وہ ہیٹی میں رہے اور اپنی تعلیم جاری رکھے۔ اور اس نے کہا کہ اچھا ہوگا کہ اس کے تینوں بہن بھائی بھی تعلیم جاری رکھے تینوں بہن بھائی بھی واپس ہیٹی آ جائیں اور سکول جانا شروع کریں بچوں کے دوست تنظیم اس بات کو یقینی بنائے گی کہ ان کو تمام تعلیمی سہولیات اور ضروریات کی اشیاء ملتی رہیں اور یہ سکول جاتے رہیں کچھ دنوں بعد سارا خاندان اکٹھا ہو گیا اور صرف اُن کا باپ واپس نہ آیا۔ اُس کے باپ نے ڈومینکن میں کام جاری رکھا اور اپنے خاندان کو پیسے بھیجتا رہا۔

گُرلین کے رشتہ داروں نے اُن کو کچھ زمین بھی دے دی تا کہ وہ اپنا گھر بنا سکیں۔ بچوں کے دوست تنظیم کے گھر بنانے کے لیے سارا سامان دے دیا۔ سکول کے بہت سارے بچے گُرلین کی طرح ڈومینکن میں رہ چکے ہیں اور اب وہ اپنے ملک کی زبان اور فرانسی زبان دونوں سیکھ رہے ہیں۔ سکول میں وقفہ کے دوران وہ اپنی مقامی زبان بول سکتے ہیں

07:30 بجے سکول جاتے ہوئے

اقوامِ متحدہ کا کارکن اِنکو ایک عورت کے پاس لے گیا جس نے نیلے رنگ کی قمیض پہنی ہوئی تھی جس پر لکھا تھا ''بچوں کے دوست'' اُس عورت نے کہا کہ میں آپ کی مدد کر سکتی ہوں اس عورت نے بتایا کہ وہ سرحد پر ہر روز کام کرتی ہے۔ اور اُن کی تنظیم اُن بچوں کی مدد کرتی ہے جن کو یہاں بھیجا جاتا ہے۔ اگر آپ کا کوئی رشتہ دار ہیٹی میں ہے تو آپ اس کے ساتھ رہ سکتے ہیں اس عورت نے بتایا کہ بہت سے بچے جو واپس ہیٹی آتے ہیں اُن کے پاس پاسپورٹ ، پیدائشی سرٹیفکیٹ یا اپنے رشتہ داروں کے رابطہ نمبر نہیں ہوتے ، اس لیے ہم ان کی مدد کرتے ہیں ۔ گُرلین کہتی ہے

''انہوں نے ہمیں کپڑے، صابن اور برش وغیرہ دیے اور اُن نے ہمیں کرایہ بھی دیا کہ ہم ٹیکسی لیکر اپنی خالہ کے گھر چلے جائیں''۔

شناخت کا حق

ملک ہیٹی میں بہت سارے بچوں کی پیدائش کو درج ہی نہیں کیا جاتا، اس لیے اُن کو پیدائشی سٹرفکیٹ ہی نہیں ملتے وہ بڑے تو ہو جاتے ہیں لیکن وہ کبھی یہ ثابت ہی نہیں کر پاتے کہ وہ کب اور کہاں پیدا ہوئے تھے۔ اور اُن کے والدین کون ہیں۔ سکول میں داخل ہونے کے لیے ہر بچے کے پاس پیدائشی سٹرفکیٹ ہونا چاہیے اسی طرح پاسپورٹ بنانے اور کام کرنے کے لیے بھی ہر کسی کے پاس پیدائشی سٹرفکیٹ ہونا لازمی ہے بچوں کے دوست تنظیم اس کے لیے بچوں کی مدد کرتی ہے کہ اُن کو پیدائشی سٹرفکیٹ مل سکیں۔

وہ بچوں کے والدین کو بھی بتاتے ہیں کہ یہ بچوں کے لیے کتنا ضروری ہے۔ کیونکہ پیدائشی سٹرفکیٹ کے بغیر کوئی بچہ اس ملک کا شہری اور معاشرے کا حصہ نہیں بن سکتا اور بچوں کا یہ حق ہے کہ اُن کی شناخت ہو اور وہ سکول جا سکیں۔ بچوں کو پیدائشی سٹرفکیٹ مہیا کرنے میں ہیٹی کی حکومت اور بچوں کے عالمی ادارہ یونیسیف بھی تعاون کر رہے ہیں پیدائشی سٹرفکیٹ دینے کے لیے بچوں کی تقاریب منعقد کی جاتی ہیں اپنی شناخت کا حصول ایک بڑی بات ہے۔

آخر کار مجھے پیدائشی سٹرفکیٹ مل گیا۔

پیدائشی سٹرفکیٹ ملنے کے بعد میں جہاں چاہوں جا سکتا ہوں۔ اب مجھے یہ پریشانی نہیں ہے کہ مجھے سکول سے نکال دیا جائے گا۔ یہ سوچ کر بہت اچھا لگتا ہے۔ اب میں چوتھی جماعت میں ہوں سکول کے بعد میں یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کروں گا۔ پھر میں دنیا کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔ میں سکول کے بعد اپنے ماں باپ کی کھیتوں میں مدد کرتا ہوں اور فارغ وقت میں میں فٹبال کھیلتا ہوں۔ روبرٹو، 15 سال

19:30 بجے چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ ٹیلی ویژن دیکھتی ہے۔

جب ان کی ماں انیتا سبزیاں فروخت کرنے ڈومینکن جاتی ہے تو گُرلین بچوں کا خیال رکھتی ہے اس کی ماں وہاں سے آلو خرید کر لاتی ہے جن کو وہ اپنے ملک میں بیچ دیتے ہیں

کبھی کبھی گُرلین کا جی چاہتا ہے کہ وہ سکول چھوڑے اور سارے کام چھوڑ کر گانے سنے ناچے اور ساز بجائے۔ وہ ساز بجانا سیکھ رہی ہے، گُرلین کہتی ہے کہ ''ایک دن میں شاکیرا کی طرح مشہور ہو جاؤں گی''

09:00 بجے کبھی کبھار گُرلین کو خیال آتا ہے کہ وہ سکول چھوڑے اور گائیکی پر دھیان دے

ہیٹی کے مہاجر

بیس لاکھ سے زائد ہیٹی کے لوگ دوسرے ملکوں میں مہاجر ہیں۔ ان میں سے نصف امریکہ میں رہتے ہیں اور اتنے ہی ڈومینکن ریپبلک میں رہ رہے ہیں۔ کچھ ہیٹی مہاجرین کینڈا میں بھی رہ رہے ہیں، اس کے علاوہ فرانس، برازیل اور چلی میں بھی آباد ہیں۔ سال 2015 میں، 52000 ہیٹی باشندوں کو ڈومینکن سے نکالا گیا۔ پچھلے دو سالوں میں 200000 ہیٹی باشندے ڈومینکن سے واپس آئے۔ ہزاروں کی تعداد مین یہ لوگ اب بڑی غربت اور پسماندگی میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور عارضی گھروں میں رہ رہے ہیں۔ 2010 کے زلزلے کے بعد 60000 ہیٹی باشندوں کو امریکہ میں رہنے کی عارضی اجازت ملی۔ لیکن صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے کہہ دیا ہے کہ 2019 تک اِن سب کو واپس چلے جانا چاہیے۔ ہیٹی کی سالانہ آمدن کا تیسرا حصہ وہ لوگ باہر سے بھیجتے ہیں جو ہیٹی کے باشندے ہیں اور بیرون ملک کام کرتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کو رقم بھیجتے ہیں۔

دنیا کے تمام ممالک میں عالمی مقاصد کی صورتِ حال

دُنیا بھر کے ممالک اس بات پر متفق ہوئے ہیں کہ 2030 تک تین غیر معمولی مقاصد کے حصول کو یقینی بنایا جائے: انیہائی غربت کا خاتمہ، عدمِ مساوات اور ناانصافی کا خاتمہ اور ماحولیاتی تبدیلیوں کی روک تھام ممالک نے 17 اہداف مقرر کیے ہیں جن کو کہا جاتا ہے کہ پائیدار ترقی کے لیے اہم عالمی اہداف تمام اہداف برابر اہمیت کے حامل ہیں اور ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔

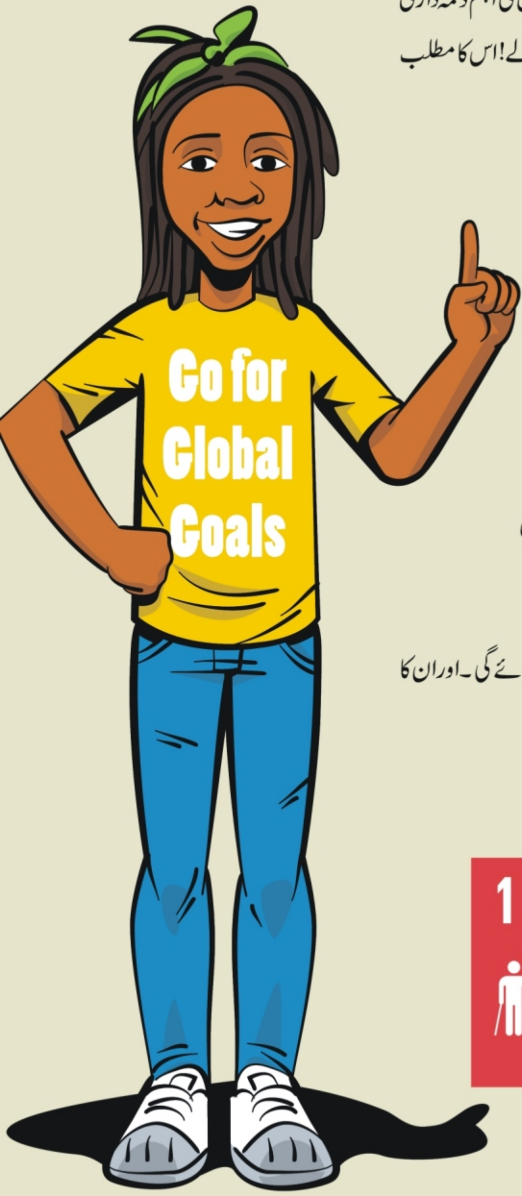

بہتر مستقبل کے لیے دنیا کے گرد چکر کے تعلق سے ہم عالمی مقاصد میں سے مندرجہ ذیل پر خصوصی توجہ دے رہے ہیں:۔تمام ممالک کی حکومتوں کی اہم ذمہ داری ہے کہ ان مقاصد کو حاصل کریں۔اور اس کے ساتھ ساتھ ہر ملک کے ہر فرد کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ان مقاصد کے حصول میں حصہ ڈالے! اس کا مطلب ہے کہ بچے اور بڑے تمام لوگ

کیونکہ چھوٹے چھوٹے اقدام سے بھی بڑا فرق پڑتا ہے۔

☆ہدف 5۔صنفی مساوات اور لڑکیوں کے لیے برابر کے حقوق

☆ہدف 10۔غیر مساوی رویوں میں کمی، اور

☆ہدف 16۔انصاف پسند اور پُرامن معاشرے

دُنیا کے گرد چکر عالمی مقصد نمبر 3 (صحت اور بہبود) تمام بچوں کے کھیلنے اور فرصت کے اوقات کے حصول کے حقوق کو بھی شامل کرتی ہے

کچرے سے پاک نسل

کے حصے میں آپ کو کچرے اور ماحولیاتی تبدیلیوں کے بارے میں مزید تفصیلات ملیں گی جو دوسرے بہت سارے اہداف سے ملے ہوئے ہیں

بچے کے حقوق

عالمی مقاصد بھی بچوں کے حقوق کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔اگر مقاصد کو حاصل کر لیا جاتا ہے تو دُنیا بھر میں بچوں کے حالات میں تبدیلی آئے گی۔اور ان کا حصول ممکن نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بچوں کا استحصال جاری رہے گا اور ان کے حقوق کا احترام نہیں کیا جائے گا۔

خدانہ کرے کے ایسا ہو!

یہاں کچھ ایسی مثالیں دی گئی ہیں جو عالمی مقاصد کو بچوں کے حقوق کے ساتھ جوڑتی ہیں

بھوک کا خاتمہ

کسی بھی بچے کو بھوک یا غذائی قلت کا سامنہ نہ کرنا پڑے تمام بچوں کے لیے اچھی اور متوازن غذا دستیاب ہونی چاہیے۔

غربت کا خاتمہ

بچوں کی پروزش غُربت میں نہ ہو۔اور بچوں کے ساتھ غیر مساوی سلوک نہ ہو اور تمام بچوں کے پاس ترقی کرنے کے برابر مواقع موجود ہوں چاہے کوئی بچہ غریب ہو یا امیر۔

صنفی مساوات

لڑکیوں اور لڑکوں کے حقوق کا برابر احترام ہونا چاہیے۔بچپن کی شادی اور لڑکیوں پر تشدد خاص کر جنسی تشدد کو ختم ہونا چاہیے۔

معیاری تعلیم

تمام بچوں کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے مواقع ہونے چاہیں۔اور سب بچوں کو پڑھنا، لکھنا آنا چاہیے ابتدائی اور ثانوی تعلیم مفت ہونی چاہیے سکول میں کسی بچے کے ساتھ غیر مساوی رویہ نہ برتا جائے

اچھی صحت اور بہتر پرورش

تمام بچوں کے پاس صحت مند رہنے کے مواقع ہونے چاہیں۔اور علاج، معالجہ کی سہولیات موجود ہوں۔مہلق بیماریوں اور نشہ آور اشیاء میں کمی ہو اور سڑکوں پر ہونے والے حادثات میں کمی ہو۔

صاف پانی اور صحت وصفائی

تمام بچوں کے پاس حاجت رسائی سہولت ہو خاص کر سکول میں ہونی چاہیے

سستی اور صاف توانائی

تمام بچوں کے لیے سستی اور صاف توانائی دستیاب ہونی چاہیے۔جس سے اُن کی زندگیوں میں آسانی پیدا ہو۔اور اس سے ماحول پر بھی کوئی بُرے اثرات نہ ہوں۔

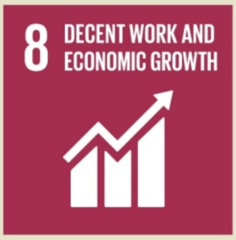

مناسب کام اور معاشی ترقی

کسی بچے سے جبری مشقت نہ لی جائے اور بچوں کی اسمگلنگ کو روکا جائے بے روزگار کو ختم کیا جائے ۔والدین کے کام کے اوقات اور کام کرنے کے حالات میں بہتری لائی جائے تا کہ اُن کے پاس بچوں کی دیکھ بھال کرنے کے لیے وسائل اور وقت موجود ہو۔

صنعت، جرت اور بنیادی ڈھانچے صنعتیں

اور سڑکیں وغیرہ بچوں کے لیے خطرناک نہ ہونی چاہیں ۔تمام بچوں کے لیے معلومات اور ابلاغ کی سہولت دستیاب ہو۔

غیر مساوی مواقع میں کمی

تمام بچوں کے پاس مساوی مواقع موجود ہوں نہ کہ کسی کے رنگ، نسل، جنس یا معذوری کی وجہ سے، واقع میں کمی یا سہولت دی جائے۔

ترقی یافتہ شہر اور معاشرہ

ترقی یافتہ شہر اور معاشرے تمام بچوں کے رہنے کے گھر بہتر ہونا چاہیئں۔ان کے پاس کھیلنے کے گراونڈ ہونے چاہئیں اور سکول جانے کے لیے ذرائع آمدورفت ہونا چاہئیں۔بڑے بڑے شہر بنائے ہوئے ماحولیاتی پائیدار اور ترقی پر مبنی پروگرام بنائے جائیں اور کلچر اور روایات کو بچایا جائے۔

ذمہ دارانہ پیداوار اور تصرف

بچوں کو سکھایا جانا چاہیے کہ کس طرح ماحول کو نقصان سے بچانا ہے اور پائیدار ترقی بھی کرنی ہے۔جیسا کہ چیزوں کو دوبار استعمال کرنا وغیرہ

موسمی تبدیلیاں

بچوں کو سیکھنا چاہیے کے موسمی تبدیلیوں کے ساتھ کیسے نمٹا جائے اور اُن کو اس قابل ہونا چاہیے کہ وہ بڑوں سے بھی مطالبہ کریں کہ موسمی تبدیلیوں کے مطابق ماحول کو ساز گار بنایا جائے۔

آبی حیات

بچوں کو سکھایا جائے کہ کس طرح کچرے کی مقدار سمندری حیات پر اثر انداز ہو رہی ہے۔اور کیسے دریاؤں، ندیوں اور سمندروں میں آبی حیات کو کچرے سے نقصانات کا سامنہ ہے۔

زمین پر زندگی کی بقاء

بچوں کو سیکھنا چاہیے کہ جنگلات اور زمین کو کیسے محفوظ کیا جا سکتا ہے اور کیسے پہاڑوں، جانوروں، پودوں اور آبی حیات کی حفاظت کی جائے اور کیوں کسی کو بھی قدرتی وسائل کا ضیاع نہیں کرنا چاہیے

پرامن معاشرہ، انصاف اور مضبوط ادارے

کسی بچے پر تشدد نہیں ہونا چاہیے کسی بچے کا استحصال نہیں ہونا چاہیے ۔ بلکہ تمام بچوں کو امن، انصاف پسند اور بہتر معاشرے میں رہنا چاہیے

عالمی مقاصد کے حصول کے لیے شراکت داری

تمام ممالک کو مل کر کام کرنا چاہیے اور ایک دوسرے سے سیکھنا چاہیے تا کہ مل جل کر سب کے لیے بہتری کی جا سکے

بہتر مستقبل کے لیے دس لاکھ بچے

بہتر مستقبل کے لیے دُنیا کے گرد چکر کا پروگرام بچوں کے حقوق کے انعام کے پروگرام (WCPF) اور سویڈش اولمپک کمیٹی کی زیر نگرانی سویڈش پوسٹ کوڈ لاٹری کے تعاون سے چل رہا ہے۔

یکم اپریل کے دن تمام بچے جو بچوں کے حقوق کے انعام کے پروگرام میں حصہ لیتے ہیں وہ بہتر مستقبل کے لیے دُنیا کے گرد چکر کی مہم میں شامل ہونگے۔اس دن آپ سب بچے اپنے خیالات دُنیا کو بتائیں گے کہ کس طرح عالمی مقاصد کے حصول کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔اس دن آپ اپنے علاقہ میں لمبی قطار بنا کر واک کریں گے یا دوڑ لگائیں گے اور آپ کے ساتھ پوری دُنیا کے بچے بھی اس عمل میں شامل ہو رہے ہونگے!۔

پچھلے صفحات پر آپ نے سیکھا ہے کہ 17 عالمی مقاصد کا حصول کیسے ممکن ہوگا اور پائیدار ترقی کے اہداف کو کیسے پایہ تکمیل تک پہچایا جا سکتا ہے ان مقاصد کا تعین دنیا بھر کے ممالک نے کیا ہے۔

بہتر مستقبل کے لیے دُنیا کے گرد چکر کی مہم زیادہ تر مقصد نمبر 5 اور مقصد نمبر 10 اور مقصد نمبر 16 کے حصول کے لیے ہے

CHARLES DRAWIN

عالمی مقاصد کو پہچانیں

جب آپ بچوں کے حقوق کے ہیروز کے بارے میں پڑھتے ہیں اور اُن بچوں کے بارے میں پڑھتے ہیں جن کے لیے یہ صفحات نمبر 34 سے 84 پر آپ تیاری کرتے ہیں کہ گلوبل ووٹ میں آپ کیسے حصہ لیں گے، تو آپ یہ بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیسے یہ ہیروز اپنے ممالک میں کام کر کے عالمی مقاصد کے حصول کو عملی شکل دے رہے ہیں۔خاص کر مقاصد نمبر، 5, 10 اور 16 کے حصول کو کیسے ممکن بنا رہے ہیں۔گلوب کے صفحات نمبر 22, 23 پر آپ ڈی آر کانگو سے WCP کے دوستوں کے بارے میں پڑھ سکتے ہیں جو گلوب کی آمد کا انتظار کر رہے تھے کہ اُن پر باغیوں نے حملہ کر دیا اُن کے تمام عالمی مقاصد متاثر ہوئے ہیں۔اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ پرامن معاشرے میں رہنا چاہتے ہیں جو عالمی مقصد نمبر 16 ہے۔آپ کے WCP کے دوست جوزمبابوے میں ہیں اور جن کے بارے میں گلوب کے صفحات 94 سے 107 اور 120 سے 123 تک لکھا ہے۔اُن کے تمام عالمی مقاصد متاثر ہوئے ہیں۔لیکن سب سے زیادہ متاثر عالمی مقصد نمبر 5 ہوا ہے جو کہ لڑکیوں اور لڑکوں کے برابری کے حقوق کے بارے میں آپ یہ بھی پڑھ سکتے ہیں کے کیسے لڑکیاں اور لڑکے صنفی مساوات کے لیے مل کر کام کر رہے ہیں۔آپ بھی تم ، میں اور برابر کے حقوق کے سفیر بنیں!

1 اپریل۔یہ تو واقعی ہی ہو رہا ہے!

آپ جب WCP کے پروگرام کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور بچوں کے حقوق اور عالمی مقاصد کے بارے میں سیکھ رہے ہیں تو آپ کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ آپ کس طرح کی تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں اور آپ کس طرح بچوں کے حقوق کے احترام کو عملی جامہ پہنانے میں مدد گار ثابت ہو سکتے ہیں اور عالمی مقاصد کے حصول میں آپ کیسے مدد کر سکتے ہیں اور 1 اپریل کی دوڑ کی مہم کے لیے آپ اپنے خیالات کو لکھ سکتے ہیں۔

کہ آپ کس طرح اپنے علاقہ، اپنے شہر اور اپنے ملک میں صورتحال کو بہتر بنا سکتے ہیں آپ اس کے متعلق نظمیں لکھ سکتے ہیں، تقاریر لکھ سکتے ہیں اور شوشل میڈیا پر دے سکتے ہیں۔آپ اس کے بارے میں پوسٹرز اور بینرز بھی بنا سکتے ہیں۔اس مہم کی گرمیوں میں علاقہ کے لوگوں کو مدعو کریں، مقامی اداروں کو بلائیں، صحافیوں، سیاسی رہنماؤں اور والدین کو دعوت دیں 1 اپریل کا آغاز عالمی مقاصد کے حصول کی تقریب سے کریں جس میں آپ بالغ لوگوں کو بتائیں کہ ہم سب کو معاشرے کی بہتری کے لیے اور عالمی مقاصد کے حصول کے لیے کیا کرنا چاہیے اور پھر تمام بچے ملکر ایک لمبی قطار بنائیں، ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر قطار کو لمبا کرتے جائیں۔اگر آپ پوسٹرز بھی دیواروں پر لگائیں تو بہتر ہے، یاد رکھیں کہ جب آپ انسانی ہاتھوں کی زنجیر بنا رہے ہونگے تو آپ کے ساتھ اسی وقت دوسرے ممالک کے لاکھوں بچے بھی ایسے ہی لمبی لمبی قطاریں بنا رہے ہونگے!۔

انسانی ہاتھوں کی یہ زنجیر ایک پیغام ہے کہ بہتر مستقبل کے لیے دُنیا بھر کے سب بچے اکٹھے ہیں۔آپ تین کلومیٹر کی واک یا دوڑ لگا کر اس قطار کو مزید وسیع کر سکتے ہیں زمین کا قطر 40,076 کلومیٹر ہے اور زمین کے گرد چکر لگانے کے لیے 13 لاکھ بچے کافی ہونگے۔اس کا مطلب ہے کہ 13 لاکھ بچوں کی قطار سے یہ پیغام تمام ممالک تک پہنچ سکتا ہے کہ ہمارے مستقبل کو بہتر ہونا چاہیے!

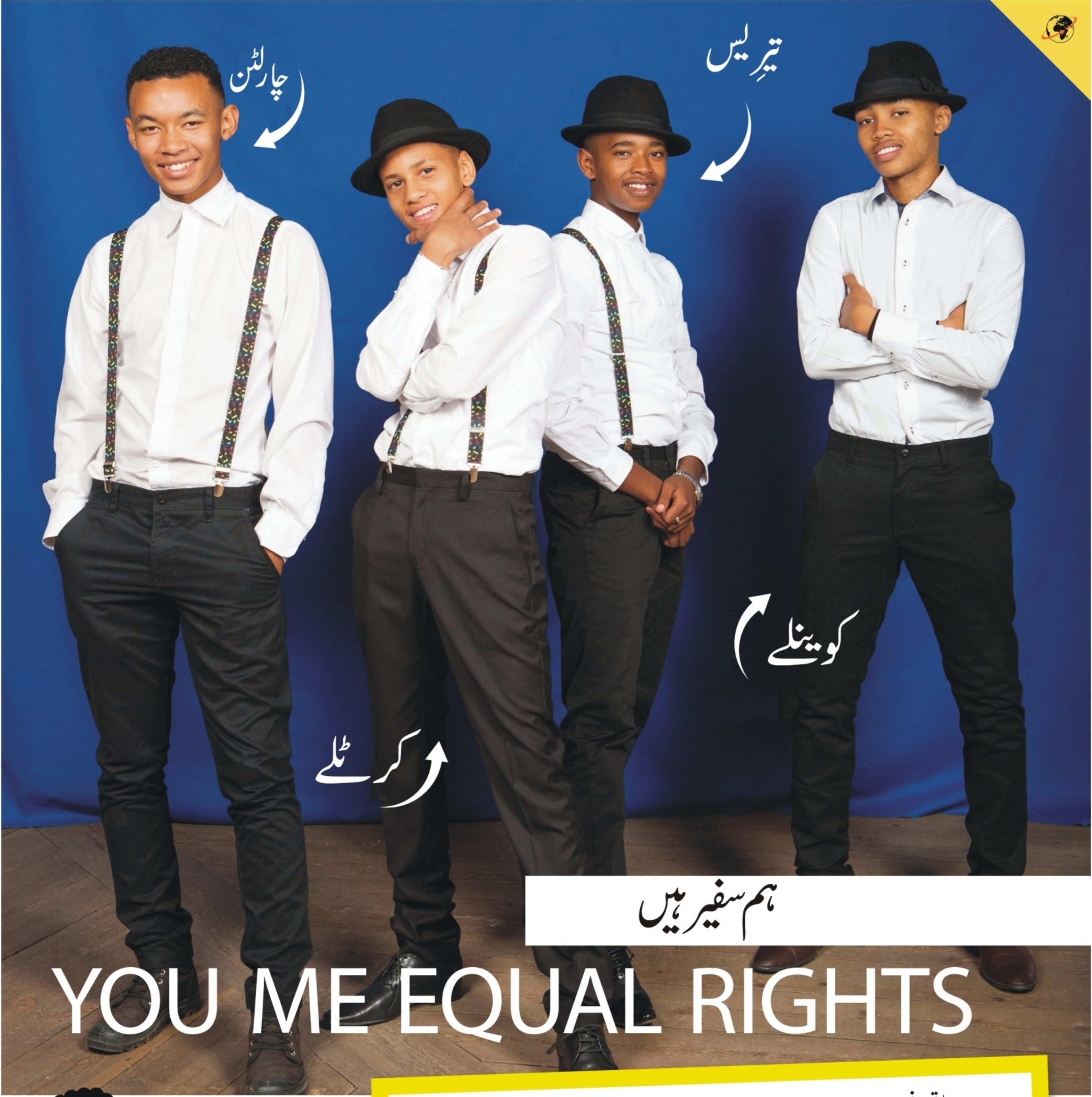

ساوتھ افریقہ سے یہ نوجوان موسیقار بچوں کے حقوق کی تقریب میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا، یہ تم میں اور برابر کے حقوق کے سفیر ہیں عالمی مقصد نمبر 5 ہے۔ اس پروگرام میں لڑکیاں اور لڑکے مل کر صنفی مساوات اور بچوں کے حقوق کے احترام کے لیے آواز بلند کرتے ہیں۔ کوینلے ، پیکسٹن اور ان کے سفیروں کے بارے میں صفحات نمبر 92-93 پر دیکھیں اور صفحات نمبر 97,94 تک پڑھیں گلوری اور ٹا کمور کو کہ زمبابوے سے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ وہ کس طرح لڑکیوں کے برابری کے حقوق کے لیے کام کر رہے ہیں گلوب کے صفحات نمبر 98 سے 104 پر اُن کے دوست شہوٹا گاؤں میں اپنے حقوق پر بات کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ لڑکیوں کے حقوق کو کس طرح پامال کیا گیا تھا۔ اور بچوں کے حقوق کے کلب میں شامل ہو کر کس طرح انہوں نے لڑکیوں کے حقوق کی آواز اٹھائی حسن اور کمبرلے صفحات نمبر 120 سے 123 پر ہیں جو کہ تم میں اور برابر کے حقوق کے اصلی دوست ہیں۔

’’میں عزت مآب ملکہ سویڈن سلویا کو دعوت دیتی ہوں کہ وہ جاز یارڈ اکیڈمی بینڈ کو تم، میں اور برابر کے حقوق کا ایوارڈ گلوب دیں‘‘

یہ تقریب کے پروگرام کو چلانے والی کم کہہ رہی ہے جو کہ زمبابوے سے بینڈ میں شامل تمام لڑکے اور دوسرے تم، میں اور برابر کے حقوق کے سفیر اور ساوتھ افریقہ کی آئیڈل ونز پیکسٹن اور اس کے ساتھ اِنونکو یزی بینڈ کے دوست، یہ سب کیپ ٹاؤن کے انتہائی خطرناک کچی آبادیوں کے علاقوں سے آئے ہیں۔

کوینلے 17 سال، چارلٹن 16 سال، تیریس 15 سال اور کرٹلے 16 سال، انعام لینے کے بعد سویڈن کی ملکہ عزت مآب سلویا کے ساتھ کھڑے ہیں۔

ڈرم بجانے والا لڑکا کوینلے جس کی عمر 17 سال ہے وہ تم، میں اور برابر کے حقوق کا سفیر ہے:۔

’’جب میں ساوتھ افریقہ واپس آیا۔ تو میں نے عہد کیا کہ اب میں لڑکیوں اور عورتوں کا احترام کرونگا اور میرے اس رویے سے دوسرے لڑکوں کے رویوں میں بھی یقیناً تبدیلی آئے گی۔ اور ایسا کرنا میرے اختیار میں ہے میرے علاقے میں مرد ہمیشہ حکم چلاتے آئے ہیں اور عورتوں کو غلاموں کی طرح ہر کام کرنا پڑتا تھا۔ اس سے مردوں کا عورتوں پر غلبہ قائم رہا ہے۔ مردوں کے دماغ میں بیٹھ چکا ہے کہ وہ گھر کے سربراہ ہیں اور عورتیں اُن کی غلام ہیں۔ اور اگر عورتیں بات نہ مانیں تو اُن کو سزا دی جائے اور اُن کی پٹائی کی جائے۔

یہ بات لڑکوں کے لیے بھی بہت بُری ہے

ہمارے ہاں مرد عورتوں کے حقوق کا بری طرح استحصال کرتے ہیں مجھے اس سے نفرت ہے۔

کیونکہ اس سے ہمارا وقار تباہ ہوجاتا ہے اور اس کا عورتوں پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔ اُن کے جذبات متاثر ہوتے ہیں اور وہ نفسیاتی طور پر خود کو کم تر سمجھنا شروع کر دیتی ہیں۔ اور ہم لڑکوں پر بھی اس کا برا اثر پڑتا ہے کیونکہ یہ مرد ہمارے باپ یا چچا ماما ہوتے ہیں‘‘ ’’میرے خیال میں اگر کوئی مرد عورت پر تشدد کرے تو پولیس کو اس پر حرکت میں آنا چاہیے اور اس مرد کو گرفتار کر لینا چاہیے میرے خیال میں عورتوں کو بھی اس پر چپ نہیں رہنا چاہیے۔ اُن کو آواز اٹھانی چاہیے اور سب عورتوں کو اکٹھا ہو کر اس پر احتجاج کرنا چاہیے۔ میں سوچتا ہوں کہ ہم اس کے متعلق کوئی مہم شروع کریں کہ عورتوں کو اُن کے حقوق حاصل کرنے کے لیے تیار کیا جائے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ لڑکے نہیں چاہتے کہ اُن کی ماں یا بہنوں پر ظلم کیا جائے میں لڑکیوں اور عورتوں کے حقوق کی بات کرتا ہوں کیونکہ ایسا کرنے سے اُن کی آواز دوسروں تک پہنچی ہے اور اس سے اُن کے مسائل کا کوئی حل نکل سکتا ہے۔ لڑکیوں کے حقوق کی بات کر کے مجھے خوشی محسوس ہوتی ہے‘‘

’’زندگی کا مقصد‘‘

گیٹار بجانے کا فنکار چارلٹن جس کی عمر 16 سال ہے وہ تم، میں اور برابر کے حقوق کا سفیر ہے:

’’میں عورتوں اور لڑکیوں پر ظلم کے بالکل خلاف ہوں۔ وہ جہاں بھی ہوں اُن کی عزت و احترام ہونا چاہیے۔ میری ہر وقت کوشش ہوتی ہے کہ اُن کی عزت ہو اور وہ ہر وقت محفوظ رہیں۔ ایسا ہی مجھے ہر عورت کے لیے سوچنا ہے کہ کسی کے ساتھ بھی برا سلوک نہ کیا جائے۔ میں اس طرح ہی تم، میں اور برابر کے حقوق کا اچھا سفیر بن سکتا ہوں۔

جب میں کسی بھی عورت کے ساتھ برا سلوک ہوتا ہوا دیکھتا ہوں تو مجھے بہت برا لگتا ہے۔ تم، میں اور برابر کے حقوق کا سفیر ہونے کی وجہ سے مجھے اپنا کردار ادا کرنا ہے یہی اقدار ہیں جو میری ماں نے مجھے سکھائی ہیں۔ میں ہمیشہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور اُن کے حقوق کا احترام کرنے کو جاری رکھوں گا۔ اور اس سے دوسروں کے لیے مثال بنے گی‘‘۔

آئیڈل ونز پیکسٹن جس کی عمر 17 سال ہے وہ تم، میں اور برابر کے حقوق کی سفیر ہے:-

''یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ مجھے اُن لڑکیوں کے حقوق کے لیے جن کے ساتھ استحصال ہوا ہے تم، میں اور برابر کے حقوق کی طرف سے سفیر بنایا گیا ہے۔

اس سے میں بہت خوش ہوں اور میرا پکا ارادہ ہے کہ میں عمر بھر یہ کام کرتی رہوں گی۔ بچوں کے انعام کی پُر وقار تقریب میں شمولیت میری زندگی میں بہت بڑا کارنامہ ہے!

میں بچوں کے حقوق کے لیے ہمیشہ کام کرتی رہوں گی اور لڑکیوں کے حقوق کے لیے اپنی آواز گا کر اٹھاتی رہوں گی اور میں یہ آواز لوگوں کے دلوں تک پہنچاتی رہوں گی۔

جب بھی میں ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر بات کرتی ہوں تو میں ضرور بتاتی ہوں کہ ایک سفیر ہونے کا کیا مطلب ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ لڑکیوں اور عورتوں کے ساتھ شفقت سے پیش آیا جائے۔ اور اُن کو مردوں کے برابر مواقع ملنا چاہیں۔ میں سب کے لیے یکساں حثیت پر یقین رکھتی ہوں''

پیکسٹن تم، میں اور برابر کے حقوق کے انعام کے ساتھ جو اُس کو سویڈن کی ملکہ عزت مآب سلویا نے دیا ہے

ساز بجانے والا کرٹلے وہ تم، میں اور برابر کے حقوق کا سفیر ہے:

جب میں مردوں اور لڑکوں کو عورتوں کے ساتھ بُرا سلوک کرتے دیکھتا ہوں تو اس سے مجھے بڑی پریشانی ہوتی ہے استحصال ہوتے ہوئے دیکھنا میرے لیے بڑا تکلیف دہ ہے۔ لڑکیوں کے حقوق کا احترام نہیں کیا جاتا۔ میری سوچ کے مطابق تو ہر فرد کے ساتھ احترام سے بات کرتی چاہیے، میرا خیال ہے کہ مردوں کو عورتوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھانا چاہیے جب میں کسی مرد کو عورت کو مارتے دیکھتا ہوں تو مجھے وہ مرد پاگل لگتا ہے''

''میں عورتوں اور لڑکیوں کی مدد کے لیے آواز اٹھاتا ہوں کیونکہ آواز اٹھانے میں دوسرے لوگ بھی ساتھ دیتے ہیں اور سب ملکر ایک طاقت بن جاتے ہیں۔ میں نے عورتوں اور لڑکیوں کا احترام کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے۔ اور میں دوسروں کو بھی ہمت دتیا ہوں کہ ایسا ہی کریں۔

گیٹار بجانے والا تیریس جس کی عمر 15 سال ہے وہ تم، میں اور برابر کے حقوق کا سفیر ہے:

میں نے اپنے سکول میں انعام میں ملنے والا کرسٹل گلوب اسمبلی میں سب کو دکھایا اور اپنے مقصد کے بارے میں بات کی سکول کے بچوں نے میری بات کو بہت پسند کیا لیکن کچھ بچوں نے اس بات کا مذاق اڑایا۔ بعد میں وہ سمجھ گئے کہ یہ اہم بات ہے اور عورتوں کی عزت اور احترام کرنا بہت ضروری ہے میں اپنی دوست لڑکیوں کو ہمیشہ بدسلوکی اور ظلم سے محفوظ رکھوں گا۔

میں جرات کے ساتھ بات کرتا ہوں

لیکن میں احتیاط بھی کرتا ہوں میرا خیال ہے کہ بچوں کے حقوق کے بارے میں تعلیم دینا بہت ضروری ہے ۔مردوں کو چاہیے کہ وہ عورتوں کی حفاظت کریں لیکن یہاں بہت سارے مرد تو خود عورتوں پر تشدد کرتے ہیں کئی دفعہ تو میں ان مردوں سے لڑ پڑتا ہوں لیکن لڑنے سے بہتر ہے کہ اُن کو سمجھایا جائے

گلوری اور ٹاکمور صنفی مساوات کے لیے جدوجہد کرتے ہیں

بچوں کے حقوق کے سفیر ٹاکمور جس کی عمر 16 سال ہے اور گلوری جس کی عمر 13 سال ہے سے ملیں۔ یہ زمبابوے کے گاؤں شہوٹا سے ہیں یہ دونوں تم، میں اور برابر کے حقوق کی مہم میں شریک ہیں گلوب کے صفحات نمبر 98 سے 104 پر پڑھیں کہ اُن کے کچھ دوست جو برے حالات میں رہتے ہیں اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے متعلق کیا بات کرتے ہیں۔

''میرے پاس جو سب سے اچھی چیز ہے وہ میرا پیارا سا کتا ہے جس کا نام ٹائیگر ہے میں اس سے بہت پیار کرتا ہوں''!

''صنفی مساوات ایک انسانی جدوجہد ہے یہ عورتوں کی جدوجہد نہیں ہے'' یہ ان چھوٹے اشتہاروں پر لکھا ہے جو ٹاکمور نے تیار کیے ہیں اور وہ چھوٹی کے دن یہ اشتہار لوگوں کو دیتا ہے۔ صنفی مساوات سے زندگی صرف لڑکیوں کے لیے بہتر ہوگی''

گلوری، 13 سال

پیار کرتی ہے: اپنے دوستوں کے ساتھ فٹبال کھیلنا

نفرت کرتی ہے: جب لوگ بچوں کو تنگ کرتے ہیں

اس کے ساتھ جو سب سے اچھا ہوا: وہ بچوں کے حقوق کی سفیر بنی

اس کے ساتھ جو سب سے بُرا ہوا: یہی کہ میں اُس کے بارے میں سوچتی بھی نہیں

اس کے ساتھ جو سب سے بُرا ہوا: جب اس کا بڑا بھائی مرگیا

بننا چاہتا ہے: وکیل بن کر بچوں کے حقوق کے لیے کام کرے گا۔

منیرا اسکینڈری سکول میں بریک کا وقت ہے اور گلوری اور ٹاکمور نے سکول کے بچوں کو درختوں کی چھاؤں میں اکٹھا کیا ہے اور وہ بچوں کے حقوق کی بات کر رہے ہیں خاص کر لڑکیوں کے حقوق کی بات اور صنفی مساوات کی بات وہ ہفتہ میں ایک دن تمام بچوں سے یہ بات کرتے ہیں گروپ میں لڑکے اور لڑکیاں شامل ہیں ٹاکمور اور گلوری جو بچوں کے حقوق کے سفیر ہیں اُن کے لیے بہت اہم ہے کہ وہ بچوں سے اُن کے حقوق کے متعلق بات کریں ''میں اس لیے بچوں کے حقوق کی سفیر بننا چاہتی تھی کیونکہ ہمارے گاؤں میں لڑکیوں کے لیے بڑے خطرات ہیں۔ لڑکیوں کا کوئی احترام نہیں کرتا اور کوئی اُن کی بات نہیں سنتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ بہت ساری لڑکیوں کی زبردستی شادی کردی گئی ہے۔

لڑکیوں کا جنسی استحصال ہوتا ہے اور زبردستی اُن کا سکول جانا بند کردیا جاتا ہے بچوں کے حقوق کی سفیر بن کر میں دوسری لڑکیوں کو قائل کرنا چاہتی تھی کہ وہ اپنے حقوق کی آواز اٹھائیں اور جو اُن کے ساتھ ظلم کرتے ہیں اُن کے خلاف پولیس اور جو ہماری حفاظت کرتے ہیں اُن کی حوصلہ افزائی کی جائے جیسا کہ ہمارے والدین اور استاد جو ہماری حفاظت کرتے ہیں۔ ٹاکمور کہتا ہے کہ میں لڑکا ہونے کی وجہ سے شرمندہ ہوں کہ لڑکے اور مرد عورتوں اور لڑکیوں پر ظلم کرتے ہیں۔

لڑکوں کی زیادہ قدر کی جاتی ہے

''ہمارے ہاں لڑکوں اور لڑکیوں کی حیثیت برابر نہیں ہے

ابو میری بڑی مدد کرتے ہیں

میرے گھر میں مجھے ہمیشہ سکول کا کام کرنے کا وقت مل جاتا ہے اور آرام کرنے کا بھی وقت ہوتا ہے حالانکہ میں ایک لڑکی ہوں اصل میں یہ میرے ابو کی وجہ سے ہے۔

لڑکیوں کو بیچا اور خریدا جاتا ہے

’’بہت سی غربت لڑکیاں سکول نہیں جاتی ہیں بلکہ اُن کی زبردستی شادی کر دی جاتی ہے۔حتیٰ کہ وہ ابھی بچیاں ہی ہیں یہاں مردوں کو شادی کرنے کے لیے جہیز دینا پڑتا ہے۔اس سے لڑکی کا خاندان رقم وصول کرتا ہے یہ اس طرح ہے جیسا کہ لڑکیوں کو بیچا یا خریدنا، یہ بالکل اچھا نہیں ہے اور یہ لڑکی جس کی عمر ابھی چھوٹی ہے اس کی شادی نہیں ہونی چاہیے بلکہ اُسکو سکول جانا چاہیے تا کہ وہ اچھی زندگی گزار سکے‘‘ گلوری بہت خوش ہے کہ اُس کو بچوں کے حقوق کے سفیر کا ڈپلومہ ملا ہے جس کو اس نے شیشہ کے فریم میں لگایا ہے اور جو اُسکے سامنے میز پر پڑا ہے۔

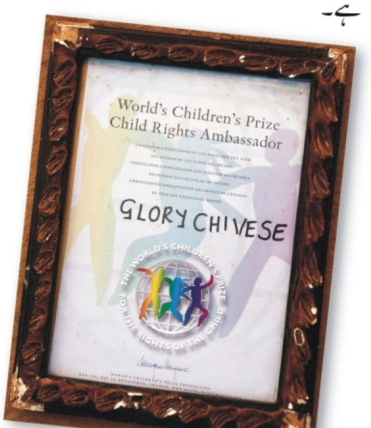

ہمارے ہاں لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے کیونکہ اُن کو لڑکیوں سے افضل سمجھا جاتا ہے۔اور لڑکیوں کو کم تر سمجھا جاتا ہے اور اُن کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہے۔اگر لڑکی گھر میں بڑی بھی ہو تو اس کے چھوٹے بھائی کی بات کو اہمیت دی جاتی ہے اور بھائی فیصلے کر سکتا ہے لیکن لڑکی کو اس کی اجازت نہیں ہوتی۔ بہت سارے خاندانوں میں تو ماں کو بھی اہم نہیں جانا جاتا۔گلوری کہتی ہے کہ یہ بھی رسم ہے کہ

لڑکیاں گھر کے سارے کام کریں اور لڑکے باہر جا کر کھیلیں، میرے گھر میں بھی ایسا ہی ہوتا تھا کہ میں کھیلتا رہتا تھا جبکہ گھر کے سارے کام میری بہنوں کو کرنا پڑتے تھے‘‘

میں لڑکیوں کی مدد کرنا چاہتا تھا جب گلوری کی بچوں کے حقوق کی سفیر کی ٹریننگ ہو چکی تھی۔وہ جان گئی کہ جو ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے یہ بالکل غلط ہے‘‘ سبق کے دوران ہم گلوب کو پڑھتے ہیں اور ہمیں پتہ چلتا ہے کہ لڑکیوں اور لڑکوں کے حقوق برابر ہیں تعلیم حاصل کرنا اور کھیلنا سب کا حق ہے۔۔۔

ہم لڑکیاں جو زمبابوے میں مختلف مظالم کا شکار ہیں اصل میں یہ ہمارے حقوق کا استحصال ہے‘

گلوری اور دوسری لڑکیاں جن کو سفیروں کی ترتیب دی گئی ہے وہ سکول کی لڑکیوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ان کے حقوق کے بارے میں بات کرتی ہیں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے مساوی حقوق کی بات کرتی ہیں۔ٹا کمور کہتا ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ لڑکیاں کام کر رہی ہیں تو میں نے محسوس کیا کہ مجھے ان کی مدد کرنی چاہیے ٹا کمور نے بھی بچوں کے حقوق کے سفیر کی تربیت لی ہے اور وہ WCP کا سفیر ہے اس نے گلوری کی مدد کرنا شروع کی تا کہ صنفی مساوات کا کام تیزی سے کیا جا سکے۔

شہوٹا میں بچوں کے حقوق کے کلب کی میٹنگ ہو رہی ہے۔بچوں کے حقوق کی سفیر گلوری جس نے گلوب پکڑا ہوا ہے وہ لڑکیوں کے برابری کے حقوق کے بارے میں بتا رہی ہے جو بچے سن رہے ہیں ان میں وہ لڑکیاں بھی شامل ہیں جن کا سکول جانا بند کر دیا گیا تھا۔اور جن کی زبردستی بچپن میں شادی کر دی گئی تھی۔

ٹا کمور، عمر 16 سال

پیار کرتا ہے: بہترین علاقے میں بہترین گھر اور BMW کار

نفرت کرتا ہے: لڑکیوں کے ساتھ بُرا سلوک کرنے سے

اس کے ساتھ جو سب سے اچھا ہوا: بچوں کے حقوق کا سفیر بننا اور گلوری کی مدد کرنا

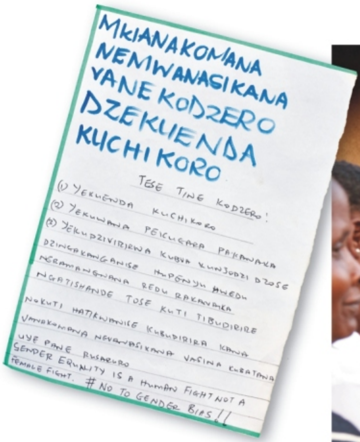
MKIANAKOMANA
NEMWANASIKANA
VANE KODZERO
DZEKUENDA
KUCHIKORO
TESE TINE KODZERO!
(1) YEKUENDA KUCHIKORO
(2) YEKUWANA PEKUGARA PAKANAKA
(3) YEKUPZIVIRIRWA KUBVA KUNJODZI DZOSE
DZINGAKANGANISE HUPENYU HWEDU
NGRAMANGWANA REDU RAKANAKA
NGATISHANDE TOSE KUTI TIBUDIRIRE
NOKUTI HATIKWANISE KUBUDIRIRA KANA
VANAKOMANA NEVANASIKANA VASINA KUBATANA
UYE PANE RUSARURO
GENDER EQUALITY IS A HUMAN FIGHT NOT A
FEMALE FIGHT. #NO TO GENDER BIAS!!

چھٹی کے دن ٹاکمور لوگوں کو پمفلٹ دیتا ہے جو اُس نے سکول میں بنائے ہیں یہ پمفلٹ مساوی حقوق اور خاص کر لڑکیوں کے حقوق کے متعلق ہیں

وہ دوسرے لڑکوں کو متاثر کرتا ہے

''میرے خیال میں یہ بہت اہم ہے کہ لڑکے بچوں کے حقوق کے سفیر بنیں اس سے لوگوں کو پتہ چلے گا کہ ہم سب مل کر لڑکیوں کے حقوق کی آواز اٹھا رہے ہیں ۔اور ہماری نظر میں سب برابر ہیں گلوری اس بات سے اتفاق کرتی ہے۔''لڑکوں کو لڑکیوں کے حقوق کے لیے سفیر ضرور بننا چاہیے اس سے لڑکیوں کو احساس ہوتا ہے کہ لڑکے اُن کی حمایت کر رہے ہیں اور خاص کر اس طرح ہم لڑکے دوسرے لڑکوں کو متاثر کر سکتے ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ آپ بھی بہت سارے لڑکے لڑکیوں کے بارے میں نہیں سوچتے اس لیے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ لڑکوں کو اس پروگرام میں شامل کیا جائے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ لڑکے اُن لڑکیوں کی بھی عزت کریں وہ بچوں کی سفیر ہیں اور یہ اس وقت ہوگا جب ہم سب اکٹھے کام کریں گے''۔

یہ پیغام سب تک پہنچنا چاہیے

ٹاکمور اور گلوری بچوں کے حقوق کے بارے میں معلومات سکول میں اور سکول کے باہر سب بچوں کو بتاتے ہیں۔ یہ دونوں اکٹھے بھی یہ کام کرتے ہیں اور الگ الگ بھی اس کام کو جاری رکھتے ہیں ''میں اپنے گاؤں کے بچوں کے کلب کی چھٹی کے دن مدد کرتا ہوں۔کلب میں شامل کئی لڑکیوں کے ساتھ بہت بُرا سلوک ہو چکا ہے۔ان میں سے کئی لڑکیوں پر تشدد ہوا ہے اور کئی لڑکیوں کی بچپن میں شادی ہوئی ہے، بہت ساری لڑکیاں سکول نہیں جاتی ہیں پھر بھی ان کو اپنے حقوق کے بارے میں ضرور سیکھنا چاہیے اس لیے میں ان کی مدد کرتا ہوں''
''میں لڑکیوں کے حقوق کے متعلق پمفلٹ بناتا ہوں اور لوگوں میں بانٹتا ہوں۔ میں یہ پمفلٹ سکول میں تیار کرتا ہوں''

خود کو سمجھدار بنائیں

گلوری اور ٹاکمور اس بات پر متفق ہیں کہ لڑکیوں کو اپنے حقوق کے بارے میں زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنا چاہیے یہ علم لڑکیوں کو ہمت اور حوصلہ دے گا کہ وہ اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کر سکیں ،اور اس سے زیادہ سے زیادہ لڑکے بھی لڑکیوں کے حقوق اور مساوی حقوق کے بارے میں جان سکیں گے۔

گلوری سکول میں۔۔۔

۔۔۔اور فارغ وقت میں

پانی بھر کر لانا اور گھر میں پانی جمع کرنا مشکل کام ہے ٹاکمور کی بہنیں یہ کام کرتی آئی ہیں لیکن جب وہ بچوں کے حقوق کا سفیر بنا تو اُس نے پانی بھرنا شروع کر دیا۔

ٹاکمور گھر کے صحن کی صفائی کر رہا ہے اور اُس کی بہنیں اپنا سکول کا کام کر رہی ہیں

ٹاکمور نے اپنی ماں اور دادی کی کھانا پکانے میں مدد کرنا شروع کر دی ہے اس کے دوست ایسا نہیں کرتے ہیں

لڑکے جن کو لڑکیوں کے حقوق کے بارے میں علم ہوگا وہ اچھے باپ بن سکیں گے جو اپنی بیٹیوں اور اپنی بیویوں کے حقوق کا خیال رکھیں گے اور اپنے بیٹیوں کو سکھائیں گے کہ عورتوں اور لڑکیوں کا احترام کرنا چاہیے اس طرح مستقبل میں لڑکیوں کے لیے حالات بہتر ہو جائیں گے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس سے لڑکوں کی زندگیاں بھی بہتر ہو جائیں گی کیونکہ جب سب کا احترام ہوگا تو اس سے پورا معاشرہ بہتر ہوگا''

گھر کے کاموں میں مدد کرنا

شہوٹا میں اکثر لڑکے گھر کے کاموں میں اپنی ماں یا بہنوں کی مدد نہیں کرتے ہیں۔ ٹاکمور کہتا ہے کہ

''بچوں کے حقوق کی تربیت لینے کے بعد میں نے اپنے والدین کو راضی کر لیا کہ مجھے گھر کے کاموں میں اپنی ماں اور بہنوں کی مدد کرنی چاہیے بجائے اس کے کہ میں لڑکوں کے ساتھ باہر جا کر آوارگی کرتا رہوں، اور میری دادی، میری ماں اور میری بہنیں گھر کے سارے کام کرتے ہیں

اب میں کھانا پکانے، صفائی کرنے اور گھر کے دوسرے کام کرنے میں اپنی بہنوں کی مدد کرتا ہوں۔ اس سے اُن کو آرام کرنے کے لیے وقت مل جاتا ہے اور میری بہنیں بھی اپنا سکول کا کام کر پاتی ہیں۔ اور فارغ وقت میں اپنی دوستوں کے ساتھ کھیل سکتی ہیں۔ جس طرح میں اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلتا ہوں اب میں بہت خوش ہوں اور میری بہنیں اور ماں بھی خوش ہیں!

میری دادی بہت خوش ہے

ٹاکمور کی دادی ماریہ موٹیٹے کہتی ہے کہ ''میں بہت خوش ہوں کہ ٹاکمور گھر کے کاموں میں ہماری مدد کرتا ہے ہمارے ہاں لڑکے گھر کے کام نہیں کرتے لیکن یہ بہت اچھا ہے کہ اب اس نے یہ کام شروع کیا ہے جب میں چھوٹی تھی تو ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ کوئی مرد یا لڑکا گھر کے کاموں میں مدد کرے گا لڑکیوں کو تو سکول جانے کی بالکل اجازت نہ تھی''

ٹاکمور اور اُس کی بہن باری باری برتن صاف کرتے ہیں

دادی عام طور پر میشیوں کا خیال رکھتی ہیں۔ اب ٹاکمور بھی دادی کی مدد کرتا ہے

تصویر پر میں ایشلے ، کریمین گلیندا اور پرل بچوں کے حقوق کے کلب کی میٹنگ میں بیٹھے ہیں ،گلوب کے صفحات نمبر 98 سے 104 پر وہ اُن مظالم کے متعلق بات کرتے ہیں جن کا اُن کو سامنہ کرنا پڑا۔بچوں کے حقوق کے کلب کا شکریہ کہ اب وہ اپنے حقوق کی بات کر سکتے ہیں ۔اور اُن میں حوصلہ اور ہمت پیدا ہوئی ہے کہ وہ اپنے اوپر ڈھائے گئے مظالم کی کہانی دوسروں کو بتا سکتے ہیں۔

ایشلے میں حوصلہ پیدا ہوا ہے کہ وہ اپنی کہانی سب کو بتائے

ایشلے کی عمر 14 سال تھی جب اُس کے استاد نے اُس سے وعدہ کیا کہ وہ اس کو امتحان میں پاس کر دے گا لیکن اُس کی ایک شرط تھی کہ ایشلے رات کو اس کے ساتھ سوئے ، ایشلے نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور پھر استاد نے اس کو اس وقت پکڑ لیا جب وہ چرچ سے واپس گھر جا رہی تھی۔

’’میرے استاد کو پتہ تھا کہ میں حساب میں کمزور ہوں اور امتحان میں پاس ہونا بہت مشکل ہے ایک دن اس نے کہا کہ اگر میں چاہوں تو وہ مجھے سکول کے بعد پڑھانے کے لیے تیار ہے تو میں نے کہا ہاں اور میں نے سمجھا کہ یہ استاد بہت اچھا ہے۔ہم سکول سے چھٹی کے بعد کلاس میں ملے اور اس نے مجھے ایک سبق پڑھایا، مجھے بہت اچھا لگا لیکن جب ہم دوسری بار ملے تو یہ بہت برا تھا اس نے کہا:

’’تم حساب میں بہت کمزور ہو۔لیکن اگر تم میرے ساتھ دوستی کر لو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھیں امتحان میں پاس کر دوگا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم ایک بھی سوال حل نہ کرو تو بھی میں تمھیں پاس کر دوں گا۔

استاد مکئی کے کھیت میں چھپ کر بیٹھا تھا۔

’’جب میں نے جواب دیا کہ میں اس کے ساتھ ایسا کوئی تعلق نہیں بنانا چاہتی کیونکہ یہ بُری بات ہے اور میں ایک بچی ہوں اور وہ بالغ ہے اور میرا استاد ہے میں نے اس کو جانے کے لیے کہا اور میں نے کہا کہ اب میں اس سے نہیں پڑھنا چاہتی۔

اس کے بعد سب کچھ بدل گیا

اگر میں جماعت میں کوئی سوال کرتی تو استاد اس کا جواب نہیں دیتا تھا۔ اگر جماعت میں کوئی بھی بچہ شور کرتا تو استاد مجھے ڈانٹنے لگتا وہ مجھے مارتا بھی تھا۔

’’ایک دن اتوار کے روز جب میں چرچ سے واپس آ رہی تھی اور مکئی کے کھیتوں کے دومیان میں سے گزر رہی تھی، تو وہ چھپ کر بیٹھا تھا اور میرا انتظار کر رہا تھا۔اس نے مجھے پکڑا اور مکئی کے کھیت میں لے گیا۔اس نے میرے منہ میں کپڑا ڈال کر بند کر دیا تاکہ میں شور نہ کروں اُس نے مجھے زمین پر پھینکا اور میرے کپڑے اتار دیے اُس نے میرے ساتھ زیادتی کی ، جب وہ سب کچھ کر چکا تو وہ مجھے وہی چھوڑ کر بھاگ گیا جیسا کہ اس نے کچھ کیا ہی نہیں‘‘

لڑکیوں کو ہی غلط سمجھا جاتا ہے

’’جب میں نے اپنے والد کو یہ سب بتایا تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے کہا کہ میں کسی اور سے یہ بات نہ کروں اس نے کہا کہ وہ استاد یہاں بڑا مشہور ہے اور سب اس کو نیک آدمی سمجھتے ہیں اور کوئی بھی میری بات پر یقین نہیں کرے گا بلکہ مجھے ہی غلط سمجھا جائے گا اور گاؤں کے لوگ مجھے بدچلن کہہ کر پکارنا شروع کر دیں گے اور میری گاؤں میں کوئی عزت نہ رہ جائے گی بلکہ ہم سب گھر والے لوگوں کی نظر میں آ جائیں گے اور سب ہمیں مذاق کریں گے۔ یہ بہت عجیب بات تھی کہ میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور میں ہی چپ رہوں

لیکن ہمارے ہاں ایسا ہی ہوتا ہے ظلم بھی لڑکیوں پر ہوتا ہے اور بدنام اور ذلیل بھی لڑکیاں ہی ہوتی ہیں۔اس واقعہ کے بعد میرے اندر سکول جانے کی جرات نہ رہی میں خوف زدہ تھی کہ لوگ مجھے طعنے دیں گے اور استاد نے لوگوں کو نئی کہانی سنانا شروع کر دینی ہے کہ میں خود اس کے ساتھ تعلق بنانا چاہتی تھی۔ میں حاملہ ہو گئی اور مجھے سقطِ حمل سے گزرنا پڑا جو کہ بہت مشکل تھا اب میں گھر میں ہی رہتی ہوں۔اب میں کچھ بھی نہیں کر رہی مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا۔

مجھے بُرے بُرے خواب آتے ہیں اور میں پریشان رہتی ہوں''

کلب ہمیں ہمت دیتا ہے

''جب میں بچوں کے حقوق کے کلب میں جاتی ہوں تو مجھے ہمت ملتی ہے کلب میں ہم نے گلوب پڑھا جس میں ہمسائے ملک موزبیق کے بارے میں لکھا ہے کہ وہاں پر بھی لڑکیوں کے ساتھ ایسے ہی واقعات ہوتے ہیں جیسا کہ میرے ساتھ ہو چکا ہے اس سے مجھے بت دکھ ہوا ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے خوشی ہے کہ میں نے یہ واقعہ گلوب کو بتایا ہے اور سب کو ایسے واقعات کے بارے میں علم ہوا ہے۔

ایک دن میں نے ہمت کی اور لوگوں کو سب کچھ بتا دیا کہ میرے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا۔مقامی رہنماؤں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری مدد کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ جن لڑکیوں کے ساتھ ایسے واقعات ہوتے ہیں انھیں چپ نہیں رہنا چاہیے بلکہ اُن کو اس پر بولنا چاہیے اور رپورٹ کرنی چاہیے اور ایسے استادوں کو سزا ملنی چاہیے اور اُن کو جیل جانا چاہیے میں مستقبل میں نرس بننا چاہتی ہوں''

ایشلے، عمر 15 سال

لڑکیوں کیلئے یہ جگہ محفوظ ہے۔

''بچوں کے حقوق کی سفیر لڑکیاں میرے گھر پر میٹنگ کرتی ہیں کیونکہ یہ جگہ سب کے لیے محفوظ ہے۔کئی دفعہ لڑکیاں جب کوئی پریشانی میں ہوتی ہے بھاگ کر میرے پاس آ جاتی ہیں۔تاکہ میں ان کی حفاظت کر سکوں'' یہ بات مائی ساوِسوا کرتی ہے جس کا تعلق'' ''شاموری یا موانا سیکانا'' سے ہے ایشلے، اور دوسری لڑکیاں آگ کے پاس بیٹھی ہیں اور اپنے حقوق کی پامالی کے متعلق بات کر رہی ہیں۔

استاد کو ہمیں اپنی بیٹوں کی طرح سمجھنا چاہیے

ایشلے کہتی ہے کہ''میرا خیال ہے کہ ایک استاد کو اپنی طالب علم لڑکیوں کو ویسے ہی دیکھنا چاہیے جیسا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو دیکھتا ہے نہ کہ وہ لڑکیوں کو پریشان کرے اور اُن کے ساتھ جنسی زیادتی کرے۔استادوں کو بچوں کے حقوق اور خاص کر لڑکیوں کے حقوق سیکھانے کی اشد ضرورت ہے تاکہ وہ لڑکیوں کے حقوق کا احترام کریں۔
اس لیے یہ بہت اچھا ہے کہ لڑکیوں کے حقوق کی تربیت میں بالغ لوگوں کو بھی شامل کیا جائے''

کریمین گھر کے کام کرتی ہے جبکہ اُس کے بھائی سکول جاتے ہیں۔

ایک صبح جب کریمین سکول جانے کے لیے تیاری کر رہی تھی۔ تو اُس کے باپ نے کہا کہ تم سکول نہیں جاؤں گی بلکہ اب تم کھیتوں میں کام کروگی تا کہ تمہارے بھائیوں کے لیے پیسے کمائے جائیں اور وہ سکول جاتے رہیں۔

''اب مکئ کی کٹائی کا موسم ہے اور میں سارا دن کام کر کے شام کو واپس گھر آتی ہوں اور رات کو کھانا کھاتی ہوں اور سو جاتی ہوں ۔ میں بہت تھکا ہوا محسوس کرتی ہوں ۔ میں کھیتوں میں ہل بھی چلاتی ہوں یا کسی کے ساتھ کام کرتی ہوں ۔ ہل کو بیل کھینچتے ہیں ۔ کبھی تو مجھے پیسے ملتے ہیں اور کبھی مکئ مل جاتی ہے''

ہر بچے کا حق

'' اپنے بھائی کو سکول یونیفارم میں دیکھ کر مجھے بہت پریشانی ہوتی ہے اور مجھے غصہ آتا ہے حالانکہ میں جانتی ہوں کہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے ، کیونکہ اس نے کبھی نہیں چاہا کہ میں سکول نہ جاؤں لڑکیوں کو نہ پڑھانا تو یہاں کی روایت ہے

کریمین کہتی ہے کہ

''لڑکیوں اور لڑکوں دونوں کو سکول جانا چاہیے کیونکہ ہم سب کے حقوق برابر ہیں ۔ میں بچوں کے حقوق کے کلب میں جاتی ہوں اور یہاں مجھے حقوق کے متعلق سیکھنے کا موقع مل رہا ہے مجھے امید ہے کہ میں آنے والے وقت میں زیادہ بہتر طریقے اور اعتماد کے ساتھ اپنے والدین سے بات کرسکوں گی''

''جب میری عمر 13 سال تھی ،تو میرا سکول جانا بند کر دیا گیا۔ میرے باپ نے کہا کہ اب وہ میرے سکول جانے کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا یہ اُس وقت ہوا جب میں سوموار کے دن سکول کا یونیفارم پہن کر تیار ہو رہی تھی اور اُس نے کہا کہ اب تم سکول نہیں جاؤ گی ۔ ہمارے ہاں بچے اپنے والدین کی بات کو ٹال نہیں سکتے اور لڑکیاں تو بالکل ہی باپ کے سامنے بول تک نہیں سکتیں میں اپنی ماں کے پاس گئی تو ماں نے اُس کو کہا کہ میں تمہاری بات سمجھ سکتی ہوں لیکن وہ میرے لیے کچھ بھی نہ کر سکتی تھی کیونکہ گھر کے تمام فیصلے تو مرد ہی کر سکتے ہیں''

میں کوشش کرتی رہی

''میرے باپ نے کہا کہ مجھے لوگوں کے کھیتوں میں کام کر کے پیسے کمانا ہونگے ،تا کہ میرا چھوٹا بھائی جس کی عمر 12 سال ہے وہ سکول جاتا رہے۔ مجھے یہ بہت بُرا لگا کہ میرا بھائی سکول جائے اور میں اپنی پڑھائی چھوڑ کر اُس کے لیے پیسے کماؤں ایسا کیوں ہو؟ لیکن میری بات کو کوئی کیوں مانے گا، ہمارے ہاں تو صرف مردوں اور لڑکوں کی بات کو مانا جاتا ہے اس لیے جو میرے باپ نے کہہ دیا ہے وہی ہوگا۔ اب میں صبح چار بجے اٹھ کر گھر کے کام شروع کر دیتی ہوں۔

''اب مکئ کی کٹائی کا موسم ہے اور میں سارا دن کام کر کے شام کو واپس گھر آتی ہوں اور رات کو کھانا کھاتی ہوں اور سو جاتی ہوں ۔ میں بہت تھکا ہوا محسوس کرتی ہوں ۔ میں کھیتوں میں ہل بھی چلاتی ہوں یا کسی کے ساتھ کام کرتی ہوں ۔ ہل کو بیل کھینچتے ہیں کبھی تو مجھے پیسے ملتے ہیں اور کبھی مکئ مل جاتی ہے''

''مجھے حساب سے بہت پیار ہے، انگلش اور حساب میرے پسندیدہ مضمون ہیں ۔ میرا خواب ہے کہ میں ایک استاد بنوں لیکن اب لگتا ہے کہ یہ خواب پورا نہیں ہوسکتا''

''میرے خیال میں بچوں کو کام نہیں کرنا چاہیے یہ غلط ہے بچوں کو سکول میں ہونا چاہیے ۔ بچوں سے کام کروانا اور اُن کو سکول نہ بھیجنا بچوں کے حقوق کی خلاف ورزی ہے میں نے یہ بھی سیکھا ہے کہ لڑکیوں کی بجائے لڑکوں کے حقوق کو اہمیت دی جاتی ہے اور لڑکیوں کے ساتھ غیر مساوی سلوک کیا جاتا ہے۔

''میرے حقوق کی دوگنا پامالی ہوتی ہے ایک تو بچہ ہونے کی وجہ سے اور دوسرا لڑکی ہونے کی وجہ سے''

کریمین، 14 سال

⊠ TEXT: ANDREAS LÖNN PHOTOS: JOHAN BJERKE

گلیندا کو دھوکہ دیکر غلام بنایا گیا۔

گیندا کو لگ رہا تھا کہ اب اُس کی تعلیم دوبارہ شروع ہو جائے گی اس لیے وہ خوشی سے اپنی خالہ کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوگئی اور بس پر لمبا سفر کرنے کے لیے چل پڑی لیکن اصل میں اس کے ساتھ دھوکہ کیا جا رہا تھا اور اس کو جنسی دھندا کرنے کے لیے لے جایا جا رہا تھا۔

میں اپنی دادی کے ساتھ گاؤں میں رہتی تھی جو یہاں سے کافی دور ہے میں بہت خوش تھی اور اپنی دادی سے بہت پیار کرتی تھی لیکن وہ میرے سکول کی فیس ادا نہ کر سکتی تھی ایک دن جب میری عمر 13 سال تھی میری خالہ ہمیں ملنے آئی اس نے کہا کہ میں اس کے ساتھ اس کے گاؤں چلی جاؤں تو وہ مجھے وہاں کے سکول میں داخل کروا دے گی یہ میرے لیے بڑی خوشی کی بات تھی اور میں نے فیصلہ کیا کہ میں اس کے ساتھ ضرور جاؤں گی میری خالہ بھی بہت خوشی سے میرے ساتھ باتیں کر رہی تھی سفر بہت اچھا گزرا"

جبری مشقت اور کوئی تنخواہ نہیں۔

جب ہم وہاں پہنچے تو میری خالہ بالکل بدل گئی اس بے بتایا کہ وہ مجھے سکول نہیں بھیجے گی۔

بلکہ اب مجھے گھریلو غلام بن کر کام کرنا پڑے گا اور میں اپنی خالہ کی ایک دوست کے گھر میں رہونگی میں بڑی مایوس ہوئی اور رونے لگی، میں نے اپنی خالہ سے کہا کہ مجھے واپس میری دادی کے پاس ہی بھیج دے اس سے وہ بہت ناراض ہوئی اور بولی کہ اگر میں نے دوبارہ یہ بات کی تو وہ میری پٹائی کرے گی اور مجھے جان سے ہی مار دے گی میں خوف زدہ ہوگئی اور دوبارہ ایسی بات کبھی نہیں کی اب مجھے یہاں دو سال ہو گئے ہیں مجھے اکثر گھر میں بند کر دیا جاتا ہے جیسا کہ میں قیدی ہوں اور مجھے گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے مجھے گھر کے سارے کام کرنا پڑتے ہیں مثلاً کپڑے دھونا، برتن صاف کرنا، کھانا پکانا اور پانی بھرنا

اور اس کے علاوہ کھیتوں میں بھی کام کرنا پڑتا ہے اور اگر چھوٹی سی بھی غلطی ہو جائے تو وہ مجھے تھپڑ مارتی ہے اور گالیاں دیتی ہے اور یہ سارا کام کرنے کے بعد وہ مجھے کوئی معاوضہ بھی نہیں دیتی ہے میرا خیال ہے کہ میری تنخواہ میری خالہ لے لیتی ہے میں تو یہاں سے بھاگ بھی نہیں سکتی ہوں کیونکہ نہ تو میرے پاس کوئی پیسے ہیں اور نہ مجھے پتہ ہے کہ میں اپنے گھر کیسے جاؤں"

بچوں کے حقوق کے کلب نے میری مدد کی

"جس عورت کے گھر میں میں کام کرتی ہوں اس کے تین جوان بیٹے ہیں لیکن چونکہ لڑکے گھر کے کام نہیں کرتے اس لیے اس کو گھر کے کام کرنے کے لیے لڑکی کی ضرورت ہے اس لیے وہ مجھے لیکر آئی تھی۔

"کبھی کبھار جب وہ عورت گھر پر نہیں ہوتی اور گھر کو بند کر کے نہیں جاتی، مجھے کچھ وقت مل جاتا ہے اور میں بچوں کے حقوق کے کلب چلی جاتی ہوں۔ اس لیے مجھے معلوم ہوا ہے کہ جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے اس کو انسانی سمگلنگ کہا جاتا ہے اور یہ سب غیر قانونی ہے اور بچوں کے حقوق کی پامالی ہے جو قانون کے مطابق جرم ہے بچوں کے حقوق کا کلب کوشش کر رہا ہے کہ میں واپس اپنی دادی کے گھر چلی جاؤں میری دادی کو تو معلوم ہی نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اس کے خیال میں تو میں سکول جاتی ہوں اور پڑھائی کر رہی ہوں میرے والدین الگ الگ ہو کر رہ رہے ہیں اور ان کے نئے خاندان ہیں اور اب تک تو مجھے بھول بھی چکے ہونگے "یہاں لڑکیوں پر ظلم وستم عام سی بات ہے لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے کہ ان کے گھروں کے کام کرنے کے لیے کوئی ہو اور لڑکے گھر کے کام نہیں کرتے ہیں۔ زمبابوے میں لڑکیوں کے حالات بہت خراب ہیں۔ گلیندا، 15 سال

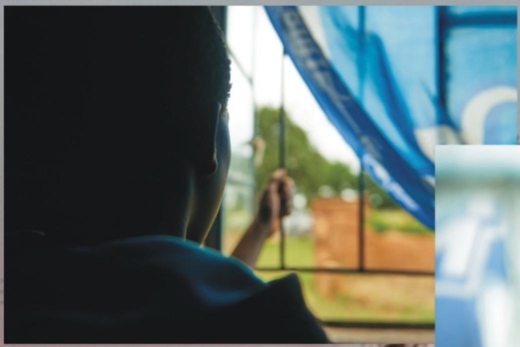

دھوکہ کیا اور جیل میں ڈال دیا گیا
جس عورت کے گھر میں گلیندا کام کرتی تھی وہ جب بھی گھر سے باہر جاتی ہے گلیندا کو گھر میں بند کر کے جاتی ہے یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے اُسے جیل میں ڈال دیا گیا ہو

پرل کی زندگی تبدیل ہوگئی

بچوں کے حقوق کے پروگرام نے پرل کو سیکھایا ہے جس کی عمر 16 سال ہے اس نے سیکھا ہے کہ تمام بچوں کا حق ہے کہ وہ سکول جائیں اور اُن کی بچپن میں شادی نہ کی جائے اس کو ہمت ملی ہے کہ وہ اپنی زندگی کی کہانی دوسروں کو بتا سکے ’’میں اپنے بیٹے کو سکھاؤں گی کہ لڑکیوں کا احترام کرے اور کبھی کسی چھوٹی عمر کی لڑکی سے شادی نہ کرے یعنی جس کی عمر 18 سال سے کم ہو‘‘

پرل شہوٹا میں رہتی ہے جو زمبابوے میں واقع ہے

’’جب میں 10 سال کی تھی تو میں اپنے دادی دادا کے ہاں آ گئی تا کہ میں سکول جانا جاری رکھ سکوں۔ میں اپنے دادی اور دادا سے بہت پیار کرتی ہوں اور مجھے سکول سے بھی بہت پیار ہے! لیکن پچھلے سال جب میں 15 سال کی ہوئی میرے لیے سب کچھ بدل گیا۔ میں سکول سے گھر واپس آ رہی تھی اور ایک آدمی جو جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھا ہوا تھا اس نے مجھے پکڑ لیا اور میرے ساتھ زیادتی کی اور بعد میں مجھے ڈرایا کہ اگر میں نے کسی سے بات کی تو وہ مجھے مار دے گا‘‘

میں حاملہ ہوگئی

’’میں نے پوری کوشش کی کہ میں کسی کو پتہ نہ چلنے دوں۔ لیکن مجھے ایسا لگنے لگا تھا کہ سب میری طرف دیکھ رہے ہیں میں پڑھائی پر توجہ نہ کر پا رہی تھی بلکہ ہر وقت میں سوچتی تھی کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے اس کے تین ماہ بعد میری دادی کو پتہ چل گیا کہ میں حاملہ ہوگئی ہوں پہلے تو میں نے کچھ نہ بتایا لیکن بعد میں میں نے سب کچھ اپنی دادی کو بتایا دیا میری دادی نے کہا کہ تم اپنا سامان باندھو اور اس مرد کے پاس چلی جاؤ جس نے تمھیں حاملہ کیا ہے۔ یہ بہت عجیب تھا کہ میں اس شخص کے پاس جاؤں جس نے میرے ساتھ اتنا بُرا کیا ہے اور اس سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ میرا خاندان چاہتا ہے کہ میں اس شخص کے پاس چلی جاؤں لیکن یہاں اگر کوئی مرد کسی لڑکی کے ساتھ زیادتی کرتا ہے تو

پرل اپنی دادی کے گھر کے سامنے اپنے بیٹے کے ساتھ بیٹھی ہے وہ کہتی ہے کہ ’’میں اپنے بیٹے کو سکھاؤں گی کہ لڑکیوں اور لڑکوں کی اہمیت برابر ہے اس لیے لڑکیوں کی عزت کرنا چاہیے‘‘ پرل نے یہ بات بڑے افسردہ لہجے میں کہی

ایک دن پرل سکول سے واپس آرہی تھی۔ اُس کی زندگی ہمیشہ کے لیے بدل گئی

میں اپنے بیٹے کو سکھاؤں گی کہ لڑکیوں کے حقوق کا احترام کرے۔ اور اس کو بتاؤں کہ لڑکیوں اور لڑکوں کی حقوق یکساں ہیں

میں نے کہا کہ ہاں کئی خاندانوں میں یہ ہوتا ہے لیکن میری منت ہے کہ آپ مجھے دوبارہ واپس اس گھر میں آنے دیں۔ آخر کار وہ میری بات مان گئے''

ایسا لگتا ہے کہ میری زندگی اب ختم ہوگئی ہے۔ کیونکہ اب میں سکول نہیں جاسکتی یہاں لڑکیاں اپنے بچوں کو ساتھ لیکر سکول نہیں جاسکتی ہیں۔ اس بات سے مجھے بڑی تکلیف ہوئی۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ غلط ہے کیونکہ میں نے بچوں کے حقوق کے کلب سے یہ سیکھا ہے کہ سکول جانا ہر بچے کا حق ہے اور بچپن کی شادی ایک غیر قانونی کام ہے لڑکیوں کو شادی کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جانا چاہیے چھوٹی عمر میں لڑکیوں کو بیوی نہیں بلکہ سکول میں طالب علم ہونا چاہیے تا کہ لڑکیوں کا مستقبل بہتر ہو۔ میرا خواب ہے کہ میں درجن بنوں اور لوگوں کے کپڑے سلائی کر کے پیسے کماؤں تا کہ میں اپنے بچے کی پرورش کر سکوں میں اپنے بیٹے کو سکھاؤں گی کہ کبھی بھی کسی لڑکی سے شادی نہ کرے اگر اُس کی عمر چھوٹی ہو بچپن کی شادی لڑکیوں کے لیے نقصان دہ ہے۔

زبردستی میرا اسکول چھڑوایا گیا'' جب میں گھر واپس آئی تو میں نے اپنے دادی اور دادا سے کہا کہ اس نے مجھے بہت مارا ہے تو وہ بولے: تمھیں معلوم نہیں کہ اکثر مرد اپنی بیویوں کو مارتے ہیں۔

لڑکی کو اس کی بیوی سمجھا جاتا ہے۔ مجھے زبردستی اس کے پاس بھیج دیا گیا''

''اُس آدمی کی دادی نے کہا کہ میں دروازے کے اندر کیوں آئی ہوں تو میں نے اس کو ساری بات بتائی، پہلے تو اُسے میری بات پر یقین نہ آیا۔ لیکن جب میں نے بتایا کہ میرے والدین نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے کہ اب میں اس آدمی کے پاس رہوں جس کے بچے کی میں ماں بننے والی ہوں ۔ پہلے تو اُس کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے اپنی دادی سے جھگڑنا شروع کر دیا کہ اس نے مجھے اندر کیوں آنے دیا۔ اور پھر اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا اور گالیاں دیتے ہوئے باہر چلا گیا۔ اس کی دادی رحمدل تھی اور اس نے رات کو مجھے اپنے گھر رہنے دیا اس آدمی نے مجھے مارنا اور گالیاں دینا جاری رکھا اور کہتا رہا کہ مجھے واپس اپنے گھر چلے جانا چاہیے۔ مجھ پر دباؤ ڈالا گیا اور میں کچھ دن اس کی ماں دادی کے گھر میں چھپ کر رہی کچھ ہفتے گزر گئے لیکن اب مجھے کچھ تو کرنا ہی تھا کہ میں اپنی زندگی بچا سکوں

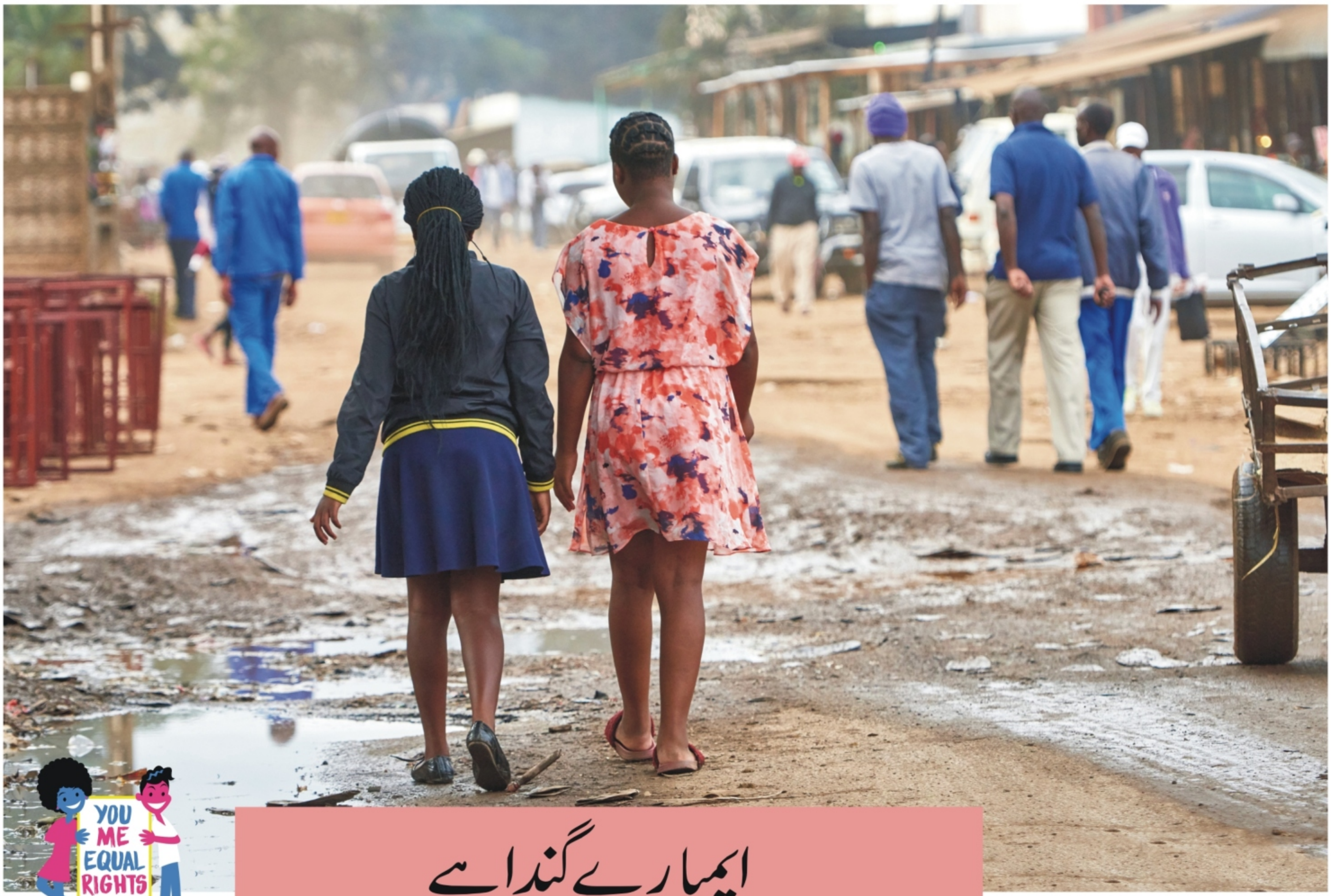

ایمبارے گندا ہے

پرل کہتی ہے کہ "مجھے سکول جانے سے پیار ہے لیکن اب میں سکول نہیں جاسکتی"

"ایمبارے ہر لحاظ سے بہت گندا علاقہ ہے۔ یہاں ہر طرف کچرا پڑا ہے اور یہ غریب علاقہ ہے اور یہاں مسائل ہی مسائل ہیں۔ یہاں لڑکیوں کے حالات تو بہت ہی خراب ہیں۔ جیسا کہ میرے ساتھ ہر طرف سے ظلم ہوا ہے۔ مجھے ذلیل کیا گیا مجھے بے عزت کر دیا گیا اور مجھے اُس شخص کے ساتھ رہنے کے لیے کہا گیا جس کی وجہ سے میری زندگی عذاب بنی تھی یہ گلیند اکہتی ہے جس کی عمر 16 سال ہے اب وہ بچوں کے حقوق کی سفیر بھی ہے اور کچرے سے پاک نسل کی مہم کی ممبر بھی ہے۔

"میری ماں اور باپ میرے بچپن میں ہی فوت ہو گئے اس وقت میں سکول میں پہلی جماعت میں تھی۔ اس بات کو بہت عرصہ گزر چکا ہے لیکن مجھے یاد ہے کہ جب میرے ماں اور باپ زندہ تھے میں بہت خوش تھی اور زندگی گزار رہی تھی۔ میرا باپ گاڑیوں کی مرمت کا کام کرتا تھا اور میری ماں ایمبارے شہر میں بازار میں سبزیاں بیچا کرتی تھی، میری ماں کو ذیبطیس کی بیماری تھی اور ہسپتال علاج کے لیے گئی اور پھر وہ کبھی واپس گھر نہ آئی اس کے صرف دو ہفتے بعد میرا باپ بھی مر گیا۔

مجھے سکول جانا بہت پسند تھا اور میں یونیورسٹی میں پڑھائی مکمل کر کے سماجی کارکن بننا چاہتی تھی ہمارا شہر بہت غریب ہے اور یہاں بہت سے مسائل ہیں اور یہاں عورتوں اور لڑکیوں کی زندگی بہت مشکل ہے میں اس کے لیے کچھ کرنا چاہتی تھی۔

لیکن میری دادی زندہ تھی اس لیے میں بالکل بے آسرا نہ تھی میری دادی نے میری پرورش شروع کر دی اس کے پاس بہت زیادہ پیسے تو نہ تھے لیکن وہ سبزیاں بیچ کر گزارا چلاتی تھی اس کے اپنے پانچ بچے تھے اور پھر میں اور میرے دو بھائی بھی اس کے خاندان کا حصہ بن گئے وہ ہم سب کو سکول بھیجا کرتی تھی"

مجھے سکول جانا بہت پسند تھا اور میں یونیورسٹی میں پڑھائی مکمل کر کے سماجی کارکن بننا چاہتی تھی۔ ہمارا شہر بہت غریب ہے اور یہاں بہت سے مسائل ہیں اور یہاں عورتوں اور لڑکیوں کی زندگی بہت مشکل ہے میں اس کے لیے کچھ کرنا چاہتی تھی۔

مجھے سکول سے بہت پیار تھا

"مجھے سکول سے بہت پیار تھا اور مجھے یونیورسٹی جانے کا بہت شوق تھا۔

اور میں بڑی ہو کر سماجی کارکن بننا چاہتی تھی

ایمبارے ایک غریب شہر ہے اور یہاں ہر طرف مسئلے ہی ہیں اور لڑکیوں تو بہت ہی بُرے حالات میں زندگی گزار رہی ہیں۔ بہت ساری لڑکیوں کو مجبوری سے شراب خانوں میں کام کرنا پڑتا ہے حالانکہ اُن کو اس عمر میں سکول جانا چاہیے۔ میں ان مسائل کو حل کرنے کے لیے کچھ کرنا چاہتی تھی لیکن جب میری عمر 14 سال ہوئی تو سب کچھ بدل گیا میری دادی کے پاس پیسے نہ تھے اور مجھے اور میرے چھوٹے بھائیوں کو پیسے کمانے کے لیے

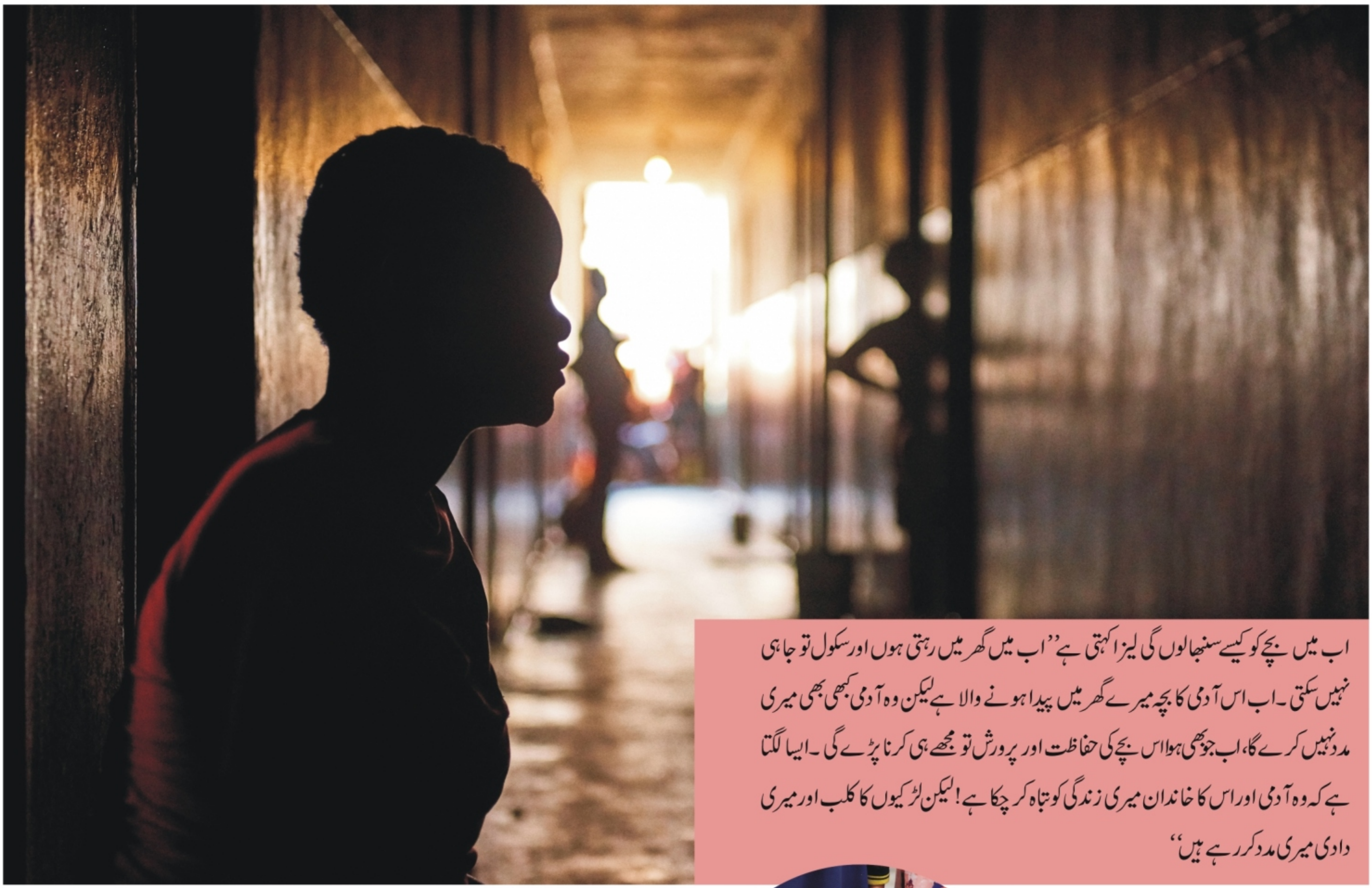

اب میں بچے کو کیسے سنبھالوں گی لیزا کہتی ہے ''اب میں گھر میں رہتی ہوں اور سکول تو جا ہی نہیں سکتی ۔ اب اس آدمی کا بچہ میرے گھر میں پیدا ہونے والا ہے لیکن وہ آدمی کبھی بھی میری مدد نہیں کرے گا، اب جو بھی ہو ااس بچے کی حفاظت اور پرورش تو مجھے ہی کرنا پڑے گی ۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ آدمی اور اس کا خاندان میری زندگی کو تباہ کر چکا ہے ! لیکن لڑکیوں کا کلب اور میری دادی میری مدد کر رہے ہیں''

نئے اچھے دوستوں کیساتھ

''اب میں امدادی کیمپ میں ہوں اور یہاں سب ایک دوسرے کے مسائل کو سمجھتے ہیں کیونکہ سارے لوگ ایسے ہی مسائل سے گزرے ہیں ہم ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ۔ لہذا کہتی ہے کہ اس گروپ کی لڑکیاں میری نئی دوست ہیں ۔

اورانہوں نے کہا کہ میں ان کے گھر سے فوراً نکل جاؤں ان مجھے احساس ہوا کہ میرے ساتھ کیا ہو گیا ہے ۔ میں نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی مگر کوئی میری بات سننے کو تیار نہیں تھا انہوں نے مجھے دھکے نار کر گھر سے بار نکالا اور دروازہ بند کر لیا''

بچپن کی شادی

''میں اس آدمی کے گھر واپس گئی تو اس کی خالہ نے دروازہ کھولا ۔ جب میں نے اس کو بتایا کہ میرے خاندان نے کیا کیا ہے تو اس
نے کہا کہ تم یہاں رہ سکتی ہو لیکن اس کے لیے تمھیں بار میں کام کرنا پڑے گا اور اس آدمی کے ساتھ ایسے ہی رہنا پڑے گا جیسے کہ تمہاری اس سے شادی ہوئی ہے میرے پاس کوئی اور چارہ نہ تھا اس لیے میں نے کہا ٹھیک ہے ہمارے معاشرے میں اسی طرح ہوتا ہے کیونکہ جیسے میں اس آدمی کے ساتھ رات گزاری اس کے بعد مجھے اس کے ساتھ ایسے ہی رہنا پڑے گا ۔ اور اب میرے پاس تو رہنے کے لیے کوئی اور جگہ بھی نہیں تھی ۔ میری عمر صرف 15 سال تھی اور مجھے ہر وقت کام کرنا پڑتا تھا ۔ میں سارا سارا دن اور رات بار میں لوگوں کو شراب دیتی رہتی تھی اور مجھے کوئی تنخواہ بھی نہ ملتی تھی ۔ میں ایک غلام کی طرح تھی اور کچھ مہینوں بعد میں پھر حاملہ ہو گئی بار میں آدمی میرے ساتھ وقت گزارتے اور میرے ساتھ عجیب عجیب حرکتیں کرتے اور چلے جاتے ۔ مجھے س زندگی سے نفرت ہونے لگی تھی''

میں بچ گئی

''تقریباً چار مہینوں بعد میری دادی کو پتہ چلا کہ میں کن حالات سے گزر رہی ہوں اور کتنی مشکل زندگی گزار رہی ہوں، یہ کہ میں ایک بار میں کام کرتی ہوں اور وہاں غلامی کی زندگی گزار رہی ہوں اور میرا خاوند میری بالکل پرواہ نہیں کرتا ہے

کچھ منٹوں کے بعد میں تو نشہ میں دھت ہو گئی اور ہوش کھو بیٹھی ، اس کے بعد صرف یہ یاد ہے کہ میں اس آدمی کے بیڈ پر ننگی پڑی تھی اور میرے سارے جسم میں درد ہو رہا تھا میرے کپڑوں کو خون لگا ہوا تھا اور میں چیخ رہی تھی میرے چیخنے سے وہ غصے ہوا اور مجھے گھر جانے کے لیے کہا مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا ہوا ہے میں خوف زدہ ہو گئی اور جو اس نے کہا میں نے کر دیا''

مجھے گھر سے نکال دیا

''جب میں گھر گئی تو میری دادی اور دادا بہت غصے میں تھے ۔ ان کو یہ بات بہت بُری لگی کہ میں کسی مرد کے ساتھ رات گزار کر آئی ہوں اور کسی ہمسائے نے بھی اُن کو بتا دیا تھا کہ ہم کچھ مردوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ان کو لگا کہ میں ساری رات کسی مرد کے ساتھ عیش کرتی رہی ہوں میرے دادا نے کہا کہ اب وہ میری اور میرے بچے کی پرورش نہیں کریں گے

سکول چھوڑنا پڑا ۔ مجھے بڑا صدمہ ہوا کیونکہ میں تعلیم حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن اب میرا سماجی کارکن بننے کا خواب ٹوٹ گیا اب میں گھر کے سارے کام کرتی تھی کھانا پکانا صفائی کرنا ، برتن دھونا اور پانی بھر کر لانا سارے کام مجھے کرنا پڑتے تھے میں اب اپنی دوستوں سے بھی نہ مل پاتی تھی اور میں خود کو بہت تنہا محسوس کرتی تھی''

نئے سال کی رات

''یہ نئے سال کی رات تھی ۔ میں اپنی دوست کے پاس اس سے ملنے گئی تا کہ ہم نئے سال کی رات کو اکٹھے گزاریں ۔ جب ہم دونوں دوکان سے جوس اور نمکو وغیرہ خریدنے گئے تو جب ہم بازار سے گزر رہے تھے تو ایک آدمی وہاں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جس کو ہم پہلے بھی مل چکے تھے اور جس کا رویہ بڑا دوستانہ تھا اس نے ہمیں کہا کہ بیٹھیں اور جوس پینے کو کہا ہم اس کے پاس بیٹھ گئے بہت اچھا لگ رہا تھا لیکن ہمیں علم نہ تھا کہ اُس نے جوس میں کوئی نشہ ملایا ہوا تھا

وہ بڑے غصے والی تھی وہ باہر آئی اور آ کر سب کی بڑی بے عزتی کی اور کہا کہ اب وہ مجھے واپس لے کر جائے گی اُس دن میری دادی نے میری زندگی بچائی اور اس کے لیے میں اس کی بڑی شکر گزار ہوں جب میں واپس گھر آئی تو میں نے شامواری یموانا سیکانا تنظیم سے رابطہ کیا یہ تنظیم اُن لڑکیوں کی مدد کرتی ہے جو بُرے حالات میں پھنسی ہوں اب میں اس تنظیم کے ایک گروپ کے ساتھ رہ رہی ہوں یہ ایسی لڑکیوں کا گروپ ہے جن کو بچپن کی شادی سے بچا لیا گیا تھا۔ ہم WCP کے پروگرام کے ساتھ کام کرتے ہیں اور ہم لڑکیوں کے حقوق اور حقوق کے تحفظ کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں۔ میں نے گلوب کا مطالعہ کیا ہے اور مجھے پتہ چلا ہے کہ شادی اور لڑکیوں پر تشدد وغیرہ سب لڑکیوں کے حقوق کی پامالی ہے جو کہ جرم ہے مجھ اس پر بہت دکھ ہے اور ہم نے اس آدمی کے خلاف پولیس کو رپورٹ دے دی ہے اب وہ آدمی کہیں بھاگ گیا ہے وہ پولیس سے ڈر کر بھاگا ہے۔ لیکن پولیس اسے پکڑ لے گی، اب میری خالہ کو بھی پولیس پکڑے گی کیونکہ وہ بھی میرے اوپر ظلم کرتی رہی ہے۔

مستقبل کے خواب

''امدادی گروپ میں ہم ہنر بھی سیکھتے ہیں تا کہ ہم پیسہ کمانے کے قابل ہو جائیں اور خود کو اور اپنے بچوں کو پال سکیں ہم کئی چیزیں سیکھ رہے ہیں جیسا کہ جیولری بنانا، اور چیزوں کو دوبارہ استعمال کے قابل بنانا وغیرہ

یہ سب بہت اچھا ہے لیکن میرا سماجی کارکن بننے کا خواب اب بھی زندہ ہے۔ اور اب میری اپنی زندگی تجربات کی وجہ سے میں جانتی ہوں کہ لڑکیوں کے حقوق کے لیے مجھے کیا کرنا ہے اب مجھے پتہ نہیں کہ ایسا ہو پائے گا یا نہیں کیونکہ میری زندگی تو خود بڑے طوفانوں سے گزری ہے۔ لیکن میرا خواب اب بھی زندہ ہے کہ میں سماجی کارکن بن کر لڑکیوں کے حقوق کی حفاظت کروں۔ اب میں بچوں کے حقوق کے پروگرام میں بچوں کے حقوق کی سفیر ہوں اور بچوں کے حقوق کے لیے بڑی محنت کر رہی ہوں۔ میں کچرے سے پاک نسل کے لیے بھی کام کر رہی ہوں مجھے یہ پروگرام بہت پسند ہے میں نے سیکھا ہے کہ صاف ستھرا ماحول بھی بچوں کا حق ہے اور ہمیں مل جل کر کام کر کے ماحول کو کچرے سے پاک کرنا ہے۔

میرا خواب ہے کہ ہماری دُنیا کچرے سے پاک ہو اور ہو سکتا ہے کہ آنے والے وقت میں ایمبارے میں بھی کچرے سے پاک نسل کی مہم چلے اور یہاں سے کچرا ختم ہو جائے

دوبارہ استعمال ہونے والے سینٹری پیڈ

ساتسی جو کہ شامواری یموانا سیکانا میں لیزا کی استاد ہے وہ امدادی گروپ کو سینٹری پیڈ بنانے کا طریقہ سکھا رہی ہے۔ خیال یہ ہے کہ یہ لڑکیاں سینٹری پیڈ بنا کر بیچ سکیں تا کہ وہ خود اور اپنے بچوں کے لیے پیسے کما سکیں

NO LITTER day
16 MAY
MAI MAIO MAYO
جيلٌ بلا مُهمَلات
JIIL QASHIN LA'AAN AH
स्वच्छ पीढ़ी
کچرے سے پاک نسل
SKRÄPFRI GENERATION
NO LITTER GENERATION
NO LITTER generation
نسل بدون زباله
GÉNÉRATION SANS DÉCHETS
GENERACIÓN SIN RESIDUOS
نسل بدون كثافات
GERAÇÃO SEM SUJEIRA
फोहोर नफाल्ने दिन
WITH SUPPORT FROM
SVENSKA POSTKOD LOTTERIET
KEEP SWEDEN TIDY
THE WORLD'S CHILDREN'S PRIZE FOR THE RIGHTS OF THE CHILD
WITH SUPPORT FROM
UNITED POSTCODE LOTTERIES

کچرے سے پاک نسل

بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کی فاؤنڈیشن اور صفائی کو صاف رکھنے کے درمیان اشتراک

پوری دنیا میں مشکل سے کوئی ایسی جگہ ہوگی جو کچرے سے بچی ہوئی ہو، زمین پر، جھیلوں میں اور سمندروں میں کچرا ہوتا ہے۔ اگر ہم نے اس کے متعلق کچھ نہ کیا تو، ہمارے سمندر **2050** تک مچھلیوں کے بجائے پلاسٹک اور کچرے سے بھر جائیں گے! لیکن آپ اور دوسرے بچے اور پوری دنیا سے جوان لوگ تبدیلی لا سکتے ہیں اور کچرے سے پاک نسل بنا سکتے ہیں۔

16 مئی کے دن، کچرے سے پاک دن میں شامل ہوکر اپنی گلیوں، ہمسائیوں اور گاؤں سے کچرا اٹھائیں۔ پھر واپس ہم کو رپورٹ دیں اور بتائیں کے آپ نے اور آپ کے سکول نے کتنے وزن میں کچرا اکٹھا کیا ہے۔ اپنی رپورٹ اس ویب سائٹ پر بھیجیں

worldschildrenprize.org/nolitter

کچرا ایسا ہے کہ جو زمین، جھیلوں اور سمندروں جا کر ختم ہوتا ہے، اور اس ہر گز طور پر ان جگہوں پر نہیں ہونا چاہئے۔ یہ گلاس، بوتل، پلاسٹک بیگز، ٹن، سگریٹ اور مٹھائیوں کے لفافے وغیرہ۔ لوگ اور جانور دونوں اس کچرے کی وجہ سے زخمی ہو سکتے ہیں۔ کچھ کچرے میں خطرناک قسم کے ذرات ہوتے ہیں جو کہ ماحول میں شامل نہیں ہونے چاہئیں۔

مختلف ممالک کے مختلف چیلنجز

بہت سے ممالک کچرا اٹھانے اور اس کو الگ کرنے کے سسٹم میں پیچھے ہیں۔ ان میں سے بہت سے کچرے کو گلی میں پھینک دیتے ہیں۔ اور وہاں پر کوئی ایسا سسٹم نہیں جس سے اس کو دوبارہ قابل استعمال میں لایا جا سکے۔ اگر ہم اس بات کی کوشش نہیں کریں گے جو چیزیں ہم پھینکتے ہیں اس کو ہم استعمال میں لا سکتے ہیں، ہم ان کو پھینک کر زمین کے وسائل کو ضائع کر رہے ہیں، کیونکہ ان میں سے بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کو ہم کئی مرتبہ استعمال کر سکتے ہیں۔

جب ہم بچا ہوا گند اور کچرا بغیر کسی کنٹرول کے باہر پھینک دیتے ہیں، تو یہ صحت کو نقصان پہنچانے کا باعث بنتا ہے۔ مثال کے طور پر انسانی فضلہ اور استعمال شدہ سرنج سے لوگوں میں بیماریاں پھیلتی ہیں۔ اس بچے ہوئے گند میں بہت ہی خطرناک کیمکل بھی ہوتے ہیں۔ بہت سارا کچرا جو کہ گلیوں اور کھلی گندگی میں ہوتا ہے، ان کو آخر میں جھیلوں یا سمندروں میں پھینک دیا جاتا ہے۔

دوسرے ممالک میں اس کچرے کو دوبارہ استعمال میں لانے کے اچھے سسٹم ہیں۔ لیکن ان کو دوسرے چیلنجز کا سامنا ہے جیسا کہ، لوگ اس سسٹم کو نہیں سمجھتے اور غیر ضروری چیزیں خریدتے ہیں، جس سے زیادہ ویسٹ اور کچرا پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح مختلف ممالک مختلف قسم کے چیلنجز کا سامنا کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر انڈیا

انڈیا کے بہت سے حصوں میں ویسٹ سنبھالنے کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے، لیکن تامل ناڈو کے **11** اضلاع میں اب انہوں نے بہت اچھا سسٹم متعارف کروایا ہے۔ ان اضلاع کے رہنے والے ویسٹ کو الگ الگ **3** کنٹرینرز میں ڈالتے ہیں۔

کھانے سے بچا ہوا گند ہری باسکٹ میں۔ یہ ڈبے سے لیا جاتا ہے، جو مٹی کی طرح ہوتا ہے اور اس سے بائیو گیس بنتی ہے۔

2 کروڑ 50 لاکھ ہاتھیوں جتنا پلاسٹک ہمارے جزیرے پر ہے

اس وقت تقریباً دنیا کے جزیرے پر ڈیڑھ ارب ٹن پلاسٹک پہلے سے ہی موجود ہے۔ اس کا وزن تقریباً 2 کروڑ 50 لاکھ ہاتھیوں کے برابر ہے۔ اگر ان سب ہاتھیوں کو ان کی سونڈ سمیت ایک لائن میں کھڑا کر دیا جائے تو وہ لائن 200,000 کلومیٹر لمبی ہوگی۔ اس لائن کی لمبائی دنیا کے 5 چکر لگانے کے برابر ہوگی۔

یہ مواد کو دوبارہ بنا کر استعمال میں لایا جاسکتا ہے، ان میں سے کچھ پلاسٹک بوتل اور کاغذ ہے، ان کو سفید بیگ میں رکھا جاتا ہے۔ جو مواد الگ کر لیا جاتا ہے، اس کو بیچ کر دوبارہ مختلف جگہوں پر استعمال میں لایا جاتا ہے۔ ایسا کچھ جن کو دوبارہ استعمال میں نہیں لایا جاسکتا اس کچرے کو کالے بیگ میں ڈالا جاتا ہے۔ اس کچرے کو اکٹھا کر کے، ایک کھلے میدان میں لے جا کر اچھے طریقے سے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔

تامل ناڈو میں لوگ کوشش کرتے ہیں کہ پہلی باسکٹ میں کم سے کم کچرا ہو۔ مثال کے طور پر، لٹل فلاور سکول نے پورے سکول میں پلاسٹک کے استعمال پر پابندی لگائی ہوئی ہے، کوئی بھی جب سکول میں آتا ہے تو اس کو یاد دلایا جاتا ہے کہ یہاں پلاسٹک استعمال کرنے پر پابندی ہے۔

مثال کے طور پر سویڈن

سویڈن کے پاس ویسٹ کو دوبارہ قابل استعمال کرنے کا سسٹم موجود ہے۔ پرانے اخبارات کو اکٹھا کر کے دوبارہ نئے اخبار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ دھاتی کین اور شیشے کی بوتلوں کو پگھلا کر اس کو دوبارہ نئی بوتلیں اور کین بنانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کچھ پلاسٹک کو بھی نیا پلاسٹک بنانے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

ایسا کچھ جو دوبارہ استعمال میں نہیں لایا جاسکتا ان کو ضائع کرنے کی علیحدہ سہولت ہوتی ہے، جہاں پر اس کو خارج کرنے کیلئے گرمی کا استعمال کیا جاتا ہے، بہت سے گھروں کو گرم پانی سے صاف کیا جاتا ہے۔ اور ایسا ویسٹ جس کو دوبارہ استعمال میں نہیں لایا جاسکتا اس کو جگہ پر پھینکا جاتا ہے جہاں پر کم سے کم ماحولیاتی آلودگی ہو۔

لیکن سویڈن میں بہت سے لوگ اپنا کچرا اکٹھا کرنے میں شرم محسوس نہیں کرتے ہیں، اور اس کو اچھی طرح الگ نہیں کرتے۔ ایسا مواد جس کو دوبارہ استعمال میں لایا جاسکتا ہے اس کو عارضی گندگی میں رکھا جاتا ہے، اور اس کچرے کی بڑی تعداد کو گراؤنڈ میں پھینک دیا جاتا ہے۔ سویڈن میں کچرا بہت مقدار میں اکٹھا ہوتا ہے کیونکہ یہاں پر لوگ ایسی چیزیں خریدتے ہیں جو صرف ایک بار ہی استعمال میں آتی ہیں۔ اس چیز کو بدلنے کیلئے، ہمیں اپنے رویے کو بدلنا پڑے گا۔

کچرے کی پیسوں میں قیمت

یہ بہت مشکل ہے کہ پتا چل سکے کہ پوری دنیا سے جو کچرا اکٹھا ہوتا ہے اس کی کیا قیمت ہوگی۔ بہت سے ممالک صفائی اور کچرا اٹھانے کیلئے بہت سے وسائل کا استعمال کرتے ہیں۔ کچرے کا مطلب ہے کہ جو ٹورسٹ اس علاقہ میں آتے ہیں وہ نہ آئیں، جس سے ملک میں پیسہ کم آئے گا۔ زیادہ کچرا جو کہ زمین پر ختم ہوگا اور ہمارے دریاؤں میں، اس سے قیمت کا اندازہ لگانے میں زیادہ نتائج سامنے آئیں گے۔ شروع سے ہی یہ بہت آسان حل ہے کچرے سے نمٹنے کیلئے۔ بہت سارا کچرے کا اختتام اس پر ہوتا ہے کہ اس کو دوبارہ استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔

کچرا جانوروں کیلئے نقصان دہ ہوسکتا ہے

بہت سے جانور کچرے کی وجہ سے زخمی ہوجاتے ہیں۔ وہ اس کی وجہ سے اپنے آپ کو زخمی کر سکتے ہیں، اس میں پھنس سکتے ہیں یا اس کو کھا کر ختم کر سکتے ہیں۔ جو جانور پلاسٹک کین کھاتے ہیں اس سے وہ مرجاتے ہیں یا آہستہ آہستہ بہت کمزور ہو جاتے ہیں کیونکہ ا کے معدے میں کھانے کے بجائے صرف پلاسٹک ہی رہ جاتا ہے۔ بڑے اور چھوٹے دونوں جانور کچرے کی وجہ سے زخمی ہو سکتے ہیں، مثال کے طور پر، وہیل، کچھوے، مچھلی، پرندے اور گائے وغیرہ۔

مچھلیوں سے زیادہ پلاسٹک ہے

بہت سارا پلاسٹک سے بنا کچرا سمندر میں آ کر گرتا ہے۔ یہ ہواؤں، دریاؤں اور بارش کے پانی میں بہت لمبا سفر طے کر کے سمندر میں گرتا ہے۔ اگر ہم اس کے متعلق کوئی اقدام نہیں کریں گے تو 2050 تک سمندر میں مچھلیوں سے زیادہ پلاسٹک ہوگا۔

ایک وہیل مچھلی کے پیٹ میں 30 پلاسٹک کے بیگ ہوتے ہیں

* ہمارے سمندروں میں ہر سال تقریباً 80 لاکھ پلاسٹک کا کچرا پھینکا جاتا ہے۔
* اس پلاسٹک کی وجہ سے 600 سے زائد سمندر اور اس کے گرد

4500 بلین سگریٹ کے ٹکڑے زمین پر ہیں جس کا مطلب ہے کہا گر ان کو ایک لائن میں جوڑا جائے تو 117 مرتبہ زمین سے چاند تک کا سفر کیا جا سکتا ہے۔

پوری دنیا میں تقریباً 4500 بلین سگریٹ کے ٹکڑے ہر سال اکٹھے کیئے جاتے ہیں! اگر آپ ان سب ٹکڑوں کو لائن میں جوڑیں تو یہ لائن تقریباً 9 کروڑ کلومیٹر لمبی بنتی ہے۔ یہ لائن اتنی دور تک بنتی ہے کہ جیسے زمین سے چاند تک 117 مرتبہ چکر لگایا جا سکتا ہے۔ ان سگریٹ کے ٹکڑوں کو بالکل چھوٹا ہونے کیلیئے بھی 3 سال کا عرصہ لگ جاتا ہے کہ یہ نظر نہ آئیں۔ لیکن یہ چھوٹے ٹکڑے بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

پلاسٹک جلدی ختم نہیں ہوتا

پلاسٹک کا خاتمہ گراؤنڈ پر یا تو سمندر میں چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے ساتھ بہت آرام سے ہوتا ہے۔ اس عمل کو ہزاروں سال لگ جاتے ہیں۔ حتی کہ چھوٹے سے پلاسٹک کے ٹکڑے بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ پلاسٹک کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جانور کھا سکتے ہیں۔ جب یہ جاندار اور پھر بہت تعداد میں ان جانوروں کو کھانا، پلاسٹک ایک فوڈ چین کی طرح ساتھ رہتا ہے۔ آخر میں، جو پلاسٹک ایک مچھلی نے کھایا ہوا ہوتا ہے وہ مچھلی آپ اپنے کھانے میں کھاتے ہیں۔ ریسرچ کرنے والے اس بات کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جو پلاسٹک ہم اور جانور کھاتے ہیں وہ ہمیں کس حد تک نقصان پہنچا سکتا ہے۔

تبدیلی کیلیئے کام کرنا

بہت سے بچے اور جوان پوری دنیا سے کچرے کو کم کرنے کی مہم چلا رہے ہیں۔

بہت سے ممالک میں پلاسٹک کے استعمال پر پابندی لگائی جا رہی یا اس کی قیمت اتنی زیادہ کر دی ہے کہ اس کا استعمال کم ہو سکے کیونکہ یہ نقصان دہ ہے۔

افریقہ کا پہلا ملک ریوانڈا ہے جس نے سب سے پہلے پلاسٹک کے استعمال پر پابندی لگائی ہے۔

بہت سے ممالک اس کام کو ٹھیک کرنے کیلیئے بہت سے آسان کام کر رہے ہیں، مثال کے طور پر ایسے باسکٹ کا استعمال جو ڈھکا ہوا ہو اس میں گندگی پھینکتے ہیں، اس طرح گندگی باہر نہیں پھیلتی، اور اس دوبارہ استعمال میں لانے کیلیئے مدد ملتی ہے۔

جو کمپنیاں پلاسٹک کی پیکنگ بناتی ہیں، ان کو کہا جاتا ہے کہ چھوٹی پیکنگ بنائی جائے جس کا خاتمہ کچرے پر نہ ہو۔

بہت سے ممالک میں سالانہ کچرا اٹھانے کی مہم چلائی جاتی ہے، جیسا کہ کچرے سے پاک دن، جب بچے اور بڑے دونوں مل کر کچرا اٹھاتے ہیں تو ان کو کچرے کے حوالے سے سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔

بہت سے ممالک مل کر کچرے کو ختم کرنے کے حوالے مسائل ختم کرنے کا کام کرتے ہیں۔ 2015 میں اقوام متحدہ میں شامل تمام ممالک نے 17 عالمی اہداف معاشی طور پر، سماجی طور پر اور ماحولیاتی مستحکم ترقی کیلیئے مقرر کیئے تھے۔ یہ تمام اہداف 2030 تک مکمل ہونے ہیں، اور یہ سب اس وقت ہی ممکن ہے جب سب اپنی جگہ تھوڑا حصہ ڈالیں گے۔ دوبارہ قابل استعمال میں لانا، ویسٹ کے ساتھ نمٹنا اور کچرا نہ پھینک کر ہم ان اہداف کو پورا کر سکتے ہیں۔

کچرے سے پاک دن

16 مئی کے دن، یا اس ہفتے میں اور کوئی بھی دن، مختلف ممالک سے بچے اکٹھے ہو کر اپنے سکول اور جہاں وہ رہتے ہیں اور گاؤں سے کچرا اکٹھا کرتے ہیں۔ یہ بچے کچرے سے پاک نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ایک اچھی دنیا کے لئے چیزوں کو بدل رہے ہیں، اور اس دن خاص طور پر دنیا میں صفائی اور صحت کیلیئے ہے۔ وہ اس کچرے کو الگ الگ کر کے وزن کرتے ہیں جو کچرا انہوں نے کچرے سے پاک دن میں اکٹھا کیا ہوتا ہے۔ پھر وہ اس کی رپورٹ تیار کرتے ہیں جو کچرا انہوں نے اکٹھا کیا ہوتا ہے اور اس کا وزن کر کے اپنے ملک میں موجود نمائندے کو دیتے ہیں یا پھر وہ اس ویب سائٹ پر بھیج سکتے ہیں۔

www.worldschildrensprize.org/nolitter

ایکرا کے سینٹ کے مائیکل سکول میں کچرا الگ کرتے ہوئے۔
جو کہ ایکو سکول گھانا کا حصہ ہے۔

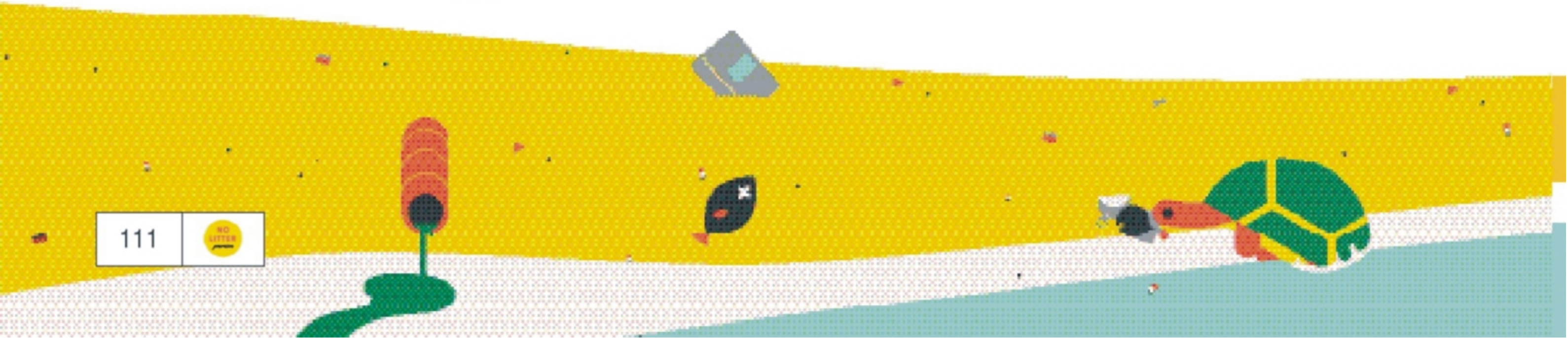

ہم اس کچرے سے کیا بنا سکتے ہیں؟

شیشے کو دوبارہ استعمال میں لا کر اس سے بوتل اور پینے کے گلاس بنائے جاسکتے ہیں، اور اس کا استعمال ایک خاص قسم کی اسفالٹ بنا کر سڑک پر ہوتا ہے۔ اخبار کی مدد سے کاغذ، ٹشو، لکھنے کا کاغذ اور انڈوں کے ڈبے بھی بنائے جاسکتے ہیں۔ دھات اور تانبے سے دھاتی تار اور عمارتوں کے لئے سامان بنایا جاسکتا ہے ، دھات، کرسیاں اور میز بھی ۔ دوبارہ استعمال شدہ لکڑی سے ڈسٹ بن، کھلونے ،موسیقی کے ساز اور فرنیچر بنائے جاسکتے ہیں۔ پلاسٹک کی بوتلوں کو پگھلا کر ان سے کمبل، چھوٹے تکیے، فلیس کے گرم کوٹ اور سونے کے والے بنائے جاسکتے ہیں۔ 10 بوتلوں سے اتنا فائبر مل سکتا ہے کہ ایک ٹی شرٹ بنائی جاسکتی ہے، اور 63 بوتلوں سے ایک فلیس کا ٹاپ تیار ہوتا ہے۔ کیا آپ کو اور مشوروں کی ضرورت ہے کہ ہم کچرے کو استعمال کر کے کیا بنا سکتے ہیں؟

کس طرح آپ اور آپ کے دوست کچرے سے پاک نسل میں شامل ہوسکتے ہیں:

1۔ کچرے سے پاک میگزین میں جو کچھ ہے اس کو پڑھیں اور آپس میں بات کریں۔
2۔ جس جگہ پر رہتے ہیں اسے کیسے کچرے سے پاک رکھنا ہے اس پر بات کریں۔
3۔ کچرے سے پاک میگزین اپنے ساتھ گھر لے کر جائیں اور اپنے گھر والوں کو، دوستوں کو اور ہمسائیوں کو اس کے بارے میں بتائیں۔ ان سے شیئر کریں جو کچھ آپ نے سیکھا اور ان سے بات کریں کہ کہ وہ کس طرح اپنی گلی اور گاؤں کو کچرے سے پاک رکھ سکتے ہیں۔
4۔ اپنے طور پر کچرے سے پاک دن کا اہتمام کریں اور کچرا اٹھائیں، اکٹھا کیا ہوا کچرا الگ الگ کر کے ان کا وزن کریں۔ بڑے احتیاط کے ساتھ اکٹھا کریں اور کچرے سے اپنے آپ کو نقصان نہ پہنچائیں اور اگر آپ کو ایسی کوئی چیز ملے جو خطرناک یا تیز ہو تو آپ کسی بڑے کی مدد لے سکتے ہیں۔
5۔ جتنا کچرا آپ نے اکٹھا کیا ہے اس کا وزن کریں اور اس کی رپورٹ بنائیں۔
6۔ اس بات کی تسلی کر لیں جو کچرا اکٹھا کیا ہے وہ سب دوبارہ استعمال میں لایا جاسکتا یا اس کو ایسی جگہ پر کر رکھیں جہاں پر محفوظ رہ سکے۔
7۔ اپنی کوششوں کا جشن منائیں!

کچرے سے متعلق اچھی اور بری بات

* ایسا کچرا جو کچھ بننے میں استعمال ہوسکتا ہے اسے یقینی طور پر دوبارہ استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ اس طرح ہماری چیزیں اور مواد دوبارہ استعمال ہوسکتا ہے اور یہ زمینی وسائل کو بچانے میں بھی مدد گار ہوسکتا ہے۔
* اگر یہ ممکن نہیں، تو کچرے کو اٹھا کر کہیں گندگی میں پھینک دینا چاہئے۔ لیکن ہمیں یہ بہت احتیاط سے کرنا چاہئے، کہ ہم ہوا اور پانی آلودہ نہ کریں۔
* کچرے کے لئے بری بات یہ ہے کہ اگر ہم اس کو گلیوں میں، دریاؤں میں یا جھیلوں میں پھینک دیں۔

ایسے کام جو آپ اور آپ کے دوست کچرے سے پاک نسل کیلئے کر سکتے ہیں

وہاں دیکھیں جہاں آپ رہتے ہیں:

* کیا آپ کے پاس ایسا نظام موجود ہے کہ آپ کچرے کو سنبھال سکتے ہیں؟
* جب کچرا اور گند اکٹھا ہوتا ہے تو اس سے کیا مسائل بنتے ہیں؟

تبدیلی کیلئے مشورہ کریں:

* کچرے پر قابو پانے کیلئے آپ کیا مشورہ دیتے ہیں؟
* آپ کے پاس کچرے کو حل کرنے کیلئے کیا مشورہ ہے؟
* جہاں آپ رہتے ہیں وہاں کچرے کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار کس کے پاس ہے؟ جو وہاں کا انچارج ہے اس ملیں اور اپنا مشورہ دیں۔
* جہاں آپ رہتے ہیں وہاں سب کو بتائیں کہ کچرا پھیلانا بری بات ہے۔ ان کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ اپنے سکول، گلی اور گاؤں سے کچرے کو ختم کریں اور ان کو طریقے بتائیں کہ وہ کیسے کر سکتے ہیں۔
* پروگرام بنائیں کہ کس طرح کچرے سے پاک نسل کچرے کو کم کرنے کا کام کر سکتی ہے کہ جب کچرے سے پاک دن نہ ہو۔
* کچرے کو دوبارہ استعمال میں لانے کیلئے نئے خیال پیش کریں۔
* اور کوشش کریں، کہ آپ خود کچرا نہ پھینکیں!

TEXTO: PIA LINGHEDE ILUSTRACIONES: LINUS NYSTRÖM FOTO: HÅLL SVERIGE RENT

کچرے سے پاک نسل پر فلم دیکھیے
worldschildrensprize.org/nolitter

FOTO:ALI HAIDER

پاکستامیں بھٹے پر بچے جوکہ کچرے سے پاک نسل کا حصہ ہیں اور وہ یہ اردو میں لکھ کر بتا رہے ہیں

کچرا ہر ایک کی ذمہ داری ہے

زیادہ تر انسانی تاریخ کو دیکھا جائے تو، کچرا کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں رہا۔ اس میں زیادہ تر نباتاتی ہوتا تھا، کھانا اور کچن میں استعمال ہونے والی چیزیں، جوکہ واپس زمین میں ہی حل ہوجاتی تھیں۔

یہ مسائل اس وقت بڑھنا شروع ہوئے جب شہر پھیلنا شروع ہوگئے اور ہم نے پلاسٹک سے چیزیں بنانا شروع کردیں۔ یہ اس لئے بنائی گئیں کہ ان کی مدد سے کھانے کو محفوظ کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، اس نے خطے میں بہت زیادہ گند پیدا کیا، جو کہ اپنے آپ ختم نہیں ہوسکتا تھا۔

اس کے نتیجے میں، بہت سے ممالک نے اس کچرے سے نمٹنے کیلئے کچھ نظام بنائے۔ بہت سے غریب ممالک نے دوسری چیزوں میں پیسہ لگایا۔ اضافی طور پر، بہت سے امیر ممالک، بعض اوقات غیر قانونی طور پر، اپنی خطرناک قسم کی گندگی کو غریب ممالک کی طرف بھیج دیتے ہیں۔ جس میں کاروں کے ٹائر جوکہ ربڑ کے بنے ہوتے ہیں اور الیکٹرک کی گندگی جو کہ موبائل اور کمپیوٹر سے بچتی ہے۔ لیکن صرف یہ ہی نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے گندگی کے پہاڑ بہت جلد بن رہے ہیں۔

زیادہ دولت، زیادہ کچرا

جیسے جیسے آپ امیر ہوتے ہیں، عمومی طور پر اگر آپ شہر میں رہتے ہیں، آپ زیادہ گندگی اور کچرا پیدا کرتے ہیں۔ امریکہ اور جاپان ایسے ممالک ہیں جو سب سے زیادہ گندگی پیدا کرتے ہیں، لیکن وہ اس کو سنبھالنے کا بھی انتظام رکھتے ہیں، اس لئے وہاں غریب ممالک کی نسبت کچرا بہت کم دکھائی دیتا ہے، جوکہ بہت کم کچرا پیدا کرتے ہیں۔ کچرے کو اکٹھا کرنے کا نظام یہاں بہت کم ہے لوگ زیادہ تر کچرا گلی میں پھینک دیتے ہیں۔ بیمار ہونا عام مسئلہ ہے۔ لیکن اس طرح صورتحال اور خراب ہوتی جارہی ہے اگر حقیقت کو نظر انداز کیا جائے کہ لاکھوں ٹن کچرے کا چوتھائی حصہ ہر روز غریب لوگ جو کچرا اٹھاتے ہیں اکٹھا کرتے ہیں۔

کچرا اٹھانے والے ضروری ہیں

پاکستان میں سدرہ تقریباً ان 1.5 کروڑ لوگوں میں سے ایک ہے جو زندہ رہنے کیلئے کچرا اٹھاتی ہے۔ وہ اور نشاء اینٹ بنانے والے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں، دونوں کچرے سے پاک نسل میں حصہ لینے کا بہت شوق ہے اس لئے وہ کچرے سے پاک دن میں حصہ لیتی ہیں۔ یہ اس ملک میں رہتی ہیں جہاں پر کچرے سے نمٹنے کیلئے کوئی نظام نہیں ہے۔ جن لوگوں کے پاس پیسہ ہے وہ گندگی پھینکتے ہیں اور جو غریب ہوتے ہیں وہ اس کو اٹھاتے ہیں، اس کو الگ کرکے فروخت کرتے ہیں اور اپنی ضرورت کی چیز لیتے ہیں۔ سدرہ کے گھر والے بہت عرصے سے کچرا اٹھا رہے ہیں اور وہ اس کو دوبارہ استعمال میں لانے کے ماہر ہیں۔ لیکن یہ بہت سخت اور خطرناک کام ہے اور اس کے پیسے بھی تھوڑے ملتے ہیں۔

کامیاب احتجاج

یہ بہت ناانصافی ہے کہ کچھ لوگ کچرا پیدا کرتے ہیں، اور دوسرے صرف اس لئے کچرا اٹھاتے ہیں کہ وہ غریب ہیں۔ چیزوں کو صاف ستھرا رکھنا اور کچرے کی احتیاط کرنا بہت ضروری کام ہے۔ بچوں کو ہرگز کام نہیں کرنا چاہئے، ان کو سکول جانا چاہے۔ انڈیا کے شہر پونا میں پوری دنیا سے کچرا اٹھانے والوں نے اب احتجاج شروع کردیا ہے ۔ اور سیاستدانوں نے حقیت میں اس کو سننا شروع کردیا ہے! انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کچرا اٹھانے والوں اور خاص طور پر کچرا اٹھانے والی عورتوں کو تنخواہ دیں گے۔ ایک عورت نے صفائی کرنے والی کمپنی کا آغاز کیا ہے اور اب ان کو تنخواہ ملتی ہے، کام کا اچھا ماحول اور حفاظتی کپڑے بھی ملتے ہیں۔ اب وہ کم گھنٹے کام کرتی ہیں اور زیادہ پیسے لیتی ہیں۔ لیکن سب سے اچھی بات یہ کہ ان بچے اب کچرا اٹھانے کے بجائے سکول جاتے ہیں۔

ایک دوسرے کی مدد کرنا

یہ ہر ایک کی ذمہ داری ہونی چاہئے ہر جگہ اس بات کو یقینی بنائیں، خاص طور پر بچوں کیلئے، ایک صاف ستھرا اور محفوظ ماحول ہونا چاہئے۔ ہم کچرا اٹھانے میں ایک دوسرے کی مدد کرکے لوگوں تک یہ بات پہنچا سکتے ہیں کہ ماحول کو کیسے صاف رکھنا ہے۔ لیکن پوری دنیا کے راہنماؤں کو اپنا وعدہ یاد رکھنا چاہئے: کہ اقوام متحدہ کے عالمی اہداف کو 2030 سے پہلے پہلے حاصل کرنے چاہئیں اور انتہائی غربت کو ختم کرنا، غیر مساوی حقوق اور ناانصافی کے معاملے کو حل کرنا ہے۔ نشا اور سدرہ کی طرح کے بچوں کو یہ آزادی ملنی چاہئے کہ جب وہ بڑے ہوں تو جو وہ چاہتے ہیں وہی کام کرسکیں۔

نشاء اور سدرہ کچرے سے پاک نسل کا حصہ

12 سالہ نشاء، جماعت 5، BRIC سکول

جب روزانہ سہ پہر کو نشاء سکول سے واپس آتی ہے تو پھر اینٹیں بنانے کا کام کرتی ہے۔ اس کے گھر والے قرض کے بوجھ تلے دبے غلام ہیں اور نشاء اس قرض کو اتار کر ان کی مدد کرنا چاہتی ہے۔ سدرہ جب سکول نہیں جاتی تھی تو وہ کچرا اکٹھا کر کے مختلف خریداروں کو فروخت کرتی تھی۔ پاکستان میں موجود دونوں لڑکیوں نے بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کے ذریعے اپنے حقوق کے بارے میں سیکھا۔ اب وہ کچرے سے پاک نسل کا حصہ بننا چاہتی ہیں اور 16 مئی کو کچرے سے پاک دن میں کچرا اٹھا کر دوسروں کو سکھانا چاہتی ہیں کہ کچرا مت پھینکیں!

"میں روزانہ 200 اینٹیں بناتی ہوں"

"میری بہن اور ماں روز صبح 4 بجے اٹھ کر شام تک اینٹیں بناتی رہتی ہیں۔ میری ماں نے میرے والد کے علاج کیلئے بھٹہ کے مالک سے بہت قرض لیا تھا۔ اس وقت سے ہم اس کے غلاموں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔

"سکول سے واپس آ کر میں کھانا بناتی ہوں۔ اور پھر میں اپنی بہن اور ماں کیلئے کھانا لے کر جاتی ہوں۔ پھر میں ان کے ساتھ رک کر شام تک اینٹیں بناتی ہوں۔ میں روزانہ 200 اینٹیں بناتی ہوں۔

"وہاں کا مالک اور اس کا مینجر بچوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا ہے۔ وہ ہم پر چلاتے ہیں اور اکثر بری طرح مارتے بھی ہیں۔ میں بہت افسردہ ہو کر کام تیزی سے کرتی ہوں۔ میں یہ سوچتی ہوں کہ اگر میں زیادہ اینٹیں بناؤں گی تو میں جلدی اس قابل ہو جاؤں گی کے ان کا قرض ادا کر کے آزادی حاصل کر سکوں۔

"شام کے بعد پھر میں اپنے گھر کے کام کرتی ہوں۔ ہم صرف کرسمس پر ہی نئے کپڑے اور جوتے لیتے ہیں، لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہمیں سکول جانے کا موقع ملا۔ میں اپنی تعلیم پر پوری توجہ دیتی ہوں۔ میں ایک ڈاکٹر بننا چاہتی ہوں اور ہسپتال کھولنا چاہتی ہوں۔ پھر میں اپنی ماں اور بہن کیلئے کپڑے اور جوتے خریدوں گی اور پھر وہ بھٹے پر کام نہیں کریں گی۔ میں سکول کبھی بھی نہیں چھوڑوں گی، کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تعلیم کے ذریعے ہی ہم اپنی زندگی بہتر بنا سکتے ہیں۔

"میں نے سیکھا ہے کہ میرے بھی حقوق ہیں، تمام بچے اہم ہیں اور ہر ایک کو ہمارے حقوق کا احترام کرنا چاہئے۔ یہاں ہر کوئی یہی سوچتا ہے کہ لڑکے ہم لڑکیوں کی نسبت زیادہ بہتر ہیں۔ اس کو سوچ کو لازمی طور پر بدلنا چاہئے اور لڑکیوں کا احترام ہونا چاہئے۔

"مجھے یہ بہت اچھا لگا ہے کہ ہم کو بھی کچرے سے پاک نسل کا حصہ بننا چاہئے۔ کچرا ہر ایک یعنی انسان اور جانور دونوں کیلئے نقصان ہے۔ ہمیں ہر جگہ کچرا نہیں پھینکنا چاہئے اور لوگوں کو اس کے بارے میں بتانا چاہئے کہ وہ ایسا نہ کریں۔ یہ بہت اچھا ہے کہ ہم کچرے سے پاک دن میں پوری دنیا کے بچوں کے ساتھ حصہ لے رہے ہیں۔"

"تعلیم واحد ذریعہ جس سے آپ اپنی زندگی بہتر بنا سکتے ہیں"

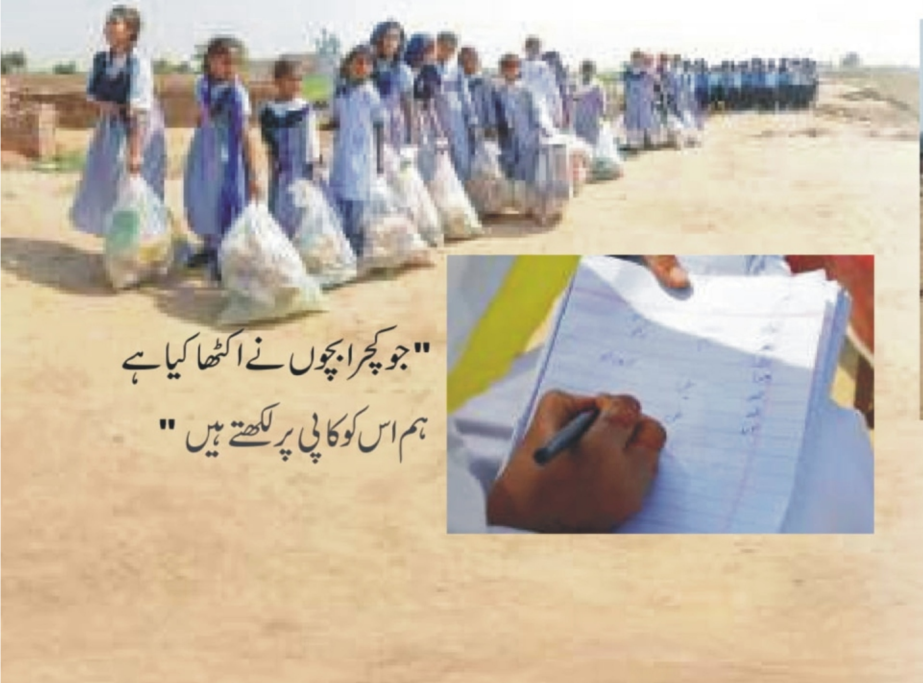

"جو کچرا بچوں نے اکٹھا کیا ہے
ہم اس کو کاپی پر لکھتے ہیں "

" ہم پہلے ہی عالمی ووٹ میں حصہ لے چکے ہیں۔"

12 سالہ سدرہ، جماعت 3، BRIC سکول

"سکول جانا میرے لئے معجزہ تھا"

"ہم ان چادروں کے گھروں میں پیدا ہوئے ہیں اور ہماری زندگی کا خاتمہ بھی انہیں چادروں کے گھروں میں ہوگا۔ میرے گھر میں تمام لوگ پورا ہفتہ کچرا اٹھاتے ہیں۔ ہم اس کو خریدار کو فروخت کرتے ہیں اور اس پیسے سے کھانا خریدتے ہیں۔

"میں ہمیشہ یہ سوچ کر حیران ہوتی ہوں کہ لوگ اتنا کھانا ضائع کیوں کرتے ہیں، جو ہم بازار سے خرید بھی نہیں سکتے ہیں۔ بعض اوقات ہمیں کھلونے بھی ملتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے ٹوٹے ہوتے ہیں لیکن ہمارے کھیلنے کیلئے ٹھیک ہوتے ہیں۔ ہم کبھی نئے کپڑے نہیں خریدتے، ہم وہی کپڑے استعمال کرتے ہیں جو ہمیں کچرے میں سے ملتے ہیں۔

میرا معجزہ

ایک دن جب میں اٹھی تو میرے والد نے مجھے بتایا؛ تم آج کچرا اٹھانے نہیں جاؤ گی بلکہ آج تم سکول جاؤ گی۔ یہ ایک معجزہ تھا! میں نے کبھی اپنے خواب میں بھی سکول جانے کا نہیں سوچا تھا۔ میں بہت خوش تھی۔ میرے خاندان میں پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تا تھا۔

"ایک چیز مجھے درد دیتی تھی۔ دوسرے طالب علم میرا مذاق اڑاتے تھے کیونکہ میں خانہ بدوش گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ میں نہیں جانتی کہ لوگ ہم سے نفرت کیوں کرتے ہیں۔ ہم بھی بالکل ان کی ہی طرح ہیں! لیکن میرے تعلیم کے شوق نے مجھے یہ سب برداشت کرنے میں مدد دی اور بعد میں سکول میں میرے دوست بھی بن گئے۔

"جب میں نے سکول جانا شروع کیا تو دوسروں نے بھی اپنے بچوں کو سکول بھیجنا شروع کر دیا۔ تعلیم کے ذریعے مجھے اپنے علاقے میں بہت عزت ملی۔ میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے بہت محنت کرونگی اور یک سماجی کارکن بن کر، اپنے لوگوں کے حقوق کیلئے جدوجہد کرسکوں۔

"میں نے سیکھا ہے کہ تمام بچوں کے حقوق ہیں۔ یہ بہت ہی شاندار تجربہ رہا ہے۔ لیکن یہاں پر بڑوں کو تعلیم کی ضرورت ہے کہ وہ لڑکیوں کے حقوق کو جان سکیں۔

"سکول سے واپس آکر میں کچرا اٹھانے چلی جاتیہوں۔ جب ہم کچرا اکٹھا کرتے ہیں تو دوسرے لوگ ہمیں ایسے دیکھتے ہیں کہ جیسے ہم انسان ہی نہیں ہیں۔ اور اکثر خریدار کچرے کا وزن کرتے ہوئے ہم سے دھوکہ کرتے ہیں۔

"ہم ہمیشہ وہاں رہتے ہیں جہاں چاروں طرف صرف کچرا ہی ہوتا ہے۔ لیکن یہ بہت اچھا ہو اگر کچرا نہ ہو۔ لیکن پھر ہم پیسے کیسے کما سکتے ہیں؟ میں بہت خوش ہوں کہ میں کچرے سے پاک نسل کا حصہ ہوں۔ ہمیں لوگوں کو کچرے کے متعلق بتانا چاہیے، تاکہ لوگ ماحول سے واقفیت رکھ سکیں، اور اپنی عادات کو بدلیں۔ یہ بہت ہی اچھا ہو کہ اگر سب مل کر کچرے سے پاک دن میں کچرا اٹھائیں۔"

جو پیسے کچرے سے پاک دن سے ملے اس سے سکول کی فیس دی

نشاء اور اس کی دوستوں نے کچرے سے پاک دن میں جو کچرا اٹھایا اس کو خریدار کو فروخت کردیا۔ وہ پیسے انہوں نے اپنے سکول کے خرچے پر استعمال کئے۔ سدرہ اور اس کی دوستوں نے جو پیسے کچرے سے کمائے تھے انہوں نے اپنے سکول کیلئے استعمال کئے۔

FOTO:ALI HAIDER

کچرے سے پاک نسل کچرا اٹھاتے ہوئے

نشاء اور اس کی دوست پہلے سے ہی کچرے سے پاک نسل کا حصہ بن چکے ہیں۔ جہاں پر وہ رہتے ہیں وہاں سے کچرا اکٹھا کر کے نشاء ان کا وزن کرتی ہے۔

ہمیں زمین جیسے اور سیارے ملیں گے؟

آج کے لوگ جس طرح سے وسائل بے دریغ استعمال کر رہے ہیں اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ ہمیں اور وسائل دو کار ہیں اور جو قدرت ہمیں دے رہی ہے اس سے زیادہ تو دے ہی نہیں سکتی۔

ہمارے پاس صرف ایک زمین ہے لیکن جس لحاظ سے ہم وسائل کا استعمال کر رہے ہیں لگتا ہے کہ ہمارے پاس اور زمین بھی ہے یعنی 1.7 زمین!

اپنے ہاتھ کا نشان بنا کر دیکھیں اور پھر ہاتھ سے دوسری دفعہ نشان بنائیں کیا دوسری دفعہ بڑا نشان بنا نہیں جس طرح نشان کا سائز نہیں بڑھ رہا زمین بھی نہیں بڑھ سکتی۔

ہر فرد کی موجودگی کا ذاتی اثر جو اس کے ہونے کی وجہ سے زمین پر پڑتا ہے اسکو ماحولیاتی اثرات کہا جاتا ہے۔ کویت، امریکہ اور آسٹریلیا ایسے ممالک ہیں جو زمین پر سب سے زیادہ ماحولیاتی اثرات ڈال رہے ہیں ان اثرات کا انحصار ان ممالک میں موجود افراد کی قوتِ خرید، ذرائع آمدورفت، خوراک اور دوسری اشیاء جو یہ روزمرہ استعمال کرتے ہیں اور یہ افراد استعمال کے بعد جو کچرا پھیلاتے ہیں ان پر ہوتا ہے۔ ہم زمین کے وسائل کو جس قدر زیادہ استعمال کریں گے اس کا ماحول پر اتنا ہی زیادہ اثر پڑے گا۔

ماحولیاتی اثرات کیا ہیں؟

آپ کی وجہ سے ماحولیاتی اثرات کا مرتب ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے ہم نے سیکھا ہے کہ اگر ہم ہر فرد کے لیے زیادہ وسائل کا استعمال کریں گے تو ہمیں زیادہ بڑی زمین دو کار ہو گی۔

وسائل کا استعمال جتنا زیادہ ہو گا ماحول پر اثرات اتنے ہی زیادہ ہونگے۔ آپ کے ماحولیاتی اثرات کا سائز کا انحصار بھی آپ کی ضروریات پر ہے اگر آپ کی ضروریات زیادہ ہونگی تو ماحولیاتی اثرات بھی زیادہ ہوں گے آپ کو خوراک کے لیے کتنی زمین دو کار ہے۔ آپ کو جانوروں کے لیے کتنا چارہ چاہیے آپ کو مچھلیوں کی پیداوار کے لیے کتنا پانی چاہیے جنگلات کے لیے جگہ، سکول اور کام کرنے کے لیے جگہ وغیرہ

مثال کے طور پر کاریں، بسیں اور جہاز بنانے کے لیے پلاسٹک اور لوہے کی ضرورت ہے ان ساری چیزوں کو چلانے کے لیے پیٹرول کی ضرورت ہے اب اِن اشیاء کے لیے کتنی زمین درکار ہے اور کتنے وسائل چاہیں ضرورت جتنی زیادہ ہو گی اور وسائل کا استعمال بھی اتنے ہی زیادہ ہونگے۔

آپ کے ماحولیاتی اثرات بالکل کم ہوں گے اگر آپ ذیر استعمال چیزیں کم وسائل سے تیار ہو جائیں اس کا قدرتی، ماحول پر اثر بھی کم پڑے گا اسی طرح اگر آپ جو خوراک اور دوسری اشیاء استعمال کرتے ہیں آپ کے قریب ہی پیدا ہو رہی ہیں تو اس کا ماحولیاتی اثر کم ہو گا لیکن اگر یہ اشیاء دور سے لائی جائیں گی تو ان اشیاء کے ماحولیاتی اثرات بھی زیادہ ہونگے۔

ہم زیادہ کچرا پیدا کر رہے ہیں

ہم ایک طرف سے زیادہ وسائل استعمال کر رہے ہیں جبکہ ہماری زمین اتنے وسائل پیدا نہیں کر رہی اور دوسری طرف ہم بہت زیادہ کچرا پیدا کر رہے ہیں جس کے ساتھ نمٹنا بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ امیر ممالک میں کچرا پیدا کرنے کی رفتار پچھلے 20 سالوں میں بہت تیز ہوگئی ہے آپ کے گھر میں ایک ہفتے میں کتنا کچرا پیدا ہوتا ہے؟ کچرے سے کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس بھی بنتی ہے یہ گیس ہوا میں ملتی ہے جب ہم تیل استعمال کرتے ہیں، پیٹرول جلاتے ہیں یا کچرے کو جلاتے ہیں ہمارے ماحول میں کاربن ڈائی آکسائیڈ بہت بڑھ رہی ہے جس کے ماحولیاتی اثرات مرتب ہو رہے ہیں اس سے عالمی سطح پر موسمی تبدیلیاں رونماء ہو رہی ہیں جس سے لوگوں کو بڑے پیمانے پر نقل مکانی کرنا پڑ رہی ہے۔ قحط بارشیں اور سیلاب آ رہے ہیں۔ سمندروں میں تیزابیت یا سمندروں کی سطح کا بلند ہونا، اس کا صاف مطلب ہے کہ یہ یہاں زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتے۔

امیر لوگوں کے ماحولیاتی اثرات زیادہ ہیں۔

دُنیا بھر میں موجود کل آبادی کا صرف 5 فیصد حصہ ایسے لوگوں کا ہے جو 80 فیصد وسائل کو استعمال کر رہے ہیں امیر لوگوں کے ماحولیاتی اثرات سب سے زیادہ ہیں

جبکہ غربت میں زندگی گزارنے والے لوگوں کے ماحولیاتی اثرات بہت ہی کم ہیں بہت سارے ممالک میں رہنے والے لوگوں کے درمیان میں ماحولیاتی اثرات بہت بڑا فرق ہے مثال کے طور پر برازیل میں اصلی النسل لوگ جو ایمازون کے جنگلات میں رہتے ہیں اُن کا ماحولیاتی اثر نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ ایک زمیندار جس کے پاس اپنی کار ہے یا جس کے پاس کشتیاں ہیں یا ایک بنگلہ جس میں ائیر کنڈیشنر ہوں، اور بہت سے آلات ہو جو بجلی سے چلتے ہیں تو اس کا ماحولیاتی اثر بہت زیادہ ہو گا۔

سب سے بڑے ماحولیاتی اثرات

دُنیا کے سب سے بڑے ماحولیاتی اثرات قطر کے لوگوں کے ہیں اس ملک کے اصلی باشندے بہت کم ہیں لیکن اُن کی زندگی اتنی پر آسائش ہے کہ کاریں چلاتے ہیں، جہازوں پر سفر کرتے ہیں۔ ائیر کنڈیشنر استعمال کرتے ہیں۔

ہم کیا کر سکتے ہیں؟

اگر آپ سوچیں کہ آپ کے زندگی گزارنے کے طریقے قدرتی ماحول اور موسمی تبدیلیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں تو آپ ایک بہت بڑا اور بہت اہم ماحولیاتی فرق پیدا کر سکتے ہیں۔ آپ کی زندگی میں چھوٹی چھوٹی تبدیلیاں، ماحولیاتی اثرات میں بہت بڑا فرق ڈال سکتی ہیں اور اس سے مستقبل کو محفوظ بنایا جا سکتا ہے۔ مثلاً کچرا نہ پھیلائیں پانی ضائع نہ کریں، اور اُس طرح کے کئی اور چھوٹے چھوٹے اقدام کرنے سے آپ بہت بڑا فرق پیدا کر سکتے ہیں۔

اگر ہر کوئی اسی طرح رہا جیسا کہ لوگ اب رہ رہے ہیں تو ہمیں ایک بڑی زمین چاہیے ہوگی جس کا سائز 1.7 ہو، اور اگر ہر کوئی ایسے ہی رہے جیسا کہ اب ہم رہ رہے ہیں تو ہمیں۔۔۔

افریقہ کو چاہیے =0.8 زمینیں

نارتھ امریکہ کو چاہیں =5 زمینیں

ساوتھ امریکہ =1.8 زمینیں

اشیا =0.7 زمینیں

یورپ =2.8 زمینیں

لسٹ میں آپ کا ملک کہاں ہے؟

یہاں ایسے ممالک کے نام دیے گئے ہیں جو ماحولیاتی اثرات کا باعث بنتے ہیں جس میں کے لوگوں زیادہ ماحولیاتی اثرات ڈالتے ہیں اس ملک کا نام لسٹ پر پہلے ہے۔

کیا آپ اپنا ملک دیکھ سکتے ہیں۔ آپ کو پوری لسٹ footprintnetwork.org پر مل جائے گی
آپ اس ویب سائٹ پر اپنے ملک کا نام بھی دیکھ سکتے ہیں کہ آپ کا ملک ماحولیاتی اثرات کی لسٹ میں کہاں پہ ہے

ہر دن

میں زیادہ وسائل کا استعمال انسان ہر سال زیادہ وسائل کا استعمال کر رہے ہیں۔ جیسا کہ انرجی، خوراک اور سبزیاں وغیرہ اور یہ استعمال قدرتی پیداوار سے بہت زیادہ استعمال کر لیتے ہیں

جس تاریخ تک ہم نے یہ وسائل استعمال کرنے ہوتے ہیں اس کو اورشوٹ کا دن کہتے ہیں 2018 میں یہ تاریخ 01 اگست تھی۔

غربت، ایندھن اور ماحول یا موسمی تبدیلیاں آپس میں جڑے ہوتے ہیں اس لیے عالمی اہداف میں ایسی تمام چیزیں شامل ہیں جیسا کہ بجلی اور گرمائی کا حق، پانی اور خوراک تک رسائی

موسمی تبدیلیوں کی جدوجہد

جیمی جس کی عمر 16 سال ہے وہ موسمی تبدیلیوں کی جدوجہد کر رہی ہے وہ چاہتی ہے کہ اس کا ملک امریکہ ایسے بنیادی قوانین بنائے جس سے موسمی تبدیلیاں پر قابو پایا جا سکے۔ جیمی نے زیرو آور کے نام سے ایک مہم چلائی ہے جس سے بچوں اور نوجوانوں کو قائل کیا جاتا ہے کہ موسمی تبدیلیوں کے بارے میں سوچیں اور اس پر آواز اٹھائیں

آئیں ہم بچے مل کر ایسی تحریک بنائیں کہ ہمارے رہنما موسمی تبدیلیوں کو نظر انداز نہ کریں!
جیمی۔16 سال

گریٹا نے موسمی تبدیلیوں کے لیے ہڑتال کر دی سویڈن میں گرین ہاوس گیس کا استعمال 2017 میں 3.6 فیصد بڑھ گیا ہے
جبکہ اگر سویڈن نے موسمی تبدیلیوں کے اہداف حاصل کرنا ہے تو گیس کے استعمال کو تو کم ہونا چاہیے لیکن یہ تو بڑھ رہا ہے۔ گریٹا جس کی عمر 15 سال ہے وہ کہتی ہے کہ گیس کے استعمال کو ہر سال 5-8 فیصد کم ہونا چاہیے وہ ماحول کو بہتر بنائے کے لیے اس وقت سے کام کر رہی ہے جب اس کی عمر صرف 12 سال تھی جب سویڈن میں ستمبر 2018 میں عام انتخابات ہوئے تھے تو اس کا کہنا تھا کہ سیاستدان ماحول اور موسمی تبدیلیوں کے لیے کوئی بات نہ کر رہے ہیں اس نے دو ہفتوں کے لیے سویڈن کے پارلیمنٹ کے سامنے سکول جانے سے ہڑتال کر دی۔

JESSICA GOW/TT

”یہ میری اخلاقی ذمہ داری ہے کہ میں موسمی تبدیلیوں کے لیے ہڑتال کروں، سیاستدانوں کو ماحول کی زیادہ فکر کرنی چاہیے، ماحول کی فکر معاشیات سے بھی زیادہ کرنی چاہیے“

کچرے سے پاک دن کے موقعہ پر ہر جگہ بچوں نے پروگرام میں حصہ لے کر ثابت کیا کہ وہ کچرے سے پاک نسل کی مہم کے ساتھ ہیں۔ پاکستان میں جہاں بچوں کی آواز کو میڈیا پر بہت کم دکھایا جاتا ہے یہاں بچوں کی پریس کانفرنس میں بہت سارے صحافیوں کی توجہ کو ان مسائل کی طرف راغب کیا اور بچوں کے ان اقدام کو بہت سارے نیوز چینل نے اپنی ہیڈ لائن بنایا۔ صبا نے کہا ''ہم چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ کوڑے دان رکھے جائیں تا کہ ہم کچرا کوڑے دان میں پھینک سکیں''، شمعون جس نے غلامی کے ماحول میں پرورش پائی ہے اس نے کہا کچرا جانداروں اور ماحول دونوں کیلئے نقصان دہ ہے۔ وہ کہتا ہے ''جب بھٹہ مزدور اینٹوں کیلئے گارا تیار کرتے ہیں تو وہ اکثر زخمی ہو جاتے ہیں کیونکہ مٹی میں کانچ کے ٹکڑے یا کوئی اور چیزیں ہوتی ہے جو لوگوں نے پھینکی ہوتی ہیں''

نیپال

فلیپائن

پاکستان

کچرے سے پاک دن

صبا اور شامون درمیان میں پاکستان میں بچوں کی پریس کانفرنس کر رہے ہیں اور ساتھ دوسرے بچے بھی ہیں۔

بینن

کیمرون

''ایک گندا ماحول مذید کچرا پیدا کرتا ہے کیونکہ جب لوگ گند میں رگرے ہوں اور اس کی پرواہ نہ کر رہے ہوں تو یہ صورت اور بھی خراب ہو جاتی ہے''

تافوح۔16 سال

برونڈی

''موسمی تبدیلیاں میری زندگی کو متاثر کر رہی ہیں جیسا کہ جب بہت زیادہ بارش ہوتی ہے تو سیلاب آ جاتا ہے''

سینی،10 سال نان گلوم سکول

''میں نے اپنے والدین کو بتایا ہے کہ جنگلات میں کچرا مت پھینکیں کیونکہ اس سے ماحول خراب ہوتا ہے'' اسیتا،10 سال

CMI پری وے WA مال گا بے دی پالگرے

''ہمیں اپنے دوستوں اور والدین کے ساتھ بات کرنی چاہیے کہ کچرے کو ٹھکانے لگانا بہت ضروری ہے'' جوایل،14 سال EP یوباسکول

برکینا فاسو

دنیا کے گرد چکر

”میں یہ علم اپنے بچوں اور اُن کے بچوں کو سکھاؤں گی تا کہ آئے والی نسلوں کو بچایا جاسکے
پیٹوِا 12 سال یوجیوواہیری سکول

”اگر ہم کچرا پھیلانے سے گریز کریں تو ہم کئی مسائل پر قابو پا سکتے ہیں مثلاً پیچس اور ملیریا“
میوانکے، 13 سال اسپیس ایمی یونیورسل سکول

ڈی آر کانگو

برما/میانمر

”ہم نے اپنے گاؤں میں پلاسٹک کے بیگ اور بوتلیں اکٹھی کی ہیں یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ ہم نے کچرا اکٹھا کیا ہے۔ میرے چھوٹے سے گاؤں میں بہت زیادہ نہیں ہے کیونکہ ہم زیادہ تر بانس سے بنی ہوئی ٹوکریاں استعمال کرتے ہیں“ نوشا، 12 سال می واہ ڈرن سکول

کوٹے دی ایواری

سینیگال

سیرالیون

نائیجریا

گھانا

گانگو برازاویلے

”کچرے سے پاک دن صرف کچرا اکٹھا کرنے کا دن نہیں ہے بلکہ یہ بچوں، بالغوں، اساتذہ اور دوسرے لوگوں کو سمجھانے کا دن ہے کہ کچرا کے مسائل کو کیسے حل کریں“
آستر، 15 سال، EAM سکول

گِھنی بساؤ

سویڈن

موزمبیق

”میں نے دو چیزوں پر دھیان لگایا ہے 50% فیصد یہ کہ بچوں کے حقوق کی آگاہی پھیلاؤں اور 50% فیصد یہ کہ اپنی جگہ کو صاف رکھوں“ سو میں 100% فیصد یہی کر رہا ہوں“
ایسپوئیر، 12 سال EAM سکول

ٹوگو

ہم کچرے سے پاک نسل ہیں!

کمبرلے اور حسن کچرے سے پاک دن کے لیے تیار ہیں۔

''جو کچھ ہم نے سیکھا ہے،ہم دوسرے بچوں کو سکول کی اسمبلی میں بتاتے ہیں''

لڑکیوں کے حقوق

جب میں بچوں کے حقوق کے سفیر بننے کی تربیت لے رہا تھا تو میں نے لڑکیوں کے حقوق کے بارے میں بہت کچھ سیکھا جیسا کہ لڑکیوں کو بچپن میں شادی کرنے پر مجبور کرنا اُن کے حقوق کی خلاف ورزی ہے۔لڑکیوں سے گھر میں سخت کام کروانا یا اُن کو سکول جانے سے روکنا وغیرہ یہ سب غلط ہے۔اسی طرح لڑکیوں کی رائے کو نہ سننا یا ان کی رائے کا احترام نہ کرنا سب غلط ہے

بہت سارے والدین اپنے بیٹوں کو تو آزادی دیتے ہیں لیکن اپنی بیٹیوں کو یہ حق نہیں دیتے۔ یہاں تک کہ لڑکے چھوٹے بھی ہوں تو اپنی بڑی بہنوں پر حکم چلاتے ہیں لڑکیوں کو ہر طرح سے دبا کے رکھنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب سب کچھ بدل جانا چاہیے لڑکیوں کے حقوق کو ہمیشہ پامال کیا جاتا ہے اور لڑکیوں کے حقوق کو ہمیشہ اہم سمجھا جاتا ہے

''آج کچرے سے پاک نسل کے دن پر ہم بچے اپنی آواز اٹھائیں گے تا کہ گاؤں کے سب لوگ ہماری بات کو سن سکیں۔ کیونکہ اگر ہم اپنے ماحول پر دھیان نہیں دیں گے تو اس سے زندگی کی بقاء کے لیے بڑے مسائل پیدا ہونگے۔اور اصل بات ہے کہ ہم سمجھ سکیں اور اس پر کام کرنا شروع کر دیں!'' حسن بچوں کے حقوق کا سفیر ہے جس کی عمر 12 سال ہے وہ مریوا گاؤں میں رہتا ہے جو کہ زمبابوے میں ہے۔وہ خود اور کمبرلے ماحولیاتی معاملات کو بڑی سنجیدگی سے دیکھ رہے ہیں۔

بچوں کے حقوق کے سفیروں کو بچوں کے حقوق کے متعلق بڑی اہم تربیت دی گئی ہے میں نے سیکھا ہے کہ صاف ماحول بھی بچوں کے بنیادی حقوق میں سے ایک ہے بچوں کے حقوق کے سفیر بن کر ہم بچوں کے حقوق اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ یہ بہت اہم ہے! ہم جو کچرے سے پاک نسل کے ممبر ہیں۔ ہمیں یہ بات قبول نہیں کہ پچھلے لوگوں کی طرح ماحول کو گندا ہونے دیں اور ہر طرف کچرا پھیلنے دیں اب تبدیلی کا وقت ہے! ہمیں امید ہے کہ جو مظاہرہ ہم نے اپنے گاؤں میں کیا ہے اس سے بچے جوان اور بالغ لوگوں کی سوچ میں مثبت تبدیلی آئے گی''

ماحولیاتی کلب

''ہم سفیر بچے ہفتے میں دو دفعہ میٹنگ کرتے ہیں۔ہم سکول کے ماحولیاتی کلب میں بھی شامل میں جہاں ہم نے دیکھا ہے کہ اشیاء کو دوبارہ استعمال کے قابل بنانا کتنا اہم ہے، کچرے سے ماحول کو پاک کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ کچرا لوگوں کو بیمار کر رہا ہے ہم نے سیکھا ہے کہ کیسے پلاسٹک بیگ سے بارش کے لیے ہیٹ بنائے جائیں ہم نے خالی ڈبوں اور جوس کے ڈبوں سے ڈسٹ بن بنائے ہیں ہم نے بڑی مفید چیزیں بنانا سیکھا ہے۔آپ ایک چھوٹا سا ڈبہ بنائیں جس میں کچرا اکٹھا کریں اور اس کچرے سے بھی نئی چیزیں بنائیں تو یہ بڑی دلچسپ اور مفید مشق ہے۔

کچرے سے پاک سکول

حسن کہتا ہے کہ ''میرے خیال میں کچرے سے پاک نسل کی مہم نے ہمارے سکول میں سب کو ماحول کے بارے میں سوچنے کی طرف مائل کیا ہے اب ہمارے سکول میں کچرا صرف کچرے کے ڈبوں میں ڈالا جاتا ہے۔ جو ڈبے ہم نے ماحولیاتی کلب میں بنائے ہیں!''

میں نے بچوں کے حقوق کا سفیر بن کر اِن خلاف ورزیوں کے خلاف آواز بلند کرنا ہے اورلڑکیوں کے حقوق کے احترام کویقینی بنانا ہے'' میں اکثر سکول میں اپنے دوستوں اور دوسرے لڑکوں سے صنفی مساوات اورلڑکیوں کے مساوی حقوق پر بات کرتا ہوں میں نے حیض کے متعلق کچھ معلومات اکٹھی کی ہیں اوراس پر ماحولیاتی کلب میں بات کرتے ہیں ہم نے سینٹری پیڈ وغیرہ جیسی چیزوں پر بات کرتے ہیں کہ کیسے یہ چیزیں لڑکیوں تک پہنچائی جائیں جب ان کو خاص دنوں میں ان کی ضرورت ہوتی ہے ہم لڑکیوں کے علاوہ لڑکوں کو بھی حیض کے متعلق سکھا رہے ہیں تا کہ وہ ان خاص دنوں کے بارے میں سمجھ کر لڑکیوں کو تنگ نہ کریں بلکہ اُن کی عزت کریں میں ہمیشہ بچوں کے حقوق اور ماحولیاتی اثرات پر بات کرتا رہوں گا''

حسن، 12 سال بچوں کے حقوق کا سفیر خرنگوے پرائمری اینڈ سیکنڈری سکول

کمبرلے اور حسن دونوں کچرے سے پاک نسل کا دن منانے میں شریک ہیں اور کچرا اکٹھا کر رہے ہیں۔

حسن سب بچوں کو دستانے اور ماسک دے رہا ہے تا کہ جو بچے کچرا اکٹھا کریں ان کے ہاتھ اور منہ گندگی سے محفوظ رہیں۔

حسن کی حیض کی اشیاء ڈبہ ''ہم ٹماٹر کی چٹنی کو استعمال کر کے سمجھاتے ہیں کہ سینٹری پیڈ کیسے کام کرتے ہیں''

ہم اکٹھے ہیں!

سارا کچرا جو کچرے سے پاک دن پر اکٹھا کیا گیا اس کا وزن کیا جا رہا ہے

بچوں کے حقوق کے سفیر ہونے کی وجہ سے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم دوسرے بچوں کو بچوں کے حقوق اور ماحول کے بارے میں سکھائیں پھر بچے یہ معلومات اپنے خاندان کے لوگوں کو سکھاتے ہیں اپنے ہمسایوں اور دوستوں کو سکھاتے ہیں میں زیادہ تر لڑکیوں کے حقوق کی بات کرتا ہوں۔ ماضی میں لڑکیوں کو کم تر سمجھا جاتا تھا اور اُن کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ لیکن اب ہم پوری کوشش کر رہے ہیں
کہ ہم صورتِ حال کو تبدیل کر دیں‘‘

متحدہ ہو کر

’’جب ہم لڑکیوں کے حقوق، صنفی مساوات اور ماحول کی بات کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم متحدہ ہوں ہماری روایت یہ ہے کہ جب لڑکے بات کریں تو اس کو اہمیت دی جاتی ہے جبکہ لڑکیوں کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی
مثال کے طور پر جب کہا جاتا ہے کہ لڑکیوں اور لڑکوں کے حقوق برابر ہیں تو اگر یہ بات لڑکیاں کریں تو لوگ اس کو کم اہمیت دیتے ہیں اسی بات کو اگر لڑکے کریں تو اس کو معاشرے میں زیادہ اہمیت دی جاتی ہے
بہت سارے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم لڑکیوں کے حقوق کی بات کر کے اس پر قائم نہیں رہیں گے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے ہم نے اس عمل کو پوری سنجیدگی سے شروع کیا ہے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ لڑکیاں اور لڑکے برابر ہیں اور ان کے حقوق بھی برابر ہیں اور اس بات کو سب کو سمجھنا چاہیے

کچرے سے پاک نسل کا دن

’’کل ہمارے سکول میں کچرے سے پاک نسل کا دن تھا اور ہم بچوں کے حقوق کے سفیروں کا اس دن میں بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ یہاں سب کچھ بہت گندا لگتا ہے، لیکن جب سے ہم نے کچرے سے پاک نسل کا دن منانا شروع کیا ہے۔

حسن کا دوست کمبرلے سمجھتا ہے کہ متحدہ ہو کر کام کرنا لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے بہت ضروری ہے اور اگر ان کے ماحولیاتی تبدیلیوں کے لیے اور صاف ماحول کے لیے بہتر کام کر کے اچھے نتائج حاصل کرنا ہیں تو ان کا اکٹھے ہونا اور مل کر کام کرنا بہت ضروری ہے۔

حسن کا دوست کمبرلے سمجھتا ہے کہ متحدہ ہو کر کام کرنا لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے بہت ضروری ہے

’’میں حسن اور دوسرے دوستوں کے ساتھ بچوں کے حقوق کا سفیر ہوں اور کچرے سے پاک نسل کا ممبر ہوں ہم ہر منگل اور جمعرات کو اپنے سکول میں ماحولیاتی کلب کی میٹنگ کرتے ہیں ہم گلوب کا مطالعہ کرتے ہیں اور بات کرتے ہیں کہ ہم زیادہ سے زیادہ بچوں تک کیسے پہنچ سکتے ہیں

حسن اور کمبرلے کے سکول کے ماحولیاتی کلب میں کچرے سے نئی چیزیں بنائی جاتی ہیں

---پرانے پلاسٹک بیگ سے کپڑے بنائے جاتے ہیں---

پلاسٹک بوتل سے بیگ بنائے جاتے ہیں---

---جوتے---

---کوڑے دان---

---اور کُرسیاں---

---پلاسٹک بیگوں سے بارشی ہیٹ بنتے ہیں---

کچرے سے پاک سکول میں تفریح کے وقت بچے فٹبال کھیلتے ہیں۔ جو پلاسٹک کے بیگوں سے بنایا گیا ہے۔ اور بچے کچرا کوڑے دان میں پھینکتے ہیں اور کوڑے دان پلاسٹک کی بوتلوں سے بنا ہے۔

میں بچوں کے حقوق کی وکیل بنوں گی

کمبرلے کہتی ہے کہ ''بچپن کی شادی لڑکیوں کے لیے بڑے مسائل پیدا کرتی ہے ان پر تشدد ہوتا ہے اور اگر وہ حاملہ ہو جائیں تو یہ اُن کے لیے بڑا خطرناک اور جان لیوا ثابت ہوسکتا ہے۔ میرا خواب تا کہ میں بچوں کو بچا سکوں''

لوگوں میں ماحول کے متعلق بڑا شعور پیدا ہوا ہے اب چیزوں میں بہتری آنا شروع ہوئی ہے اب لوگ کچرے کو ادھر اُدھر پھینکنے سے رک گئے ہیں، ''ماحولیاتی کلب میں ہم کچرے کے لیے ٹوکریاں بناتے ہیں اور یہ ٹوکریاں پلاسٹک کی بوتلوں سے بنائی جاتی ہیں۔ کیونکہ اگر یہ بوتلیں پھینکیں گے تو یہ ماحول کو خراب اور پانی کو آلودہ کرتی رہیں گی۔ اب سکول میں ہر طرف کوڑے دان پڑے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ ایسے ہی کوڑے دان پورے علاقہ میں رکھے جائیں۔
ہم بچوں کے حقوق کے سفیر سوچ رہے ہیں کہ ہم یہ تجویز اپنے علاقہ کی کونسل کو دیں تا کہ وہ بڑے پیمانے پر اس کام کو جاری رکھ سکے تا کہ وہ کچرے کو اٹھا کر ٹھکانے لگاتے ہیں اور ہمارا سکول اور اردگرد کے علاقے کچرے سے پاک ہو جائیں اس طرح ماحول صاف ستھرا ہو جائے گا اور ہم بچے بیماریوں سے بچ سکیں گے اور صاف ستھرے ماحول میں اچھی زندگی گزاریں گے جو کہ ہمارا حق ہے''

کمبرلے، عمر 12 سال
بچوں کے حقوق کی سفیر

گلوب نسخے سکھاتا ہے۔

کمبرلے کہتی ہے کہ ''گلوب بہت مفید ہے کیونکہ اس سے دُنیا بھر کے بچے اپنے مسائل کو حل کرنے کے طریقے سیکھتے ہیں۔

ہم کچرے سے پاک نسل ہیں!

جوس کی بوتلیں کوڑے دان بن جاتی ہیں۔۔۔

۔۔۔بسکٹ کے ڈبوں سے ہیٹ بن جاتے ہیں۔۔۔

چھوٹے ڈبوں سے ٹوتھ برش رکھنے کی ٹوکریاں بن جاتی ہیں

پرانے ٹائروں اور ٹائیلٹ کو پودوں کے گملے بنا لیا جاتا ہے۔

ہم بڑوں کو سکھاتے ہیں!

''آج ہم نے مظاہرہ کیا ہے اور بڑوں کو سکھایا ہے کہ کچرے کو مت پھینکیں اور ہم نے ان کو چیزوں کو دوبارہ استعمال کرنے کی آگاہی دی ہے بہت سے لوگوں کو اس کے متعلق کچھ پتہ نہیں ہے کیونکہ ان کو سکولوں میں یہ نہیں سکھایا گیا ۔ہم نے بہت سی مفید معلومات اور نئی چیزیں بچوں کے حقوق کے پروگرام سے سیکھی ہیں ۔اور کچرے سے پاک نسل سے ہمیں علم حاصل ہوا ہے۔

اب ہمارے پاس موقع ہے کہ ہم بڑوں کو یہ سب سکھا سکیں!

میں ڈاکٹر بننا چاہتی ہوں نائیشا عمر 12 سال

کوڑے دان استعمال کریں!

''کچرے سے پاک نسل کی مہم نے مجھے سکھایا ہے کہ کچرے کو ختم کرنا بہت ضروری ہے کچرے کو کوڑے دان میں پھینکنا چاہیے نہ کہ سڑکوں اور گلیوں میں'' اگر آپ بچوں کے لنگوٹ باہر پھینکیں گے تو گھروں میں جا کر پلیٹیں چاٹیں تو اس طرح لوگ ان پلیٹوں میں کھانا کھا کر بیمار ہی ہونگے ۔یہ بہت غلط ہے ۔ہم بچوں کا حق ہے کہ ہم صاف ستھرے ماحول میں رہیں ۔اور ہمارا حق ہے کہ ہم صحت مند رہیں۔

''میرا خواب ہے کہ میں ڈاکٹر بنوں'' پری ویلیج ،12 سال

ہر طرف گندگی اور کانچ کی بوتلیں

''آج ہم کچرے سے پاک دن منائیں گے ۔اس میں اہم اپنے علاقہ کو صاف کریں گے ۔ ہمارے علاقہ کے کچھ حصے تو بہت ہی گندے ہیں ۔ ردی پیپر، بچوں کے لنگوٹ ، کانچ کی بوتلیں ، پلاسٹک کی بوتلیں اور ٹین ہر طرف بکھرے ہوئے ہیں کچرے سے ۔ بہت سے لوگ بیمار ہوتے ہیں اور کئی دفعہ بچے کانچ کی بوتلوں سے زخمی ہو جاتے ہیں ۔اس سے ہیضہ اور ٹیٹنس جیسی بیماریاں پھیلتی ہیں ۔ان بیماریوں سے بچنے کے لیے آپ کو اچھی اور معیاری دوائی نہ ملے تو یہ جان لیوا ثابت ہو سکتی ہیں ۔ ہمارے ہاں بہت سے لوگوں کے پاس علاج کروانے کے لیے پیسے نہیں ہوتے ہیں اگر اختیارات ہم بچوں کے پاس ہوتے تو کہیں کچرا نہ ہوتا ۔'' میں پائیلٹ بننا چاہتا ہوں اور پوری دُنیا دیکھنا چاہتا ہوں'' لی ،عمر 12 سال

ہمارے سکول کو کچرے
سے پاک ہونا چاہیے

صاف ستھرا ماحول ہمارا حق ہے!

''میں نے سیکھا ہے کہ ہم تمام بچوں کا حق ہے کہ ہم صاف ستھرے اور صحت مند ماحول میں رہیں بچوں کے حقوق کا پروگرام ہمیں اپنے حقوق کے بارے میں سکھاتا ہے اور ہمیں خود کی حفاظت کے بارے میں سکھاتا ہے یہاں بہت سی لڑکیوں کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہے ۔اکثر اُن کو دبا کے رکھا جاتا ہے۔ لیکن اب ہمیں معلوم ہے کہ یہ ظلم وتشدد اور دباؤ ہمارے حقوق کے خلاف ہے اور اگر ہمارے حقوق کے خلاف ہے اور اگر ہمارے ساتھ اب کوئی بدسلوکی ، تشدد یا زیادتی کرے تو ہمیں فوراً پولیس کو رپورٹ کرنا چاہیے۔

بچوں کے حقوق کا پروگرام بہت اہم ہے!'' میں جج بننا چاہتی ہوں اور میں خاص کر ایسے بچوں کے کیس سننا چاہوں گی جن کے ساتھ جنسی زیادتی ہوئی ہو'' رُوومبو ،12 سال

کچرے سے پاک نسل کی سفیر

''میں نے ماحول اور ماحولیاتی آلودگی کے متعلق تعلیم حاصل کر رہی ہوں کیونکہ میرے خیال میں بچوں کے حقوق کا یہ بہت اہم مسئلہ ہے ۔ زمبابوے کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے میرا انٹرویو کیا تو میں نے بتایا کہ ماحول کی آلودگی خاص کر بچوں کا مسئلہ ہے کیونکہ اُن کا حق ہے کہ وہ صاف ستھرے اور صحت مند ماحول میں رہیں اور یہ حق بچوں کو نہیں مل رہا'' نتالی ،17 سال

امبابوے کی کچرے سے پاک نسل کی سفیر

ہم دنیا کو بہتر بنا رہے ہیں!

نتالی جس کی عمر 17 سال ہے وہ کہتی ہے کہ ''پچھلی نسلوں نے ہمارے سیارے (زمین) کو تباہ کر دیا ہے لیکن ہم جن نے کچرے سے پاک نسل کی مہم میں حصہ لیا ہے، ہم دنیا کو بہتر بنا رہے ہیں۔ اور اگر ہم سے بعد میں آنے والی نسل بھی ماحولیات کو بہتر بنانے کی کوشش کرلے گی تو دُنیا پھر سے رہنے کے لیے بہترین جگہ بن سکتی ہے اس لیے میرا کام بہت اہم ہے!''

نتالی بتاتی ہے کہ ''ہم لوگوں کو ماحولیاتی مسائل پر ہمارے کام کے بارے میں بتانے اور کچرے کے نقصانات بتانے کے لیے میڈیا کا استعمال کرتے ہیں ہم لوگوں کے علم میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں''۔

جانوروں کے ساتھ، انسانوں کے ساتھ اور آبی حیات کے ساتھ یہ بہت بڑا ظلم جاری ہے اگر ہم نے اور ہماری آنے والی نسلوں نے اِن مسائل پر قابو نہ پایا تو مستقبل صرف بربادی اور تباہی کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔ اگر ایسا ہی چلتا رہا تو یہ سیارہ تباہ ہوجائے گا۔ میں مستقبل کو محفوظ بنانے کی کوشش کر رہا ہوں''

ٹیلی ویژن پر بات کی

''میں زمبابوے سے کچرے سے پاک نسل کا سفیر بنا ہوں اس لیے میں پوری کوشش کر رہا ہوں لوگوں کو کچرے کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات دی جائیں، مجھے اس پر فخر ہے۔

نتالی مسکراتے ہوئے کہتی ہے کہ ''میری ماں ہمیشہ کہتی ہے کہ صفائی نصف ایمان ہے''

اقوامِ متحدہ کے ترقی کے اہداف میں نے بچوں کے حقوق کے پروگرام اور گلوب سے ماحولیاتی مسائل کے بارے میں بہت کچھ سیکھا ہے۔ اب مجھے معلوم ہے کہ اقوام متحدہ نے ماحولیاتی مسائل کو اہم مسائل میں سے ایک کا درجہ دیا ہے۔ جو کہ اقوام متحدہ نے 2030 تک حاصل کرنا ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ بہت اہم بات ہے۔ پچھلی نسلوں نے آلودگی اور گندگی سے ہمارے سیارے کو برباد کر دیا ہے پلاسٹک اور دوسرے زہریلے مادے ہمارے دریاؤں اور سمندروں میں گر رہے ہیں۔ جس سے ہمارے پینے کا پانی زہریلا ہو رہا ہے اور جاندار بیمار ہو رہے ہیں اور مر رہے ہیں۔

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں بچوں کے حقوق کے سفیر اور کچرے سے پاک نسل کے سفیر کی تربیت لے پایا ہوں۔ اب میں بچوں کے حقوق کا سفیر ہوں اور میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ماحولیات کی تعلیم حاصل کروں گا۔ کیونکہ میرے لیے یہ بچوں کے حقوق کا بہت بڑا اور اہم پہلو ہے۔ تمام بچوں کا حق ہے کہ وہ صاف ستھرے ماحول اور صحت مند ماحول میں زندگی گزاریں اور کھیلنا بھی بچوں کا حق ہے!'' لیکن جب زمین پر ہر طرف گندگی اور کچرا پڑا ہوگا بچے کیسے کھیل سکتے ہیں میرا ایک دوست جو چار سال قبل مر گیا اس کو ٹائیفیڈ کی بیماری لگی اور وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا یہ بیماری اس کو آلودہ پانی یا ماحول میں گندگی کی وجہ سے لاحق ہوئی تھی۔ اس کی عمر ابھی صرف 14 سال تھی یہ بہت افسوس کی بات ہے اور یہی وجہ ہے کہ میں نے ماحولیاتی مسائل میں دلچسپی لینا شروع کی''

ایمبارے میں مظاہرہ کیا جا رہا ہے کہ کچرا مت پھیلائیں ۔اور کچرے سے پاک نسل کے حق میں نعرے لگائے جا رہے ہیں۔

”میرا خیال ہے کہ صاف ستھرا ماحول اقوام متحدہ کے پائیدار ترقی کے اہم مقاصد میں سے ایک ہے جس کا حصول 2030 تک ہونا چاہیے اگر ایسا نہ ہوا تو ہمارا سیارہ تباہ ہو جائے گا“

میری ذمہ داری ہے کہ میں سب کو بتاؤ کہ ماحولیاتی آلودگی ایک بچوں کے حقوق کا بڑا مسئلہ ہے اور کچرے سے پاک نسل کا سفیر ہونے کی وجہ سے میں نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بھی اِن مسائل پر بات کی ہے ”ہماری کچرے سے پاک دن کی مہم جو ہم شہر ہرارے کے علاقہ ایمبارے میں چلا رہے ہیں ۔اس کے متعلق زمبابوے کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے میرا انٹرویو کیا ہے۔

جب میں نے مائیکروفون اور کیمرے دیکھے تو میں سمجھ گیا کہ پورے ملک میں مجھے دیکھا جا رہا ہے میں تھوڑا سا پریشان ہو گیا لیکن میں یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ پورا ملک میری بات سن رہا ہے اس وقت بات کرنا بہت اہم ہے“ صحافیوں نے سوال کیا کہ بچوں کے حقوق کا سفیر ہونے یا کچرے سے پاک نسل کا سفیر ہونے کا کیا مطلب ہے۔

اور آپ کے خیال میں حکومت کو کیا کرنا چاہیے کہ بچوں کے لیے بہتر ہو سکے؟ یہ میرے لیے بہترین موقع تھا کہ میں لاکھوں لوگوں کو بتاؤ کہ ہم نوجوان لوگ مستقبل کو کس طرح بہتر بنانا چاہتے ہیں ۔اور حکومت کو ہمارے حقوق کا تحفظ کرنا چاہیے اور ماحول کے لیے بہتر اقدامات اٹھانا چاہیں یہ بہترین موقع تھا کہ میں یہ سب باتیں کروں“!

بچے کچرے سے پاک نسل کے دن میں حصہ لینے کے لیے اپنے نام رجسٹر میں لکھ رہے ہیں۔

کچرے سے پاک دن

”ہمیں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بہت اچھی کورتج ملی ہے بہت سے بچوں ، جوانوں اور بڑوں کو کچرے سے پاک دن کے بارے میں اور بچوں کے حقوق کے بارے میں سننے کو ملا ہے اور اُن سب کو ہمارے اس مقصد سے آگاہی ہوئی ہے ۔ بہت سارے لوگوں نے مجھے بعد میں بتایا کہ ہمیں بڑی شرمندگی ہوئی کہ ہم کچرا پھیلانے ،گندگی ڈالنے اور ماحول کو آلودہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور ہمیں کوئی احساس ہی نہیں لوگوں نے ہمارے ان اقدامات کو بہت سراہا ہے اور ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔

اپنے کپڑے جو پلاسٹک سے بنائے گئے

''ہم نے اپنے کپڑے بچانے کے لیے پلاسٹک کے بیگ اپنے کپڑوں کے اوپر پہن لیے تا کہ ہمارے کپڑے گندے نہ ہوں۔اور اہم مقصد یہ بھی تھا کہ ہم اس اہم دن میں بہتر نظر آئیں'' سلیمہ اور سامینتھا مسکراتے ہوئے بتاتے ہیں

ان کے پاس پلاسٹک کو دوبارہ استعمال کے قابل بنانے کا طریقہ ہے لیکن باقی کچرے کو کیسے ٹھکانے لگانا ہے اس پر بھی اُن کو سوچنا چاہیے بچوں کے حقوق کا سفیر ہونے کی وجہ سے میری ذمہ داری ابھی ختم نہیں ہوئی بلکہ اس سے آگے بھی کام کرنا ابھی باقی ہے۔

ہمیں سیاستدانوں کو ان مسائل سے آگاہ کرنا ہوگا اور اُن کو متاثر کرنا ہوگا کہ وہ اس کے متعلق بہتر فیصلے کریں

ہیلو اور شکریہ!

شہر کی کونسل نے کچرا اٹھانے والا ٹرک دے دیا۔ٹرک نے سارا کچرا اٹھا لیا کو جن بچوں نے کچرے سے پاک دن پر اکٹھا کیا تھا۔

کیونکہ ہمیں اندازہ تھا کہ جب ہم اس شہر میں کچرا اکٹھا کرنا شروع کریں گے تو بہت سا کچرا اکٹھا ہو گا بلکہ کچرے کے ڈھیر لگ جائیں گے۔شہر کی کونسل نے مدد کرنے کی حامی بھر لی جو بڑی خوش آئند بات تھی۔ہم نے اتنا کچرا اکٹھا کیا کہ اس کو وزن کرنا ناممکن ہو گیا۔ٹرک اوپر تک کچرے سے بھرا ہوا تھا!

اب امید ہے کہ کچرا اٹھانے والا ٹرک ہمارے شہر میں آتا رہے گا۔اور لوگوں کی گندگی اٹھاتا رہے گا۔میرے خیال میں تو ہمارے شہر کے سیاستدانوں کو شرم آنی چاہیے کہ اُن سے کوئی بھی کام نہیں ہوتا ہے!

''لیکن اگر ٹرک یہاں سے کچرا اٹھاتا بھی رہے گا تو میرا خیال ہے کہ شہر کی انتظامیہ کے پاس کچرے کو ٹھکانے لگانے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

اب لوگوں نے مجھے ریڈیو پر سنا ہے تو ان کو مدد کے لیے آگے آنا چاہیے! ہم نے کچرے سے پاک دن کے لیے ایمبارے شہر کا انتخاب بڑے اہم مقصد کے ساتھ کیا ہے یہ بہت غریب علاقہ ہے اور یہاں بہت گندگی ہے کوئی بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا نہ شہر کی کونسل ،نہ حکومت اور نہ صدر۔اور شہر کو صاف رکھنے والا محکمہ بھی کام نہیں کرتا۔اور گندگی کے پہاڑ دن بہ دن بڑے ہوتے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ بچوں کے کھیلنے کے میدان بھی کچرے سے بھر گئے ہیں شہر کے امیر علاقوں میں تو صفائی کا خیال رکھا جاتا ہے لیکن شہر کے غریب علاقوں میں کوئی پوچھنے والا نہیں یہ بہت غلط ہے!

اپنا کچرا اٹھانے والا ٹرک

''کچرے سے پاک دن سے پہلے ہم نے شہر کی کونسل سے رابطہ کیا اور کہا کہ ہمیں کچرا اٹھانے والا ٹرک دے دیں

اپنی آواز اٹھائیں!

کیا آپ اور آپ کے دوست بچوں کے حقوق اور عالمی مسائل کے حل کے لیے علم کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں؟ اپنی آواز اٹھائیں اور میڈیا کہ ذریعہ اپنی آواز کو بااثر بنائیں عوام آگاہی دینے سے مقرر لوگوں پر دباؤ پڑتا ہے اور وہ اس پر سوچتے ہیں اور بہتر فیصلے کرتے ہیں۔

ہر سال جب لاکھوں بچوں کے ووٹوں کی گلوبل ووٹ میں گنتی ہوتی ہے، بچے ہر جگہ اپنی پریس کانفرنس منقعد کرتے ہیں تو پوری دُنیا میں ایک ہی دن ہونے والی یہ پیش رفت دنیا کو بچوں کے حالات میں بہتری کرنے کا پیغام بڑے موثر انداز میں دیتی ہے اس تقریب میں بچے بچوں کے حقوق کے احترام کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس کے بعد اس راز سے پردہ اٹھتا ہے کہ بچوں کے حقوق کے انعام کے امیدواروں میں سے کس نے بچوں کے حقوق کا انعام حاصل کیا ہے اور کن کو اعزازی انعام ملے ہیں۔ اصل میں یہ فیصلہ تو دنیا بھر کے بچوں کے گلوبل ووٹ پر ہوتا ہے کہ کس کو بچوں نے زیادہ ووٹ دیے ہیں؟

”بچوں کے عالمی انعام کے پروگرام کی پریس کانفرنس میں خوش آمدید جو کہ بہت سارے ممالک کے مختلف علاقوں میں ہو رہی ہے“ کوانڈا تفصیلات برکینا فاسو کے صحافیوں کو بتا رہی ہے۔

بدقسمتی سے تمام بالغ لوگ بچوں کے حقوق کے احترام کی اہمیت کو نہیں سمجھتے، آپ کو یہ سب اُن کو سمجھانا ہوگا۔

تیاری کریں

جو آپ بچوں کے حقوق کے انعام کے پروگرام کے بارے میں کہنا چاہتے ہیں۔ اس کو پہلے لکھ لیں اور یہ بھی لکھ لیں کہ آپ کے علاقہ میں بچوں کے حقوق کی کیا صورتحال ہے اور آپ کے ملک میں بچوں کے حالات کیسے ہیں۔ پریس کانفرنس سے ایک دن پہلے آپ کو WCP کی طرف سے کچھ خاص معلومات ملیں گی جو آپ کو راز داری میں رکھنا ہونگی یہ معلومات بچوں کے ووٹوں کے نتائج کے بارے میں ہوں گی کہ کس ہیرو کو کتنے ووٹ ملے ہیں۔

پریس کانفرنس کریں

1۔ اگر ممکن ہو سکے تو پریس کانفرنس کو گانے سے شروع کریں اور صحافیوں کو بتائیں کہ دُنیا بھر میں بچوں کی پریس کانفرنس آج کے دن میں منعقد ہو رہی ہے۔

2۔ بچوں کے حقوق کے بارے میں حقائق بتائیں اور اگر ہو سکے تو ویڈیو کلپ بھی دکھائیں۔

3۔ اپنے علاقہ اور اپنے ملک میں بچوں کے حالات کے بارے میں تفصیل سے بتائیں اور بتائیں کہ آپ کس طرح کی تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں اپنے مطالبات صحافیوں، سیاستدانوں اور تمام لوگوں کے سامنے رکھیں۔

4۔ بچوں کے حقوق کے ہیروز کے بارے میں معلومات دیں اور گلوبل ووٹ کے نتائج کا اعلان کریں۔

5۔ پریس ریلیز اور بچوں کے متعلق حقائق کی شیٹ سب کو دیں۔

کیا آپ کے علاقہ میں بہت سارے سکول ہیں؟ آپ سب سکولوں میں مشترکہ پریس کانفرنس کریں اور ہر سکول سے ایک نمائندے کو اس میں شامل کریں اور سٹیج پر بٹھائیں۔ (مذید معلومات صفحہ نمبر 31 پر دیکھیں)

اچھی جگہ کا انتخاب کریں

اگر ممکن ہو سکے تو اپنے علاقہ کے پریس کلب یا کسی اچھی جگہ کا انتخاب کر کے وہاں پریس کانفرنس کریں۔ تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ بچوں کے حقوق بہت اہم ہیں پریس کانفرنس کو اپنے سکول میں کرنا بھی بہت اچھا ہے 2019 کی پریس کانفرنس اپریل کے دوسرے ہفتے کے آخر میں ہوگی بچوں کی پریس کانفرنس کی تاریخ WCP کی ویب سائیٹ پر بعد میں بتائی جائے گی۔

میڈیا کو دعوت دیں

آپ کے پاس مناسب وقت ہونا چاہیے کہ آپ اپنے علاقہ کے میڈیا کو بھی دعوت دے سکیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو میڈیا کو بلانے کے لیے ایک سے زیادہ بار کہنا پڑے۔

یہ بات کرتے ہیں:

اپنے ملک میں بچوں کے حقوق کے پروگرام کے نمائندے سے رابطہ کریں اور اس کو اطلاع دیں کہ آپ کب اپنے علاقہ میں بچوں کے حقوق کی پریس کانفرنس کریں گے۔

پاکستان کے کئی اخبارات میں بچوں کے حقوق کی پریس کانفرنس کی خبر شائع ہوئی۔ یہ خبر ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بھی نشر ہوئی یہ غیر معمولی بات ہے کہ پاکستان کے میڈیا میں بچوں کے حقوق کی بات ہوئی۔

اگر آپ worldschildrensprize.org/wcpc کو وزٹ کریں تو آپ دیکھیں گے

☆ 2019 کی پریس کانفرنس کی تاریخ
☆ پریس ریلیز، بچوں کے حقوق کی حقائق شیٹ اور مذید تفصیلات
☆ ہدایات کہ کس طرح صحافیوں اور سیاستدانوں کو مدعو کیا جائے اور ان سے کیا سوالات کیے جائیں
☆ بچوں کے حقوق، ہیروز اور گلوبل ووٹ کے متعلق فلم
☆ تصاویر پر دکھائیں

جب آپ کے ارد گرد کچھ غلط ہو رہا ہو تو سیٹی بجائیں!

تمام ایسے بالغ جو بچوں کے حقوق کے پروگرام کو منعقد کرنے میں آپکی مدد کرتے ہیں وہ بچوں کے حقوق کا ضرور احترام کریں اگر آپ بچوں کے حقوق کے پروگرام کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔اور آپ دیکھتے ہیں کہ کسی بچے کے ساتھ بُرا سلوک ہو رہا ہے تا پھر اگر آپ خود بچے ہیں اور آپ کے ساتھ کوئی بُرا سلوک کر رہا ہے تو آپ اس پر ضرور احتجاج کریں جو لوگ کسی برائی پر آواز اٹھاتے ہیں ان کو سیٹی بجانے والے کہا جاتا ہے

گلوب مفت ہے!

گلوب ایک تعلیمی میگزین ہے اور اس کی کوئی قیمت نہ ہے یہ بالکل مفت ہے۔اگر آپ دیکھیں کہ کوئی شخص گلوب بیچ رہا ہے یا بچوں کے حقوق کے پروگرام سے متعلق کوئی بھی چیز فروخت کر رہا ہے تو یہ غلط ہے تو ہمیں بتائیں یا پھر اس شخص سے بات کریں جس پر آپ کو بھروسہ ہے تا کہ وہ ہم سے رابطہ کرے۔

آپ کو سب سے پہلے ایسے شخص سے بات کرنی چاہیے جس پر آپ کو اعتماد ہے اگر ایسا ممکن نہیں ہے تو آپ بچوں کے حقوق کے پروگرام WCP سے رابطہ کریں یہاں کچھ ایسی مثالیں دی گئیں ہیں کہ جو چیزیں بچوں کے حقوق کے پروگرام کو کرتے ہوئے نہیں ہونی چاہیں اگر کوئی بالغ مثلاً استاد، ہیڈ ماسٹر، یا کوئی اور شخص آپ کو مندرجہ ذیل طریقوں سے تنگ کرے یعنی:

☆ تشدد یا جنسی تشدد

☆ بُرے نام سے پکارنا یا، نفرت کا اظہار کرنا یا نفسیاتی تشدد کرنا۔

☆ بچے کی ذاتی معلومات کی اشاعت (مثلاً اگر کوئی آپ کی تصویر بنا کر اس کو استعمال کرے، یا آپ کی ذاتی معلومات کو سوشل میڈیا پر دے وغیرہ)

اگر آپ جو چیز میڈیا پر دے رہے ہیں اور اس کا تعلق بچوں کے حقوق کے پروگرام کے ساتھ نہیں ہے تو آپ کو کسی بالغ سے رابطہ کرنا چاہیے جس پر آپ کو پورا اعتماد ہے یا اگر آپ کو ایمرجنسی میں مدد کی ضرورت ہے تو پولیس سے رابطہ کریں۔

رپورٹ کیسے بھیجیں

ہمیں رپورٹ بھیجنے کا بہترین طریقہ تو یہ ہے کہ آپ ہماری ویب سائیٹ پر شکایت کا فارم پُر کریں لنک مندرجہ ذیل ہے۔

www.worldschildrensprize.org/whistle

اس طرح آپ کی شکایت ہمارے ذمہ دار نمائندے تک پہنچ جائے گی جو آپ کی دی ہوئی معلومات کو خفیہ رکھے گا اور مناسب اقدامات بھی کرے گا۔

سویڈن کی ملکہ سلویا

نیلسن منڈیلا

ملالہ یوسف زئی

ڈیسمنڈ ٹوٹو

گریکا میچل

ہم بچوں کے حقوق کے پروگرام کے سر پرست ہیں

ملالہ یوسف زئی اور مرحوم نیلسن منڈیلا دونوں کو بچوں کے حقوق کا سر پرست بنایا گیا ہے یہ دونوں ہی نوبل انعام یافتہ ہیں اور میڈیا تو اکثر اس انعام کو بھی " بچوں کا نوبل انعام کہہ دیتا ہے۔

کوئی بھی شخص جس نے بچوں کے حقوق کے لیے خدمات سرانجام دی ہوں وہ بچوں کے حقوق کے انعام کے پروگرام کا اعزازی دوست بن سکتا ہے یا پھر اس کا سر پرست بن سکتا ہے

سویڈن کی ملکہ سلویا اس کی پہلی سر پرست ہیں اور اس کے بعد نیلسن منڈیلا، ملالہ یوسف زئی اور کچھ اور اہم شخصیات جن میں سویڈن کا پرائم منسٹر بھی شامل ہے اس پروگرام کے سر پرست ہیں۔

کِم جو ملک زمبابوے سے ہیں اور
بچوں کے حقوق کی سفیر ہیں اور بچوں
کی جیوری کی ممبر ہیں ۔وہ پروگرام کو
چلارہی ہیں۔

بچوں کے حقوق کی تقریب میں خوش آمدید

ہر سال، جیوری کے بچے بچوں کے حقوق کی پروقار تقریب کا انعقاد کرنے کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں۔ یہ تقریب ملک سویڈن کے شہر میری فریڈ کے گریس ہوحم محل میں منعقد ہوتی ہے یہ تقریب بچوں کے حقوق کا جشن ہے بچوں کے حقوق کے تینوں ہیروز کو تقریب میں انعامی رقم سے نوازا جاتا ہے۔ ملکہ سویڈن عزت مآب سلویا ایوارڈ دینے میں جیوری کے بچوں کی امداد فرماتی ہیں۔

ریچل للوئیڈ کو لاکھوں بچوں کے ووٹ سے بچوں کے حقوق کے انعام کا حقدار ٹھہرایا گیا۔ وہ سویڈن کی ملکہ سلویا سے انعام وصول کررہی ہے۔ دائیں طرف اس کی ساتھی شا قوانہ کھڑی ہے بائیں جانب پاکستان سے جیوری ممبر شمعون کھڑا ہے۔

تقریب کے دوران آخر میں ایک گیت ’’
دوستوں کی دُنیا گانا گیا پیکسٹن جو جاز
یارڈ اکیڈیمی سے آئی تھی گانا گا رہی ہے
موسیقار اور ملکہ سلویا بھی ساتھ کھڑی
ہیں۔

زنطلے اور سمِبونگلی کا تعلق انکونکو یسی بینڈ سے
ہے دونوں نے تقریب میں ڈانس کیا۔

گیبریل میچا منٹویا کو اس کی بچوں کے
حقوق کے لیے کولمبیا میں مسلسل جدوجہد
کے لیے بچوں کے حقوق کا اعزازی انعام
دیا گیا۔

ولیریونکولے کی تقریب کے دوران ملکہ سلویا کے ساتھ فوٹو
اوریل اور لونات دونوں اطراف میں کھڑے ہیں یہ دونوں
ملک رومانیہ کے خانہ بدوش بچے ہیں جن کی ولیریو نے مدد کی
اور وہ تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ولیریونکولے کو بچوں کے حقوق کا
اعزازی انعام سے نوازا گیا۔

PHOTO: SOFIA MARCETIC/WCPF

ROUND THE GLOBE RUN

FOR A BETTER WORLD

بہتر مستقبل کے لیے دنیا کے گرد چکر

JORDEN RUNT LOPPET FÖR EN BÄTTRE VÄRLD • COURSE AUTOUR DU GLOBE POUR UN MONDE MEILLEUR

CORRIDA EM VOLTA DO GLOBO POR UM MUNDO MELHOR • CARRERA ALREDEDOR DEL GLOBO POR UN MUNDO MEJOR

WITH SUPPORT FROM UNITED POSTCODE LOTTERIES

SWEDISH OLYMPIC COMMITTEE

THE WORLD'S CHILDREN'S PRIZE FOR THE RIGHTS OF THE CHILD

WITH SUPPORT FROM SVENSKA POSTKOD LOTTERIET